www.paksociety.com
کا34واں سال
ماہنامہ
کرکٹر
پاکستان
قیمت=/75روپے
اگست 2012
مارک باؤچر کی
ریٹائرمنٹ
محمد حفیظ کی کپتانی
میں توسیع
سری لنکا کی فتح
بریٹ لی کی رخصتی
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ماہنامہ
کرکٹر
پاکستان

کاروباری خط و کتابت اور ترسیل زر کے لیے پتہ منیجر ماہنامہ "کرکٹر" C-4،14 کمرشل اسٹریٹ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی فیز II ایکسٹینشن، کراچی۔ فون: 35805391 (پانچ لائنیں) فیکس نمبر: 35896269 ای میل: cricketerurdu2012@gmail.com	بیرون ملک نمائندے ایان ڈیوس، اسٹیو واٹسنگ (انگلینڈ) کیمن بوس (آسٹریلیا) ڈک برٹن (نیوزی لینڈ) گوتش مہرا (بھارت) ایس ایس پریرا (سری لنکا) بریل جانز (ویسٹ انڈیز)	اعزازی فوٹوگرافر فاروق عثمان	بزنس منیجر لاہور عصمت پاشا فون 0300-9493896	منیجنگ ایڈیٹر ریاض احمد منصوری

اگست 2012ء، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 7

Registration No. SS-048

قارئین کرام

پاکستان کرکٹ بورڈ کے نئے سربراہ ذکا اشرف نے سب سے بڑی کامیابی حاصل کر ہی لی۔ بھارت نے پاکستان کے خلاف کھیلنے پر رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے رواں سال کے آخر میں تین ایک روزہ مقابلوں کا شیڈول جاری کر دیا ہے۔ یہ 2007 میں پاکستان کے دورہ ہند کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان باضابطہ کرکٹ کا پہلا آمنا سامنا ہوگا۔ البتہ اس عرصے میں عالمی کپ، ایشیا کپ اور چیمپئنز ٹرافی میں دونوں ٹیمیں ضرور مقابل آئی ہیں لیکن ٹورنامنٹ کی مجبوری کے پیش نظر۔ بہرحال 2008 کے ممبئی دہشت گرد حملوں کے بعد سے منقطع تعلقات کی برف اعلیٰ سطحی ملاقاتوں کے بعد پگھلی ہے جس میں پاکستان و بھارت کے کرکٹ بورڈ کے سربراہان اور حکومتی عہدیداران کے درمیان طویل مذاکرات کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کی جانب سے تعلقات کی بحالی کے لیے حال ہی میں چند مثبت قدم اٹھائے گئے ہیں جن میں چیمپئنز لیگ ٹی ٹوئنٹی میں پاکستانی ٹیم کو شرکت کی اجازت دینا اور انڈین پریمیئر لیگ سیزن 5 کا فائنل دیکھنے کے لیے پاکستان کرکٹ بورڈ کے سربراہ ذکا اشرف کو مدعو کرنا شامل ہیں۔ گو کہ 2007 کی سیریز کے بعد اب پاکستان کی میزبانی کی باری تھی لیکن پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کے باعث گزشتہ تین سالوں سے کرکٹ ممکن نہیں ہو سکی یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے بھارت میں کھیلنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ لیکن اس سیریز میں آمدنی کی تقسیم کے معاملات طے ہونا ابھی باقی ہیں اور لازماً اس اعلان سے قبل انہوں نے کسی نہ کسی معاملے پر تصفیہ ضرور کیا گیا پاکستان کے لیے یہ سیریز اس لحاظ سے بھی اہم ہے کیونکہ بورڈ اس وقت تقریباً 5 ملین ڈالرز خسارے میں ہے اور اس گھاٹے کو کم کرنے کے لیے بھارت کے خلاف سیریز بہت اہم ثابت ہوگی۔

ریاض احمد منصوری

ابن حسن پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کراچی سے طبع کرا کے دفتر ماہنامہ "کرکٹر" پلاٹ نمبر C-4، 14ویں کمرشل اسٹریٹ فیز II، ایکس ٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی سے شائع کیا۔

پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا

نیوٹرل سیریز (متحدہ عرب امارات)

28 اگست...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...ابوظہبی
31 اگست...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...شارجہ
3 ستمبر...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...شارجہ
5 ستمبر...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...دبئی
7 ستمبر...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...دبئی
10 ستمبر...... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...دبئی

انڈر 19 ورلڈ کپ 2012ء

گروپ اے...... آسٹریلیا، انگلینڈ، نیپال، آئرلینڈ
گروپ بی...... پاکستان، نیوزی لینڈ، اسکاٹ لینڈ، افغانستان
گروپ سی...... ویسٹ انڈیز، بھارت، زمبابوے، پاپوا نیوگنی
گروپ ڈی...... سری لنکا، جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش، نمیبیا

شیڈول پاکستانی میچز

تمام میچز پاکستانی وقت کے مطابق شام ساڑھے چار بجے شروع ہونگے

11 اگست...... بمقابلہ افغانستان...... بڈریم
13 اگست...... بمقابلہ اسکاٹ لینڈ...... بڈریم
16 اگست...... بمقابلہ نیوزی لینڈ...... ٹاؤنز ویل

ہر گروپ سے دو ٹیمیں کوارٹر فائنل کیلئے کوالیفائی کرینگی کوارٹر فائنل 19 اور 20 اگست کو جبکہ سیمی فائنل 21 اور 23 اگست کو کھیلے جائینگے۔ فائنل 26 اگست کو ہوگا۔

نیوزی لینڈ کا دورۂ بھارت

23 تا 27 اگست...... پہلا ٹیسٹ...... حیدرآباد دکن
31 اگست تا 4 ستمبر...... دوسرا ٹیسٹ...... بنگلور
8 ستمبر...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... وشاکاپٹنم
11 ستمبر...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... چنئی

جنوبی افریقہ کا دورہ انگلینڈ

2 تا 6 اگست...... دوسرا ٹیسٹ...... لیڈز
16 تا 20 اگست...... تیسرا ٹیسٹ...... لارڈز
24 اگست...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... کارڈف
28 اگست...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... ساؤتھمپٹن
31 اگست...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... اوول
2 ستمبر...... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل...... لارڈز
5 ستمبر...... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل...... ناٹنگھم
8 ستمبر...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... مانچسٹر
12 ستمبر...... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... برمنگھم

پاکستان کا دورۂ جنوبی افریقہ

کیم تا 5 فروری...... پہلا ٹیسٹ...... جوہانسبرگ
14 تا 18 فروری...... دوسرا ٹیسٹ...... کیپ ٹاؤن
22 تا 26 فروری...... تیسرا ٹیسٹ...... سینچورین
کیم مارچ...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... ڈربن
3 مارچ...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... سینچورین
10 مارچ...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... بلوم فونٹین
15 مارچ...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... سینچورین
17 مارچ...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... جوہانسبرگ
21 مارچ...... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل...... ڈربن
24 مارچ...... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل...... بینونی

آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر...... سری لنکا بمقابلہ زمبابوے...... ہمبن ٹوٹا
19 ستمبر...... آسٹریلیا بمقابلہ آئرلینڈ...... کولمبو
19 ستمبر...... بھارت بمقابلہ افغانستان...... کولمبو
20 ستمبر...... جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے...... ہمبن ٹوٹا
21 ستمبر...... انگلینڈ بمقابلہ افغانستان...... کولمبو
22 ستمبر...... سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ...... ہمبن ٹوٹا
22 ستمبر...... آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز...... کولمبو
23 ستمبر...... نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان...... پالیکیلی
23 ستمبر...... انگلینڈ بمقابلہ بھارت...... کولمبو
24 ستمبر...... ویسٹ انڈیز بمقابلہ آئرلینڈ...... کولمبو
25 ستمبر...... بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان...... پالیکیلی

سپر ایٹ مرحلہ

27 ستمبر...... سی ون بمقابلہ ڈی ٹو...... پالیکیلی
27 ستمبر...... اے ون بمقابلہ بی ٹو...... پالیکیلی
28 ستمبر...... ڈی ون بمقابلہ سی ٹو...... کولمبو
28 ستمبر...... بی ون بمقابلہ اے ٹو...... کولمبو
29 ستمبر...... سی ون بمقابلہ بی ٹو...... پالیکیلی
29 ستمبر...... بی ون بمقابلہ سی ٹو...... پالیکیلی
30 ستمبر...... ڈی ون بمقابلہ اے ٹو...... کولمبو
30 ستمبر...... بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو...... کولمبو
کیم اکتوبر...... اے ون بمقابلہ سی ون...... پالیکیلی
کیم اکتوبر...... بی ون بمقابلہ ڈی ون...... پالیکیلی
2 اکتوبر...... اے ٹو بمقابلہ سی ٹو...... کولمبو
2 اکتوبر...... کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر...... کولمبو
4 اکتوبر...... پہلا سیمی فائنل...... کولمبو
5 اکتوبر...... دوسرا سیمی فائنل...... کولمبو
7 اکتوبر...... فائنل...... کولمبو

گروپ اے: انگلینڈ، بھارت، افغانستان
گروپ بی: آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز، آئرلینڈ
گروپ سی: سری لنکا، جنوبی افریقہ، زمبابوے
گروپ ڈی: پاکستان، نیوزی لینڈ، بنگلہ دیش

نوٹ: افتتاحی میچ پاکستانی وقت کے مطابق شام سات بجے جبکہ سیمی فائنل اور فائنل شام ساڑھے چھ بجے شروع ہونگے، لیگ میچز دوپہر تین بجے اور شام سات بجے شروع ہونگے۔

پاکستان کا دورۂ جنوبی افریقہ

کیم تا 5 فروری...... پہلا ٹیسٹ...... جوہانسبرگ
14 تا 18 فروری...... دوسرا ٹیسٹ...... کیپ ٹاؤن
22 تا 26 فروری...... تیسرا ٹیسٹ...... سینچورین
کیم مارچ...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... ڈربن
3 مارچ...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... سینچورین
10 مارچ...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... بلوم فونٹین
15 مارچ...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... سینچورین
17 مارچ...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... جوہانسبرگ
21 مارچ...... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل...... ڈربن
24 مارچ...... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل...... بینونی

بھارت کا دورۂ سری لنکا

22 جولائی...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... ہمبن ٹوٹا
24 جولائی...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... ہمبن ٹوٹا
28 جولائی...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... کولمبو
31 جولائی...... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل...... کولمبو
4 اگست...... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل...... پالیکیلی
7 اگست...... ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... پالیکیلی

انگلینڈ کا دورۂ بھارت

15 تا 19 نومبر...... پہلا ٹیسٹ...... احمدآباد
23 تا 27 نومبر...... دوسرا ٹیسٹ...... ممبئی
5 تا 9 دسمبر...... تیسرا ٹیسٹ...... کولکتہ
13 تا 17 دسمبر...... چوتھا ٹیسٹ...... ناگپور
20 دسمبر...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... پونے
22 دسمبر...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... ممبئی
11 جنوری...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... راج کوٹ
15 جنوری...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... کوچی
19 جنوری...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... رانچی
23 جنوری...... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل...... دھرم شالہ
27 جنوری...... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل...... چندی گڑھ

☆☆☆

نیوزی لینڈ کا دورۂ جنوبی افریقہ

21 دسمبر...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... ڈربن
23 دسمبر...... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... ایسٹ لندن
26 دسمبر...... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... پورٹ الزبتھ
2 تا 6 جنوری...... پہلا ٹیسٹ...... کیپ ٹاؤن
11 تا 15 جنوری...... دوسرا ٹیسٹ...... پورٹ الزبتھ
19 جنوری...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... پارل
22 جنوری...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... کمبرلے
25 جنوری...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... پوشف اسٹروم

نیوزی لینڈ کا دورۂ انگلینڈ

16 تا 20 مئی...... پہلا ٹیسٹ...... لندن
24 تا 28 مئی...... دوسرا ٹیسٹ...... لیڈز
31 مئی...... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل...... لارڈز
2 جون...... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... ساؤتھمپٹن
5 جون...... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل...... ناٹنگھم
25 جون...... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل...... اوول

بے قصوروں کے تکون کے آخری کردار سلمان بٹ کی وطن واپسی!!

محمد عامر اور محمد آصف کے بعد آخرکار سابق قومی کپتان سلمان بٹ کی بھی لندن کی جیل سے "رہائی" عمل میں آگئی اور اسپاٹ فکسنگ میں ملوث "مظلوم" اب آزادی کی فضا میں سانس لے رہی ہے مگر حیران کن امر یہ ہے کہ ہر ایک اس بات کا دعوے دار ہے کہ وہ معصوم اور بے قصور ہے جسے ناکردہ گناہ کی سزا دی گئی ہے۔ عدالتی سطح پر چلنے والے اس مقدمے میں دیکھا جائے تو اس وقت کے قومی کپتان سلمان بٹ کو اس تین رکنی گروہ کا سرغنہ قرار دیا گیا جنہوں نے کھلاڑیوں کے نام نہاد ایجنٹ مظہر مجید کے ساتھ مل کر "نوبالز" اسکینڈل کا ڈرامہ رچایا مگر سلمان بٹ کا اب یہ دعویٰ ہے کہ انہیں کسی جرم کی نہیں بلکہ اس غلطی کی سزا دی گئی کہ انہوں نے اسپاٹ فکسنگ کے معاملے سے پی سی بی کے حکام یا آئی سی سی آفیشلز کو آگاہ کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے خود کو "پاک صاف" قرار دیتے ہوئے پاکستانی سرزمین پر کچھ اس "شان" سے قدم رکھا کہ گویا وہ جیل سے نہیں بلکہ کسی بڑے کارنامے کے بعد وطن واپس لوٹے ہوں۔ ان کے محترم والد نے سلمان بٹ کے "مداحوں" کے ساتھ ایئرپورٹ پر کچھ اس طرح اپنے بیٹے کا استقبال کیا جیسے وہ جنگ جیت کر آیا ہو۔

دو سال قبل انگلینڈ کے دورے پر پاکستانی ٹیم کے کھلاڑیوں کو جس منظم انداز سے استعمال کر کے اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کا جال پھینکا گیا اس کے پیچھے نیوز آف دی ورلڈ کے ایک صحافی مظہر محمود کا بھی اہم کردار رہا جو اس سے قبل بھی کئی معروف اور نامور کھلاڑیوں کے اسکینڈلز کے حوالے سے شہرت رکھتا ہے۔ اس نے ایجنٹ مظہر مجید کا کھلاڑیوں سے قربت کا اندازہ کر کے ایک منصوبہ تشکیل دیا اور لالچ میں مبتلا پاکستانی کھلاڑی کسی چوہے کی طرح ان کے لگائے ہوئے پھندے میں پھنس گئے جنہوں نے واقعات کے مطابق انگلینڈ کے خلاف لارڈز ٹیسٹ میں طے شدہ پلان کے تحت رقم کے عوض جان بوجھ کر نوبالز کیں۔ پاکستان میں کھلاڑیوں کا حمایتی ٹولہ جس میں میڈیا کے کچھ لوگ بھی شامل ہیں یہ تاثر دیتا رہا ہے کہ پاکستانی کھلاڑی بالکل بے قصور ہیں جن کو اس معاملے میں پھنسایا گیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر یقینی طور پر درست ہے کہ انہیں پھنسایا گیا لیکن اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ یہ کھلاڑی پیسے کے لالچ میں اس حد تک مبتلا تھے کہ کچھ بھی کرنے پر رضامند ہو گئے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ وہ وقت آنے پر اس سے زیادہ بھی کر سکتے تھے کیونکہ ان کا خیال شاید یہ تھا کہ معمولی نوعیت کی اس غلطی کو نہ تو کوئی محسوس کرے گا اور نہ ہی وہ پکڑے جائیں گے مگر شاید یہی ان کی سب سے بڑی بھول تھی جس کا بھگتاوا وہ اب جیل کی سزا اور آئی سی سی کی جانب سے پابندی کی صورت ادا کر رہے ہیں۔

شکر تو یہ ہے کہ اسی اسکینڈل کے دوران نوٹوں سے بھری جیکٹ زیب تن کرنے والے فاسٹ بالر وہاب ریاض کو اس معاملے میں ملوث نہیں کیا گیا اور ان کے نام پر صرف شک کا سرخ دائرہ ہی لگایا گیا۔ جبکہ نوجوان کھلاڑی عمر امین کا تو کوئی نام بھی نہیں لیتا جو وہاب ریاض کی جیکٹ پہنتے ہوئی تصاویر میں بالکل واضح ہیں مگر انہیں بھی اس دورے کے بعد خاموشی کے ساتھ ایک طرف کر دیا گیا ہے۔ اور وہ پاکستان کی مزید نمائندگی سے محروم ہیں۔ پاکستانی کھلاڑی جیل کی ہوا کھانے کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا لیکن برطانوی اخبار نیوز آف دی ورلڈ کے خفیہ آپریشن نے جو کچھ منظر عام پر پیش کیا اس سے انحراف تو کسی طور پر بھی ممکن نہیں اور اسی لئے عدالت نے تینوں کھلاڑیوں کو سزا کا مستحق سمجھا۔ محمد عامر نے چھ ماہ اور آصف نے ایک سالہ سزا پوری کی مگر انہیں اس معاملے میں اکسانے اور پھنسانے والے سلمان بٹ کی سزا تو 30 ماہ تھی مگر انہیں برطانوی قوانین کے تحت قبل از وقت رہائی کی اسکیم سے استفادہ کرنے کا موقع دیا گیا تو وہ اس بات پر فوری رضامند ہو گئے کہ انہیں گھر جانے دیا جائے حالانکہ وہ اب دس سال تک برطانوی سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکیں گے۔

سات ماہ تک برطانوی جیل میں سزا کاٹنے کے بعد سلمان بٹ کو پاکستان "ڈی پورٹ" کیا گیا تو انہیں جہاز میں سوار کرنے تک زیر حراست تصور کرتے ہوئے ان کی ہتھکڑیاں نہیں کھولی گئیں۔ جیل حکام نے مکمل سیکورٹی کے ساتھ سلمان بٹ کو برطانوی بارڈر فورس کے حوالے کیا جس نے انہیں ہیتھرو ایئرپورٹ پر واقع ڈیپورٹیز کے کیمپ میں منتقل کیا جہاں سے انہیں پاکستان واپس بھیجا گیا۔ اس تمام عمل سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ سلمان بٹ کا جرم معمولی نوعیت کا نہیں تھا جیسے کہ وہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ پاکستان آمد پر پرجوش استقبال کے بعد میڈیا سے بات کرتے ہوئی ان کا کہنا تھا کہ نہ تو ان کا اسپاٹ فکسنگ کے معاملے سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی انہوں نے کوئی پیش کش قبول کی سلمان بٹ کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے کسی میچ میں بدعنوانی کی کوئی آفر قبول نہیں کی اور کسی ساتھی کھلاڑی کو بھی اس میں حصہ لینے پر نہیں اکسایا مگر انہوں نے اپنی غلطی پر پوری قوم سے معافی ضرور طلب کی۔ سلمان بٹ کے مطابق ان کی غلطی محض اتنی ہی تھی کہ انہوں نے آئی سی سی کو تین ماہ تک اس واقعے کی رپورٹ نہیں کی کیونکہ ملوث شخص ان کا واقف کار تھا۔ آئی سی سی سے بھی معذرت کرنے والے سابق کپتان نے جو بیانات دیئے ہیں اور جس طرح خود کو "پاکیزہ" قرار دینے کی مہم شروع کی ہے وہ اپنی جگہ مگر شاید وہ فراموش کر گئے ہیں کہ جب سزا کے خلاف انہوں نے اپیل کی تھی تو مقدمے کی سماعت کرنے والے جج نے ان کے جرم کو سنجیدہ نوعیت کا قرار دیتے ہوئے انہیں اسپاٹ فکسنگ میں ملوث ثابت کیا تھا۔ اگر ان سے صرف رپورٹ نہ کرنے کی غلطی ہوئی تو اسے ضرور "ہائی لائٹ" کیا جاتا کیونکہ یہ پاکستان نہیں ہے کہ کسی بھی شخص کو کسی معاملے میں پھنسا کر سزا دے دی جائے اور اس کے اصل جرم کو بھی سامنے نہ لایا جائے کہ آخر اسے کس الزام میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیجا گیا۔

عدالت میں مقدمے کی سماعت کے دوران یہ بات تو کسی نے ایک مرتبہ بھی نہیں کہی کہ سلمان بٹ کو واقعے کی رپورٹ نہ کرنے پر سزا دی جا رہی ہے بلکہ واضح الفاظ میں یہ بات ضرور کہی گئی کہ پاکستان کے تینوں کھلاڑیوں نے کرکٹ کا دامن ہمیشہ کے لئے داغدار کر دیا ہے اور وہ دنیا بھر میں اپنے ملک کی بدنامی کا باعث بنے ہیں۔ انہوں نے اتنے بھاری جرائم کئے ہیں کہ قید کی سزا کے بغیر ان کی تلافی کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ جج نے فیصلہ سناتے ہوئے سلمان بٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ "آپ ایک قابل احترام شخص تھے جس پر ٹیم کے کپتانی کی حیثیت سے دوہری ذمہ داری عائد ہوتی تھی مگر میں آپ کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں کہ آپ نے محمد عامر جیسے نوجوان کھلاڑیوں کو بھی خراب کیا" یہ تمام باتیں میڈیا میں شائع ہو چکی ہیں جن سے انکار کسی طور پر بھی ممکن نہیں پھر بھی سلمان بٹ کا اصرار ہے کہ وہ "بے قصور" ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل قصوروار کون ہے؟ سونے پہ سہاگہ یہ ہے کہ انگلینڈ کی جیل میں گزارے ہوئے وقت کو "سخت زندگی" سے تعبیر کرنے والے سلمان بٹ نئے ہیئر اسٹائل اور چہرے پر کسی شرمندگی کا شائبہ بھی لائے بغیر بڑے اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی کی "تعمیر نو" کے ساتھ ہی کھیل میں واپسی کی توقع بھی کر رہے ہیں۔ مگر ایک سزا تو ختم ہو چکی ہے تو دوسری ان کے ساتھ کافی عرصے تک رہے گی کیونکہ آئی سی سی کے حکام آنے والے کچھ برسوں میں تو انہیں "معافی" دے کر اپنی سب سے بڑی کامیابی پر خاک نہیں ڈالیں گے۔

محمد عامر اپنی کم عمری کے لبادے میں پی سی بی کی "رعایتی اسکیم" کا مزا لے رہے ہیں جن کو بار بار آئی سی سی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے حالانکہ ذرائع کا کہنا ہے کہ "وعدہ معاف گواہ" کو اگلے کچھ عرصے میں خود ہی پابندی سے آزاد کر دیا جائے گا اور محمد عامر کی جانب سے "خاموشی" اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ آئی سی سی نے اس کے ساتھ "ہولا ہتھ" رکھنے کا وعدہ کیا ہے جسے وقت آنے پر پورا کر دیا جائے گا۔ سلمان بٹ کے ایک اور ساتھی محمد آصف انگلینڈ میں ہیں اور نت نئے پینترے بدل رہے ہیں۔ کبھی انہیں پاکستان آنے پر اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے تو کبھی وہ انگلینڈ میں سیاسی پناہ کی درخواست دائر کرتے لگتے ہیں اور پھر ان کی جانب سے یہ خبریں آنا شروع ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنی سزا کے خلاف اپیل کی تیاری کر رہے ہیں حالانکہ اتنے عرصے میں تو کوئی کوشش کرتا تو ایک مرتبہ پھر "حمود الرحمٰن کمیشن" کی رپورٹ مرتب کر لیتا مگر آصف کی اپیل کی طوالت ختم نہیں ہو رہی۔ جہاں تک سلمان بٹ کی معافی اور پابندی میں کمی کا معاملہ ہے تو محمد عامر نے عدالت کے بعد اسکائی ٹی وی پر انٹرویو کے دوران سلمان بٹ پر الزامات عائد کر کے ان کے لئے "گواہی" کا وہ گڑھا کھود دیا ہے جس سے نکلنا سابق کپتان کے لئے محال ہے۔ وہ لاکھ کوشش کر کے بھی ان سنگین نوعیت کے حقائق کو یہ کہہ کر نہیں جھٹلا سکتے کہ محمد عامر جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ یہ بات تو وہ تمام لوگ کہہ رہے ہیں جنہیں اسپاٹ فکسنگ معاملے میں سزا دی گئی ہے۔

سلمان بٹ اب میڈیا پر بھی اپنی معصوم صورت کے ساتھ صفائیاں پیش کر رہے ہیں اور انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان سے بھی انصاف کی "دہائی" دی ہے لیکن جس معاملے میں وہ سزا کاٹ کر آ گئے اب انہیں اس جرم میں بے قصور ثابت کر بھی دیا گیا تو اس کا کیا فائدہ ہوگا کیونکہ جن افراد کو ہمارے یہاں کلیئر کر دیا گیا تھا وہ بعد میں اسی جرم میں جکڑے گئے اور دنیا میں ہماری مزید ہنسی اڑائی گئی۔ اسپاٹ فکسنگ میں ملوث کھلاڑیوں کے بارے میں اتنے شواہد سامنے آ چکے ہیں کہ ان سے انحراف ممکن ہی نہیں اور شاید اسی لئے محمد عامر اپنی غلطی کو اعتراف کرنے کے ساتھ ہی سزا کے خلاف اپیل کا حق استعمال نہیں کیا مگر سلمان بٹ اور آصف اپنی بات پر ڈٹے ہوئے ہیں تو ٹھیک ہے وہ اس بات کا پورا حق رکھتے ہیں کہ کسی فیصلے کے خلاف اپیل کر سکیں لیکن یہ کوشش محمد عامر کے اعتراف کے بعد بے سود ہی ہوگی۔ سزائیں کاٹ لینے کے بعد آئی سی سی کی پابندی میں کمی کی توقع انہیں کرنا چاہئے اور پھر وہ شاید کسی سطح کی کرکٹ بھی کھیل سکیں لیکن انہوں نے اپنی "حماقت" سے کھیل ہی نہیں پاکستان کو بھی جو نقصان پہنچایا ہے اس کا مداوا کسی اپیل یا معافی سے نہیں ہو سکتا۔ جس طرح وہ ایک جان پہچان والے کی باتوں میں آ کر بے وقوف بن گئے اسی طرح اپنے بے قصور ہونے کا دعویٰ کر کے وہ پوری قوم کو بے وقوف بنا رہے ہیں جو سراسر زیادتی ہے۔

پی سی بی کی آخری وارننگ کے ساتھ کامران اکمل کی کھیل میں واپسی!

کھیل میں کرپشن کی روک تھام میں آئی سی سی کے شانہ بشانہ چلنے کے دعویدار پی سی بی کے حکام بُری طرح دو عملی کا شکار ہیں جنہوں نے عرف عام میں "سر سہلاؤ اور بھیجا کھاؤ" والی پالیسی اپنائی ہوئی ہے۔ اصول یہ کہتا ہے کہ غلط کاری میں ملوث افراد کو کڑی سزا دے کر نشان عبرت بنا دو کہ کوئی اور اس طرح کی غلطی کا تصور بھی نہ کر سکے لیکن ہم کھلاڑیوں کو سزا دلانے کے بعد ان کے مقام کی بحالی کی کوششوں میں مصروف ہیں اور کسی کو کم عمری تو کسی کو صلاحیت کی بنیاد پر واپس لانے کی کوششیں کر رہے ہیں اور یہ ہدایات بھی دی جا رہی ہیں کہ آئی سی سی سے اپیل کر کے سزا میں کمی کی کوشش کرو۔ جب یہ حالات ہوں گے تو کیا پیغام جائے گا اس ملک کے نوجوانوں تک کہ "کچھ بھی کر گزرو یہ ملک انہیں کسی بھی حال میں قبول کرنے کو تیار ہے" پی سی بی کے حکام کامران اکمل کو بھی آخری وارننگ کے ساتھ کھیل میں واپسی کا تحفہ دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں جن کو ٹی 20 عالمی کپ کے ممکنہ کھلاڑیوں میں بھی جگہ دیدی گئی ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ وہی میگا ایونٹ میں پاکستان کی وکٹ کیپنگ کا فرض سنبھالیں گے۔

کامران اکمل کی بے پایاں صلاحیتوں سے ہمیں کوئی انکار نہیں۔ وکٹ کیپنگ کے نقائص اور کمزوریوں کو ایک جانب رکھ دیا جائے تب بھی صرف بیٹسمین کے طور پر وہ ایک قیمتی سرمایہ ہے لیکن سوچنے کی بات صرف یہ ہے وہ کون سے "جرائم" تھے جن کی بنیاد پر اتنے عرصے تک کامران اکمل کو قومی ٹیم سے باہر رکھا گیا۔ اور وہ کون سا پیمانہ ہے جس پر پیمائش کے بعد وکٹ کیپر بیٹسمین کو واپسی کا گرین سگنل دے دیا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حالیہ عرصے میں کم از کم تین مرتبہ یہ خبر اخبارات کی زینت بنائی گئی کہ اینٹی کرپشن کمیٹی نے کامران اکمل کو کلیئر کر دیا ہے مگر اندرون خانہ تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا جس کے بارے میں میڈیا کو ایک لفظ بھی نہیں بتایا گیا کہ وکٹ کیپر پر کون سے الزامات تھے جن کی تحقیقات کی گئی اور کلیئرنس کی وجہ کیا تھی؟ یہ بھی صرف بورڈ کے حکام ہی جانتے ہیں کہ مارچ 2011ء کے بعد سے کامران اکمل پر غیر اعلانیہ پابندی کا مقصد کیا تھا اور اگر اس پر عائد الزامات غلط تھے تو اتنے عرصے تک انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے کامران اکمل کو قومی ٹیم میں کھیلنے سے کیوں محروم رکھا گیا۔ حالانکہ اس کی صلاحیتوں کی اشد ضرورت بھی محسوس کی جا رہی تھی۔ یہ بات بھی صرف پی سی بی کے "عقلمند" ہی بتا سکتے ہیں کہ ماضی قریب کامران اکمل کی منفی سرگرمیوں کے حوالے سے آئی سی سی نے جو بیانات جاری کئے ان کی کیا حقیقت تھی اور ایک غیر ملکی ٹی وی چینل نے وکٹ کیپر پر جن 84 واقعات میں ملوث ہونے کا شک ظاہر کیا اس کی کیا حقیقت تھی؟ ظاہر ہے کہ کچھ تو تھا جس کی وجہ سے کامران اکمل کو ایک سال سے زائد عرصے تک قومی ٹیم سے دور رکھا گیا ورنہ صرف خراب فارم اور کسی معمولی غلطی پر تو کھلاڑی بہت جلد اپنی واپسی کو ممکن بنا لیتے ہیں۔ فارم کی بات کی جائے تو بنگلہ دیش پریمئر لیگ کے علاوہ ڈومیسٹک سیزن کے دوران بھی کامران اکمل نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ ان کی خامیاں کسی حد تک دور ہو چکی ہیں لیکن انہیں سلیکشن کے لئے قابل غور نہیں سمجھا گیا۔ حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ کامران اکمل "کلیئرنس" ملنے کے بعد ہی ورلڈ کپ 2011ء میں شریک ہوئے تھے جہاں انہوں نے بھارت کے خلاف سیمی فائنل معرکے میں سچن ٹنڈولکر کا اہم کیچ ڈراپ کر کے پاکستان کی شکست کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ اینٹی کرپشن کمیٹی نے شاید ٹیم کے ساتھ رہنے والے سابق فاسٹ بالر عاقب جاوید سمیت تمام اہم کھلاڑیوں کے بیانات کو نظر انداز کر دیا جنہوں نے آسٹریلیا میں بدترین شکست کے بعد تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیانات میں کامران اکمل کے بارے میں کافی سنجیدہ نوعیت کے راز آشکار کئے تھے۔ یہ تمام باتیں وڈیو پر پاکستان کے سرفہرست ٹی وی چینلز پیش کر چکے ہیں مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ ان الزامات کے جو جوابات اینٹی کرپشن کمیٹی کے "ماہرین" کو ملے ان سے عام لوگ اب بھی ناواقف ہیں۔ جولائی کی ابتداء میں جب کامران اکمل کو اینٹی کرپشن کمیٹی کے سامنے پیش ہونے کی ہدایت کی گئی تو یہ بات سامنے آئی کہ ان سے میچ فکسنگ باز مظہر مجید سے مراسم کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کامران اکمل سے ان کے بعض بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات بھی طلب کی گئیں حالانکہ ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ بینک اکاؤنٹ کسی کھلاڑی کو جکڑنے کا واحد ذریعہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ایک آل راؤنڈر ہانگ کانگ میں سپر سکسز کے دوران کئے گئے گھپلے میں صاف پکڑے جاتے مگر انہیں بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ویسٹ انڈیز کے دورہ میں کامران اکمل اور مظہر مجید کو سینٹ لوشیا میں ایک ساتھ دیکھا گیا لیکن اس پر زبانی جمع خرچ کر کے معاملہ ختم کر دیا گیا اور یہ سوچنے کی زحمت تک نہیں کی گئی کہ جس شخص کے ساتھ کامران اکمل کے روابط کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اس نے پاکستان کے تین سرفہرست کھلاڑیوں کو لالچ کے گھوڑے پر سوار کر کے جیل پہنچا دیا اور وہ خود اب تک اس جرم میں جیل کی سزا کاٹ رہا ہے۔ کامران اکمل سے اس کی دوستی کی نوعیت کیا تھی اور وکٹ کیپر سے ہونے والی فاش غلطیاں بھی تو کسی اور "وجہ" کے سبب تو نہیں ہوئیں؟"

اینٹی کرپشن کمیٹی کے سامنے سوال و جواب کی بھلا کیا حیثیت ہے کیونکہ کوئی بھی کھلاڑی دروغ گوئی کا سہارا لے کر خود کو بچا سکتا ہے اور یہ کسی طرح ممکن ہے کہ کوئی اس کمیٹی کے سامنے ہر غلط کاری کا اقرار کر لے؟ یہی وجہ ہے کہ کمیٹی کے سامنے بیانات دینے والے بعض کھلاڑی عدالتی طریقہ کار میں جا کر بُری طرح پھنس گئے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ سوچنے کی بات تو یہ بھی ہے کہ اگر کامران اکمل پر عائد الزامات اتنے ہی ہلکے اور غیر سنجیدہ نوعیت کے تھے تو انہیں کلیئر کرنے میں اتنا عرصہ کیوں لگا دیا گیا یہ کام تو بہت پہلے بھی کیا جا سکتا تھا۔ کم از کم پاکستان کی ٹیم ان شکستوں سے تو بچ نکلتی جن کا اسے سامنا کرنا پڑا۔ اس ضمن میں ایک اور دلچسپ ترین پہلو یہ بھی ہے کہ جس پر الزام تھے وہ تو ٹی 20 عالمی کپ کے ممکنہ اسکواڈ میں جگہ پا کر ایک مرتبہ پھر پاکستان کی نمائندگی کے لئے تیار ہے لیکن جس کھلاڑی نے یہ الزام لگایا کہ اس کی تباہی میں اکمل برادران کا ہاتھ ہے وہ ممکنہ کھلاڑیوں میں جگہ پانے سے بھی محروم ہے جسے قائد اعظم ٹرافی کے بہترین وکٹ کیپر کی حیثیت سے صرف ملک میں کرکٹ کھیلنے کی اجازت مرحمت فرمادی گئی ہے کہ خاموشی کے ساتھ اپنی کرکٹ کھیلتے رہو اور ذوالقرنین حیدر ڈھکے چھپے الزامات کے ساتھ بیانات دینے کے سوا کچھ بھی کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں کہ وہ کھل کر ان افراد کے نام لے سکے جنہوں نے اسے قومی ٹیم چھوڑ کر لندن فرار پر مجبور کر دیا۔ کل تک اس کا موقف تھا کہ اسے پاکستان آمد پر جان کا خطرہ لاحق ہے مگر اب وہ اسی ملک میں اطمینان کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

پی سی بی نے شاید "نظریہ ضرورت" کے تحت کامران اکمل کو تمام الزامات سے بری کر کے ایک آخری موقع عنایت کر دیا ہے ورنہ محض الزامات پر ہی نگاہ رکھی جاتی تو یہ معاملہ برسوں تک بھی حل نہیں ہو پاتا۔ انہوں نے شاید 53 ٹیسٹ 130 ون ڈے اور 38 ٹی ٹوئنٹی میچوں کے تجربہ کار کھلاڑی کامران اکمل کی اہلیت کو پیش نظر رکھا اور انہیں ٹیم میں گروہ بندی اور سیاست بند کرنے کی آخری وارننگ کے ساتھ بتا دیا ہے کہ "وہ کسی بھی منفی سرگرمی کا حصہ بننے کے بجائے کپتان سے تعاون اور ساتھی کھلاڑیوں کا احترام کریں۔ اس ہدایت سے یہ بات تو پوری طرح سامنے آ گئی ہے کہ کامران اکمل ٹیم میں گروپ بندی اور سیاست میں ملوث تھے جنہوں نے منفی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ہی کپتان سے عدم تعاون اور ساتھی کھلاڑیوں کی بے احترامی جیسے غلط کام کئے اگر نہ کئے ہوتے تو انہیں یہ وارننگ کیوں دی جاتی؟ لیکن یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا بورڈ کی یہ وارننگ اتنی کارگر ثابت ہو سکے گی کہ کوئی کھلاڑی خود کو ان معاملات سے الگ رکھ سکے جن کا وہ عادی ہو چکا ہے۔

پی سی بی کی انضباطی کمیٹی خاص طور پر کامران اکمل پر کڑی نگاہ رکھے گی جبکہ سری لنکن ٹور کے بعد قومی ٹیم کی انتظامیہ بھی ان کے رویہ کا جائزہ لے گی۔ وکٹ کیپر بیٹسمین پر واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر مستقبل میں وہ ڈسپلن کی خلاف ورزی کے مرتکب ٹھہرے تو انہیں سخت سزا کے ساتھ ہمیشہ کے لئے کرکٹ کے کھیل سے بھی باہر کر دیا جائے گا اگر تمام تر حالات و واقعات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تب بھی کامران اکمل کی قومی ٹیم میں واپسی کا فیصلہ ہضم نہیں ہوتا لیکن اگر وہ اپنی صلاحیت کا مثبت استعمال کرتے ہوئے ٹیم کو استحکام بخشنے میں سنجیدہ ہیں تو پھر انہیں ایک آخری موقع دینے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ ان پر اب بھی کچھ سوالوں کے جوابات ادھار ہیں لیکن اگر وہ خود میں بہتری لانے کے خواہشمند ہیں تو پھر شاید بہت ساری باتیں ان کے اچھے کھیل تلے دب کر دم توڑ دیں گی اور پاکستان کو اس کا کھویا ہوا باصلاحیت وکٹ کیپر بیٹسمین واپس مل جائے گا جس کے اسٹروکس کی حرارت اب بھی واضح طور پر محسوس ہوتی ہے لیکن کاش یہ آخری موقع ان کو سیدھی راہ پر گامزن کر دے اور پی سی بی کا یہ قدم اس کے گلے نہ پڑ جائے۔

پاک، آسٹریلیا سیریز اور ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کے لیے ٹیم کا اعلان، محمد حفیظ کپتان برقرار

دنیا بھر کی کرکٹ ٹیمیں ہمیشہ آگے کی طرف نظریں رکھتی ہیں اور اس سفر کو جاری رکھنے کے لیے ان ممالک کے بورڈز اور سلیکشن کمیٹیاں اپنی تمام توانائیاں صرف کرتی ہیں لیکن پاکستان میں معاملہ الٹا دکھائی دیتا ہے۔ کم از کم ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 اور آسٹریلیا کے خلاف ٹی ٹوئنٹی سیریز کے لیے جو دستہ منتخب کیا گیا ہے وہ تو اسی چیز کا غماز ہے۔ جس میں تمام پرانے چلے ہوئے پرزوں کو ایک مرتبہ پھر 15 رکنی ٹیم میں طلب کیا گیا ہے جن میں مشتبہ کامران اکمل اور حال ہی میں ناکامیوں کا منہ دیکھنے والے محمد سمیع بھی شامل ہیں۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے اعلامیہ کے مطابق قیادت بدستور محمد حفیظ کے پاس رہے گی۔ یوں سری لنکا میں ٹی ٹوئنٹی سیریز برابر ہونے کے بعد ان کے پاس موقع ہوگا کہ آسٹریلیا کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو ثابت کریں اور بلند حوصلوں کے ساتھ عالمی کپ 2012 میں پہنچیں۔ پاکستان آسٹریلیا کے خلاف اس ماہ سے متحدہ عرب امارات میں پہلے تین ٹی ٹوئنٹی اور بعد ازاں تین ایک روزہ میچز کھیلے گا جس کے پہلے مرحلے یعنی ٹی ٹوئنٹی مقابلوں کے لیے پاکستان نے جس دستے کا اعلان کیا ہے اس میں اوپنر عمران نذیر، آل راؤنڈر عبدالرزاق، وکٹ کیپر کامران اکمل اور تیز بالر محمد سمیع بھی شامل ہیں۔ پاکستان کی یہی ٹیم بعد ازاں ستمبر کے مہینے میں سال کا سب سے بڑا ٹورنامنٹ یعنی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 کھیلے گی جہاں انگلستان اپنے اعزاز کا دفاع کرے گا جبکہ پاکستان 2010 میں آسٹریلیا کے ہاتھوں سیمی فائنل کی شکست کا داغ دھونے کی کوشش کرے گا۔ (مائیکل ہسی یاد ہے نا؟) بہرحال، مذکورہ بالا کھلاڑیوں کے علاوہ دیگر غیر متوقع شمولیت میں اوپنر، ناصر جمشید اور اسد شفیق بھی شامل ہیں۔ ناصر جمشید کو ٹی ٹوئنٹی طرز کے جانے مانے بلے باز احمد شہزاد پر ترجیح دی گئی ہے جبکہ اسد شفیق، جو ٹیسٹ طرز کے بہترین بلے باز ہیں، کو ایک مرتبہ پھر ٹی ٹوئنٹی مقابلوں میں طلب کیا گیا ہے۔ احمد شہزاد کے علاوہ جو کھلاڑی حیران کن طور پر دستے میں جگہ حاصل نہ کر پائے ان میں حماد اعظم قابل ذکر ہیں جبکہ یاسر عرفات اور سہیل تنویر کو ضرور ٹیم میں مقام دیا گیا ہے۔ عمران نذیر کو فروری 2010 کے بعد پہلی بار قومی ٹیم میں جگہ عطا کی گئی ہے۔ انہوں نے حال ہی میں بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں بہت ہی عمدہ کارکردگی دکھائی ہے اور ٹورنامنٹ کے بہترین بلے بازوں میں شامل رہے۔ ان کی شمولیت سے ٹیم میں موجود اوپنرز کی تعداد چار ہو گئی ہے۔ ایک طرف کپتان محمد حفیظ اور تجربہ کار کامران اکمل ہیں تو دوسری طرف ناصر جمشید اور عمران نذیر۔ ہمارے خیال میں محمد حفیظ اور کامران اکمل تو ٹیم کا جزو لاینفک ہوں گے کیونکہ وہ کپتان اور وکٹ کیپر ہیں۔ اس لیے امکان یہی ہے کہ کامران اکمل کو نچلی پوزیشن پر کھلایا جائے اور باقی دونوں میں کسی ایک کا انتخاب ہوگا۔

محمد سمیع کے علاوہ جس گیند باز کو اپنی ناقص کارکردگی کے باوجود ٹیم میں برقرار رکھا گیا ہے وہ عمر گل ہیں جبکہ سری لنکا میں شاندار بالنگ کروانے والے جنید خان پر نظر کرم نہیں کی گئی۔ اگرچہ کامران اکمل کا نام سپاٹ فکسنگ سکینڈل میں براہ راست نہیں آیا تھا لیکن 2010 کے ورلڈ ٹی ٹوئنٹی کے دوران آئی سی سی کے انٹی کرپشن یونٹ نے سلمان بٹ اور ان پر نظر رکھتے ہوئے دونوں کو نوٹس بھیجے تھے۔ کامران اکمل نے آخری بار 2011 کے عالمی کپ میں پاکستان کی نمائندگی کی تھی جس میں ان کی کارکردگی بیٹنگ اور وکٹ کیپنگ دونوں شعبوں میں مایوس کن رہی تھی۔ کامران اکمل کے بعد متعدد وکٹ کیپرز آزمائے گئے لیکن کوئی بھی وکٹ کیپر بیٹنگ میں سلیکٹرز کی توقعات پر پورا نہ اتر سکا۔ عبدالرزاق گزشتہ سال سری لنکا کے خلاف متحدہ عرب امارات کی ون ڈے سیریز کے بعد سے ٹیم سے باہر تھے۔ انہوں نے آخری بار 2010 میں ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلا تھا۔ جبکہ عمران نذیر نے آخری بار فروری 2010 میں انگلینڈ کے خلاف دبئی میں ٹی ٹوئنٹی کھیلا تھا۔ 20 سالہ لیفٹ آرم اسپنر رضا حسن پاکستان انڈر 19 اور پاکستان اے کی طرف سے کھیلنے کے بعد 2010 کے انگلینڈ کے دورے کے لیے پاکستانی ٹیم میں شامل کیے گئے تھے لیکن کسی میچ میں نہ کھیل سکے۔ شعیب ملک سری لنکا کے خلاف حالیہ دونوں ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچوں میں 9 اور 27 رنز کی مایوس کن کارکردگی کے باوجود ٹیم میں شامل کیے گئے ہیں۔ 31 سالہ فاسٹ بولر محمد سمیع کوچ ڈیو واٹمور کے بھرپور اعتماد کی بدولت ایک بار پھر ٹیم میں شامل ہیں۔ واضح رہے کہ یہ ٹیم آسٹریلیا کے خلاف سیریز کے صرف ٹی ٹوئنٹی مرحلے اور بعد ازاں ورلڈ ٹی ٹوئنٹی میں کھیلے گی۔

پاکستان، ٹی ٹوئنٹی دستہ برائے پاک، آسٹریلیا سیریز اور ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012

محمد حفیظ (کپتان)، اسد شفیق، رضا حسن، سعید اجمل، سہیل تنویر، شاہد آفریدی، شعیب ملک، عبدالرزاق، عمر اکمل، عمر گل، عمران نذیر، کامران اکمل، محمد سمیع، ناصر جمشید اور یاسر عرفات۔

ادھر آسٹریلیا نے متحدہ عرب امارات کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 کی تیاری کے لیے 15 رکنی دستے کا اعلان کر دیا ہے۔ 28 اگست کو شارجہ کے تاریخی میدان میں پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے سے شروع ہونے والی سیریز میں تین ون ڈے اور تین ہی ٹی ٹوئنٹی کھیلے جائیں گے جو اپنی نہاد میں دونوں ٹیموں کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ناقص کارکردگی کے باعث 6 ماہ قبل قیادت اور ٹیم سے نکالے جانے والے کیمرون وائٹ ایک مرتبہ پھر ٹی ٹوئنٹی ٹیم میں شامل ہیں۔ سیریز کے معاملات ابتدا ہی سے کھٹائی میں پڑتے رہے۔ پہلے سری لنکا میں طے شدہ تھی لیکن سری لنکا کرکٹ نے سری لنکا پریمیئر لیگ کے ابتدائی سیزن کے باعث میزبانی سے انکار کر دیا۔ پاکستان نے مختلف مقامات پر غور کیا لیکن کہیں بھی معاملہ طے نہ پایا اور بالآخر متحدہ عرب امارات کو ہی میزبانی کرنا پڑی۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کہ اگست کے مہینے میں آج تک متحدہ عرب امارات میں بین الاقوامی کرکٹ نہیں کھیلی گئی کیونکہ یہ سخت گرمیوں کا موسم ہے۔ پاکستان و آسٹریلیا صرف ٹی ٹوئنٹی مقابلے کھیلنے کے خواہاں تھے اور بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے اس کے لیے خصوصی اجازت بھی دی کہ ٹیمیں 6 ٹی ٹوئنٹی مقابلے کھیل سکتی ہیں لیکن سیریز کے نشریات کار براڈ کاسٹر کی جانب سے ون ڈے مقابلوں کی منسوخی کے باعث ممکنہ نقصانات کا رونا رویا گیا جس پر پاکستان کو تین ایک روزہ مقابلوں کو بھی حتمی شیڈول میں شامل کرنا پڑا۔ یوں یہ سیریز دونوں طرز میں 3،3 مقابلوں کی حامل ہو گئی۔ شاید صحرائی گرمی کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہی آسٹریلیا نے اپنے دو اہم کھلاڑیوں شین واٹسن اور گیند باز بین ہلفناس کو ایک روزہ مرحلے کے لیے ٹیم میں شامل نہیں کیا، اور وہ صرف ٹی ٹوئنٹی مقابلوں ہی میں آسٹریلیا کی نمائندگی کریں گے۔ بہرحال، آسٹریلیا نے جس دستے کا اعلان کیا ہے اس میں مسٹر کرکٹ مائیکل ہسی واپس آئے ہیں جو اپنے نجی مسائل کی وجہ سے دورہ انگلستان میں نہیں کھیل پائے تھے۔ ان کی آمد سے پیٹر فورسٹ کو ٹیم سے فارغ کرنا پڑا ہے۔ ان کے علاوہ آسٹریلیا نے نوجوان آل راؤنڈر گلین میکس ویل کو بھی دونوں دستوں میں شامل کیا ہے جبکہ کیلم فرگوسن اور کیمرون وائٹ کو طویل عرصے کے بعد بالترتیب ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی ٹیموں میں واپس بلایا گیا ہے۔ وائٹ 6 ماہ قبل ٹی ٹوئنٹی کپتانی سے فارغ کرنے کے ساتھ ساتھ ٹیم سے بھی خارج کر دیے گئے تھے جن کی جگہ جارج بیلی کو قیادت کے فرائض سونپے گئے تھے۔ آسٹریلیا کے ٹی ٹوئنٹی دستے میں 41 سالہ بریڈ ہوگ بھی شامل ہیں، اور اب ایسا واضح نظر آتا ہے کہ وہ ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 میں بھی آسٹریلین ٹیم میں شامل ہوں گے کیونکہ یہ سال کے اہم ترین ٹورنامنٹ سے قبل آسٹریلیا کے آخری مقابلے ہوں گے۔ متحدہ عرب امارات میں سخت گرم موسم کی وجہ سے ایک روزہ مقابلوں کا آغاز مقامی وقت کے مطابق شام 6 بجے ہوگا اور وہ رات 1 بجے کے بعد ختم ہوں گے۔

ایک روزہ دستہ:

مائیکل کلارک (کپتان)، اسٹیون اسمتھ، جارج بیلی، جیمز پیٹن سن، ڈینیل کرسٹیان، ڈیوڈ وارنر، ڈیوڈ ہسی، زاویئر ڈوہرٹی، کلنٹ میک کے، کیلم فرگوسن، گلین میکس ویل، مائیکل اسٹارک، مائیکل ہسی، مچل جانسن اور میتھیو ویڈ۔

ٹی ٹوئنٹی دستہ:

جارج بیلی (کپتان)، بریڈ ہوگ، بین ہلفناس، پیٹ کمنز، زاویئر ڈوہرٹی، ڈینیل کرسٹیان، ڈیوڈ وارنر، ڈیوڈ ہسی، شین واٹسن، کلنٹ میک کے، کیمرون وائٹ، گلین میکس ویل، مائیکل ہسی، مچل اسٹارک اور میتھیو ویڈ۔

تھیسارا پریرا کو پاکستان نے کامیاب کھلاڑی بنا دیا

کھلاڑی کو کسی بھی کھیل میں قسمت کا دھنی ہونا چاہیے کہ وہ جہاں قدم رکھے کامیابی اس کی باندی بن جائے لیکن کچھ کھلاڑیوں کو بلند مقام کے لیے کافی محنت کرنا پڑتی ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کو مخصوص حالات اور یا مخصوص ٹیمیں ہیرو بنا دیتی ہیں اور سری لنکا کے تھیسارا پریرا کی خوش قسمتی ہے کہ پاکستان کے خلاف ایک سیریز نے اسے ہیرو کا درجہ دلا دیا ہے اور وہ صرف ایک موثر بالر ہی نہیں قابل اعتماد بیٹسمین بھی سمجھا جانے لگا ہے۔ تھیسارا پریرا کی یہ پہلی سیریز نہیں تھی 2009 میں انٹرنیشنل کرکٹ کے پردے پر نمودار ہوا اور اس نے پاکستان کا رواں سیریز میں سامنا کرنے سے قبل تینوں طرز کی کرکٹ میں اپنی صلاحیتوں کی ایک جھلک ضرور پیش کی تھی لیکن جو کامیابی اسے پاکستان کے خلاف ملی ہے اس کے بارے میں تو اس نے خود بھی نہیں سوچا ہوگا۔ اس نے تینوں طرز کی کرکٹ میں اپنی بہترین بالنگ یا بیٹنگ کارکردگی سے ثابت کر دیا ہے کہ سری لنکا کو مستقبل کا عمدہ کھلاڑی میسر آ گیا ہے۔ اگر پاکستان کے خلاف رواں سیریز کی بات کی جائے تو تھیسارا پریرا کو ابتدا سے ہی ایسی کامیابیاں نصیب ہوئیں جن کا مزہ اس نے پہلے کبھی نہیں چکھا تھا۔ دو ٹی ٹوئنٹی میچوں میں تھیسارا پریرا نے پہلے معرکے میں سولہ گیندوں پر ناقابل شکست 32 رنز بنا کر اپنی ٹیم کی کامیابی کی راہ متعین کر دی اور ایک وکٹ لینے کے باوجود اسے میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ اس کی یہ اننگ ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں سب سے بہتر کارکردگی بھی تھی۔ پھر سیریز کے دوسرے ون ڈے میچ میں پریرا نے کیریئر کی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر ڈالا اور 44 رنز کے عوض 6 وکٹیں لے کر پاکستانی بیٹنگ لائن کا شیرازہ بکھیر دیا۔ دو میچوں میں اہم ترین کردار کی بدولت مین آف دی میچ کا ایوارڈ جیتنے والے تھیسارا پریرا کے بارے میں کوچ گراہم فورڈ کا یہ کہنا تھا کہ جیسی کارکردگی پریرا نے پاکستان کے خلاف دکھائی اگر وہ اسی طرح کامیابی حاصل کرتا رہا تو اسے ٹیسٹ ٹیم میں بھی مستقل جگہ بنانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ 3 اپریل 1989 کو کولمبو میں پیدا ہونے والے تھیسارا پریرا کا شمار ایسے کھلاڑیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جونیئر کرکٹ سے ابھرنے کے بعد خود کو سینئر کرکٹ تک پہنچایا۔ پہلی بار سری لنکا کی انڈر 19 کرکٹ ٹیم کی جانب سے افرو ایشیا انڈر 19 کپ میں اس نے چھ میچوں کے دوران اگرچہ صرف 34 رنز ہی بنائے جس میں 16 رنز کی اننگ قابل ذکر تھی مگر جنوبی افریقہ کے خلاف 30 رنز کے بدلے میں چار وکٹیں لے کر اس نے 32.80 کی اوسط سے پانچ کھلاڑی آؤٹ کیے۔ اسی سال انڈر 19 ورلڈ کپ میں بھی تھیسارا پریرا نے 6 میچوں میں 24 رنز اسکور کرنے کے ساتھ 22.11 کی اوسط سے 9 وکٹیں حاصل کیں جس میں 3/26 کی بہترین کارکردگی بھی شامل تھی۔ 2006 میں گولڈن ہوپ انڈر 17 کرکٹ چیلنج میں بھی تھیسارا پریرا نے چار میچوں میں 26.25 کی اوسط سے 105 رنز بنائے جس میں 48 رنز کی عمدہ اننگ بھی شامل تھی جبکہ بالنگ کے دوران بھی 15.40 کی اوسط سے دس کھلاڑیوں کو ٹھکانے لگایا جس میں 4/54 کی عمدہ کارکردگی بھی چمک رہی تھی۔ جونیئر کرکٹ میں پریرا کو اپنے کیریئر کے دوران صرف چار منی ٹیسٹ کھیلنے کا موقع مل سکا جس میں اس نے 64 رنز کی عمدہ اننگ کے سہارے 18.60 کی اوسط سے 93 رنز بنائے اور 27,21 کی اوسط سے 14 وکٹیں بھی حاصل کیں جس میں 30 رنز کے عوض چار وکٹوں کی شاندار کارکردگی بھی شامل تھی۔ ون ڈے کرکٹ میں اس کا کھیل قدرے بہتر رہا جہاں پریرا نے 32 میچوں میں 15.45 کی اوسط سے نہ صرف 340 رنز بنائے بلکہ 41 کھلاڑیوں کو بھی ٹھکانے لگایا جسے ایک عمدہ کارکردگی بھی کہا جا سکتا ہے۔ 2008-09 میں فرسٹ کلاس کرکٹ کا آغاز کرنے والے تھیسارا پریرا نے پہلے ہی سیزن میں اپنی شاندار صلاحیتوں کو منواتے ہوئے بالنگ کے شعبے میں 14 وکٹیں 32.20 کی اوسط سے حاصل کیں جس میں 49 رنز کے بدلے میں چار وکٹوں کی کارکردگی بھی شامل تھی۔ اگلے سیزن میں اس نے 69 رنز کے عوض پانچ وکٹوں کی اولین کارکردگی کے باوجود 32.20 کی اوسط سے دس وکٹیں ہی حاصل کیں لیکن 2009 میں اس کی قسمت یاوری کر گئی جب اسے سری لنکن ون ڈے ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔ اس اولین آزمائش میں وہ بھارت کے خلاف کوئی وکٹ تو نہیں لے سکا مگر اس نے 31 رنز بنا کر اپنی موجودگی کا اظہار ضرور کر دیا۔ ڈھاکا ٹرائی نیشن ٹورنامنٹ میں پریرا نے ایک مرتبہ پھر بھارت کا سامنا کیا اور اس بار نہ صرف ناقابل شکست 36 رنز بنائے بلکہ 27 رنز کے بدلے میں دو وکٹیں بھی حاصل کیں۔ اس ٹورنامنٹ کے چار میچوں میں تھیسارا پریرا نے 23.32 کی اوسط سے 6 وکٹیں لے کر پہلی مرتبہ اپنی اہلیت کا برملا اظہار کر ڈالا جس کے بعد اس پر کافی حد تک بھروسہ کیا جانے لگا کیونکہ چمنڈا واس کی ریٹائرمنٹ کے بعد وہ پہلا کھلاڑی ہے جس نے ہر سطح پر اپنے بھرپور کھیل کا مظاہرہ کیا ہے۔ مئی 2010 میں زمبابوے کے خلاف ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل کیریئر شروع کرنے والے کھلاڑی کو اس سطح کی کرکٹ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو سکی لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ وقت پڑنے پر اپنا دوہرا کردار نبھا سکتا ہے۔ ون ڈے کرکٹ میں اس کا کھیل کافی حد تک نمایاں رہا ہے جس کا ثبوت سری لنکا ٹرائنگولر ٹورنامنٹ میں صرف 8.00 کی معمولی اوسط سے دو میچوں میں 8 وکٹیں تھیں جس میں بھارت کے خلاف 5/28 کی کارکردگی بھی شامل تھی جبکہ دوسرے میچ میں اسے بھارت کے خلاف تین وکٹیں 36 رنز کے عوض ملی تھیں۔ آسٹریلیا کے دورے میں پریرا کو اپنی بھرپور صلاحیتوں کے استعمال کا موقع ملا تو اس نے میزبان ٹیم کے خلاف میلبورن میں 5/46 کی کارکردگی دکھا کر اس سطح پر دوسری بار پانچ وکٹوں کا کارنامہ انجام دیا اور تین میچز کھیل کر 14.85 کی اوسط سے سات وکٹیں حاصل کیں اور پھر عالمی کپ 2011 میں بھی چار میچوں کے دوران 24.85 کی اوسط سے سات وکٹیں لے کر ایک مرتبہ پھر معیاری کھیل پیش کیا جس میں ویسٹ انڈیز اور کینیڈا کے خلاف تین، تین وکٹوں کی کارکردگی بھی شامل تھی۔ مئی 2011 میں انگلینڈ کے خلاف پریرا کو آخر کار ٹیسٹ کیپ دینے کا فیصلہ کر لیا گیا لیکن یہ کوشش بری طرح ناکام ثابت ہوئی کیونکہ اس کو 81 رنز کے بدلے میں کوئی وکٹ نہیں مل سکی اور دونوں باریوں میں 20 اور 25 رنز کی اننگز بھی ناکامی کی نذر ہو گئیں۔ اگرچہ کہ ساؤتھمپٹن ٹیسٹ میں اسے 101 رنز کی صورت دو مہنگی وکٹیں مل گئیں اور پھر جنوبی افریقہ کے خلاف بھی وہ تین ٹیسٹ میچوں میں پانچ کھلاڑی ہی آؤٹ کر سکا مگر کیپ ٹاؤن میں 30 رنز کی اننگ کے سبب یہ تاثر قائم رہا کہ وہ ایک آل راؤنڈر بن جانے کی منزل کی جانب کامیابی سے قدم بڑھا رہا ہے جسے بس تھوڑے سے اعتماد کی ضرورت ہے۔ ٹیسٹ کرکٹ کے برعکس ون ڈے کرکٹ میں اس کا کھیل معیاری تھا کیونکہ جنوبی افریقہ کے دورے پر کمبرلی میں کھیلے گئے ون ڈے میچ میں 69 رنز کی ناقابل شکست اور کیریئر بیسٹ اننگ کھیلنے والے آل راؤنڈر نے آسٹریلیا کے دورے میں بھی اپنی اہلیت ثابت کی اور بھارت کے خلاف ایڈیلیڈ میں 45 اور آسٹریلیا کے خلاف سڈنی میں 29 رنز کے عوض دو، دو وکٹیں لینے کے بعد برسبین میں بھی بھارتی ٹیم کے چار کھلاڑی 37 رنز کے بدلے ٹھکانے لگائے اور ٹرائنگولر ٹورنامنٹ کے دوران 9 وکٹیں 27.37 کی اوسط سے حاصل کیں جس نے اس کی اہمیت کو سری لنکن ٹیم میں بڑھا دیا اور یہی کارکردگی تھی جس نے اسے آنے والے عرصے میں بہترین کھیل پر اکسایا۔ کیریئر کی ابتدا ایک فاسٹ بالر کے طور پر کرنے کے بعد اس نے جس طرح خود کو ایک آل راؤنڈر کی شکل میں ڈھالا ہے اس کا صلہ ہے کہ آئی پی ایل کی ٹیم چنئی سپر کنگز نے اسے پچاس ہزار ڈالرز کے عوض اپنے اسکواڈ میں جگہ دی گئی۔ 2010 میں اسے صرف ایک میچ میں کھیلنے کا موقع مل سکا جبکہ سال رواں کے دوران ممبئی انڈینز کی جانب سے بھی اسے صرف دو میچوں میں اعتبار کے لائق سمجھا گیا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ابھی تک آئی پی ایل میں ایک وکٹ بھی نہیں لے سکا ہے۔ پریرا نے پاکستان کے خلاف پانچ ون ڈے میچوں میں 15,54 کی اوسط سے گیارہ وکٹیں حاصل کیں جو کسی ون ڈے سیریز کے دوران اس کی بہترین کارکردگی بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب اسے سیریز کے آخری ٹیسٹ میں پالی کلے پر موقع دیا گیا تو پریرا نے اسے ضائع کیے بغیر پہلی اننگ میں 75 رنز کی اننگ کھیل ڈالی جو اس کی ٹیسٹ معیار پر اولین نصف سنچری ہی نہیں سب سے بہترین اننگ بھی تھی۔ بیٹنگ میں بہترین کھیل پیش کرنے کے بعد اس نے پاکستان کی پہلی اننگ میں ٹاپ آرڈر بیٹنگ کی کمر توڑ ڈالی اور 63 رنز کے عوض چار کھلاڑی بھی آؤٹ کیے جو ٹیسٹ کرکٹ میں ایک اننگ کے دوران اس کی بہترین بالنگ کا نیا ریکارڈ بھی ہے یوں اس نے پاکستان کے خلاف اس سیریز کو اپنی بہترین کارکردگی سے سجانے میں پوری طرح کامیابی حاصل کر لی۔ ٹیسٹ میں عمدہ آل راؤنڈ کارکردگی کے بعد اس نے اپنے کوچ کی وہ بات بھی درست ثابت کر دی کہ وہ اس سطح پر بھی کامیابی کے ساتھ کھیل سکتا ہے۔ تھیسارا پریرا دور حاضر میں سری لنکا کے لیے ایک ایسا سہارا بن کر سامنے آیا ہے جب اس جیسے کھلاڑی کی ٹیم کو بہت زیادہ ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اپنے دوہرے کردار کی بدولت تادیر سری لنکا کی ٹیم میں کھیل سکتا ہے اور جونیئر کرکٹ سے شروع ہونے والا اس کا کیریئر اب ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو گیا ہے جہاں اس پر سینئر ٹیم بھی بھروسہ کر سکتی ہے لیکن یہ بات لازمی ہے کہ وہ اسی طرح دونوں طرز کی کرکٹ میں اپنی کارکردگی کا معیار قائم رکھے جس کا مظاہرہ اس نے پاکستان کے خلاف کیا ہے اور یہی کامیابی کا سلسلہ اسے بلندی پر لے جائے گا۔ MAB

میں ایک اچھے ٹیسٹ کھلاڑی کے طور پر شہرت پانا چاہتا ہوں......ڈیرن براوو

2011ء میں وہ کرکٹ کے افق پر ابھرنے والا سب سے بڑا اور چمکدار ستارہ تھا۔ اس نے بھارت کے خلاف ملک میں ہی نہیں بیرون ملک بھی شاندار کارکردگی کے بعد اپنے تابناک مستقبل کی نشاندہی کردی تھی اور اسے ویسٹ انڈین کرکٹ کا مستقبل بھی قرار دیا جانے لگا تھا مگر پھر اچانک ہی ڈیرن براوو کے کھیل پر زوال نے اپنے پنجے گاڑ دیئے۔ اس پر ایک دباؤ سا محسوس ہونے لگا جو کسی اور چیز کا نہیں خود سے وابستہ بے پناہ توقعات کا تھا۔ ظاہر ہے کہ نوجوان کھلاڑے اپنی راہ سے ہٹ کر مشکلات سے دوچار ہوا تو اس کی کارکردگی آسٹریلیا اور انگلینڈ کے خلاف بہت اچھی نہیں رہی اور اس کی زندگی بڑی مشکل میں پھنسی دکھائی دینے لگی مگر اس کے ایک فیصلے نے اسے لوگوں کی گفتگو کا محور بنا ڈالا کیونکہ اس نے جو کیا اس کی آج کل ویسٹ انڈین کرکٹ میں تو توقع بھی نہیں کی جاسکتی ہے مگر شاید ڈیرن براوو نے بہت سارے سینئرز کو ان کی ذمہ داری یاد دلانے کی کوشش کی ہے جس میں اس کا ”سوتیلا بھائی“ ڈوین براوو بھی شامل ہے۔

ڈیرن براوو نے اس وقت آسٹریلیا کے خلاف سیریز کھیلنے کے لئے حامی بھری جب اس کے پاس آئی پی ایل کی ایک فرنچائز کا معاہدہ بھی موجود تھا۔ اس نے ملک کو پیسے پر ترجیح دی اور خواہ اس کی کارکردگی بہت اچھی نہیں رہی مگر اس نے ایک انوکھی مثال ضرور قائم کردی کہ پیسے کی دوڑ میں مصروف سیاہ فام کھلاڑیوں میں ایک ”دیوانہ“ ایسا بھی ہے جس کے نزدیک قومی ٹیم کی نمائندگی اولیت رکھتی ہے۔ کرکٹ کی فیملی سے تعلق رکھنے والے ڈیرن براوو پر سابق کھلاڑی برائن لارا کی چھاپ واضح ہے جس نے کیریئر کے 19 ٹیسٹ میچوں میں 44.37 کی عمدہ اوسط سے تین سنچریوں سمیت 1420 رنز اسکور کئے ہیں جس میں 195 رنز کی شاندار اننگ بھی شامل ہے۔ اگرچہ ون ڈے کرکٹ میں اس کا ریکارڈ اتنا زیادہ بہتر نہیں لیکن 40 ون ڈے میچوں میں 29.41 کی اوسط سے بنائے گئے 912 رنز میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے جس میں 86 رنز کی بہترین اننگ سمیت 6 نصف سنچریاں بھی شامل ہیں۔ پانچ ٹی 20 انٹرنیشنل میچوں میں اس کا کردار بہت واجبی سا ہے لیکن شکر ہے کہ ویسٹ انڈیز کو ٹیسٹ معیار کے لئے ایک اچھا کھلاڑی میسر آگیا ہے جو اپنی کارکردگی پر ذرا سی توجہ دے کر کئی برس تک اپنی ٹیم کے لئے کھیل سکتا ہے۔

قارئین کے لئے ڈیرن براوو کا نام نیا نہیں ہے لیکن وہ اس کے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتے لہٰذا ہم نے اس بات چیت کا اہتمام کیا ہے جس میں ویسٹ انڈین کرکٹ کے ینگ سپر اسٹار نے اپنے بارے میں کافی کچھ بتانے کی کوشش کی ہے۔

ماضی قریب میں آپ نے کہا تھا کہ آپ ایسے بیٹسمین کے روپ میں ڈھلنا چاہتے ہیں جس کا سامنا کرتے ہوئے دیگر ٹیموں کو منصوبہ بندی کرنا پڑے۔ بھارت کے خلاف عمدہ کارکردگی کے بعد کیا آسٹریلیا اور انگلینڈ کے بعد آپ کو یہ محسوس ہوا؟

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے کھیل پر سخت محنت کرتے ہیں اور یہ میرے لئے بڑی اہم بات ہے کہ میں سخت محنت کا یہ سلسلہ جاری رکھوں۔ بھارت کے خلاف سیریز میرے لئے بہت اچھی رہی لیکن میں سال رواں کا آغاز اپنی خواہشات کے مطابق نہیں کرسکا۔ میں کسی مایوسی کا شکار نہیں ہوں بلکہ میرا خود پر یقین اور بھروسہ قائم ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ہر بار میدان میں داخل ہونے کے بعد بہتر کارکردگی کی کوشش کرتے ہیں اور جب ایسا معاملہ ہو تو مخالف ٹیم کو بھی میرے لئے خاص منصوبہ بندی کرنا پڑتی ہے مگر میں بھی اپنا ہوم ورک بڑی باقاعدگی سے کرتا ہوں۔ رواں سال کے دوران انگلینڈ اور آسٹریلیا دونوں ٹیمیں میرے لئے منصوبہ بندی کے ساتھ مد مقابل آئیں مگر میری بدقسمتی یہ رہی کہ میں ان کے حملوں کا منہ توڑ جواب نہیں دے سکا۔ آسٹریلیا کے خلاف میرے اسکورز کمزور تو رہے لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے بہت کچھ سیکھا اور انگلینڈ کے خلاف تجربات میری آنے والی زندگی میں بہتری کی راہ استوار کریں گے۔ دراصل یہ صرف اپنے اوپر یقین رکھنے کا معاملہ ہے اور مجھے اس وصف کو اپنے ساتھ ورکنا پڑے گا اور سخت محنت دوبارہ مجھے کامیابی کی راہ پر گامزن کردے گی۔ میں اس حالیہ تجربے کو مستقبل میں آگے بڑھنے کے لئے استعمال کروں گا۔

آسٹریلیا اور انگلینڈ کے باؤلنگ اٹیک کا سامنا کرنے کو آپ سب سے اہم چیلنج کیوں تصور کرتے ہیں؟

مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ آسٹریلین ٹیم حریف بیٹنگ لائن پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ وہ کسی کو آرام کرنے کا موقع نہیں دیتی اور اسی لئے کوئی انہونی نہیں ہوپاتی۔ وہ حالات کو وقت سے پہلے بھانپ کر حکمت عملی اختیار کرنے والے بالرز ہیں اور وہ اتنا وقت ہی نہیں دیتے کہ آپ ان کے خلاف کچھ الگ یا مختلف کرسکیں۔ انگلینڈ میں اننگ کا اچھا آغاز بہت مشکل ہوتا ہے اور جب آپ کو ابتدا میں ہی مشکلات درپیش ہوں تو آگے چل کر قدم جمانے سے پہلے آپ کی رخصتی ہوجاتی ہے۔ اس کے لئے تو لازمی ہے کہ آغاز اچھا ہو جیسے کہ حالیہ سیریز میں مارلن سیموئلز نے کیا اور کامیاب رہا۔ میں بھی اس جیسی کارکردگی کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ انگلش بالرز میں بہت زیادہ چیلنجنگ ہیں جبکہ انگلینڈ میں کنڈیشنز بھی خاصی مشکل ہوتی ہیں مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میں نے حالیہ تجربات سے بہت کچھ سیکھا ہے اور مزید سیکھنے کی کوشش بھی جاری رہے گی۔

انگلینڈ کے خلاف سیریز کے لئے آپ نے کیا تیاری کی تھی اور بیٹنگ کے لحاظ سے کیا کچھ سیکھنے کا موقع ملا؟ میں گزشتہ برس ناٹنگھم شائر کی جانب سے کھیلا تھا اور اس موقع کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں کیونکہ میرے خیال سے

مجھے اس وقت ہی مناسب تجربہ حاصل ہوگیا تھا لیکن میں براڈ اور جیمز اینڈرسن کے مد مقابل آیا جو ورلڈ کلاس بالرز ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ اپنی جگہ ایک علیحدہ چیلنج تھا پھر اس میں ٹم بریسنن کو بھی شامل کرلیں۔ میرا خیال ہے کہ انگلینڈ میں کھیلتے ہوئے بہترین کوشش یہ ہونا چاہئے کہ آپ جتنی زیادہ گیندیں چھوڑ سکیں انہیں وکٹ کیپر کے پاس جانے دیں۔ بعض اوقات آپ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ آپ بال کی پچ پر جارہے ہیں مگر درحقیقت آپ اس جگہ نہیں ہوتے“ یہی بات انگلینڈ میں کھیلتے ہوئے یقینی بنانا پڑتی ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ پر بالکل درست ہو۔ آپ کے قدم بالکل ٹھیک جگہ پر ہوں اور آپ کا جسم گیند کے پیچھے موجود ہو اور پھر یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ آپ گیند کو جتنی زیادہ تاخیر سے کھیلیں وہ آپ کے لئے اچھا ہے۔ انگلینڈ کے مخصوص حالات میں کامیابی کے ساتھ کھیلنے والے کھلاڑیوں سے بات چیت بھی بڑی اہم ثابت ہوتی ہے جن سے یہ سیکھنے کا موقع ملتا ہے کہ وہ مخالف حالات سے کس طرح نمٹتے ہیں۔ جب آپ یہ تمام چیزیں جان لیتے ہیں اور انہیں یکجا کرکے استعمال کرتے ہیں تو پھر آخر کار اس کا انعام تو ضرور ملتا ہے۔

سابق کھلاڑیوں سے ہدایت کی بات نکلی ہے تو آپ میں لارا کی کافی شباہت محسوس ہوتی ہے۔ وہ آپ سے بہت قریب بھی رہے ہیں۔ انگلینڈ کے خلاف سیریز کے دوران بھی آپ کا ان سے رابطہ رہا تھا۔

میں برائن لارا سے کم و بیش ہر روز ہی بات کرتا ہوں اور اس کا ذریعہ بلیک بیری میسنجر ہے وہ بھی ہمیشہ میری مدد کو تیار رہتے ہیں اور میرے اندر اچھے کھیل کی تحریک کو بڑھاتے ہیں ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ میں ہر بار میدان میں جاکر کامیابی حاصل کروں۔ میں ان کا اس مدد کے لئے بہت زیادہ شکر گزار ہوں اور وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جو میرے دل کے بہت قریب ہیں جبکہ میرا بھائی ڈوین بھی۔ لارا کو اچھی طرح علم ہے کہ انگلینڈ کے خلاف میری سیریز بہت عمدہ نہیں رہی لیکن انہوں نے مجھے سپورٹ کیا جس پر میں ان کا احسان مند ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میں نے جب تک اپنی صلاحیت پر بھروسہ کیا تو مجھے ناکامی نہیں ہوگی اور میں لارا پر فخر کرتا ہوں تو ایک روز وہ بھی مجھ پر فخر کریں گے ہم سب ہی جانتے ہیں کہ کرکٹ کے کھیل میں برائن لارا نے کیا کچھ کر دکھایا ہے اور وہی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کو میں بچپن سے دیکھتا آیا ہوں۔ وہ میرے لئے اپنا قیمتی وقت نکال کر معلومات فراہم کرتے ہیں اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں اسے اپنے کھیل میں اچھی طرح استعمال کرکے اس کا صلہ ضرور حاصل کروں گا۔

برائن لارا جیسے اسٹار سے بات کرنا واقعی اتنا سودمند ثابت ہوتا ہے جیسے کہ آپ کہہ رہے ہیں؟

سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے کرکٹ پر بات کرنے کا جنون ہے۔ اگر میں اپنے ملک کے کسی سابق کھلاڑی کو دیکھ لوں جو کہ میرے پاس سے بھی گزر رہا ہو تو میں اسے روک لیتا ہوں اور اپنے سوالات شروع کردیتا ہوں۔ میری کوشش صرف یہ ہوتی ہے کہ کھیل سے متعلق زیادہ سے زیادہ باتیں سیکھ لوں۔ ویسٹ انڈین کرکٹ کا ورثہ میرے

دل سے بہت قریب ہے جس کی وجہ وہ مضبوط ساکھ ہے جو کہ پرانے وقتوں کے کھلاڑی قائم کر کے گئے ہیں۔ میری بھی یہی کوشش ہے کہ ان کے نقش قدم پر چل سکوں اور ویسٹ انڈیز کی کرکٹ دوبارہ اس جگہ پہنچ جائے جہاں وہ کبھی ہوا کرتی تھی۔

آپ واحد ویسٹ انڈین کھلاڑی ہیں جس نے آئی پی ایل سے معاہدے کے باوجود آسٹریلیا کے خلاف سیریز کھیلنے کو ترجیح دی اس فیصلے پر آپ کس طرح پہنچے؟

جب میں نے ویسٹ انڈین ٹیم کا شیڈول دیکھا تو میرے دل میں پہلا خیال یہی آیا کہ میرا آئی پی ایل میں کھیلنا بہت مشکل ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ٹیسٹ کرکٹ حرف آخر ہے۔ میں آئی پی ایل میں کھیلنے کی خواہش مستقبل میں بھی پوری کر سکتا ہوں لیکن میں اس کے لئے دکن چارجرز کا بھی مشکور ہوں جس نے مجھے ویسٹ انڈیز کی نمائندگی کا موقع دیا اور مجھے آسٹریلیا کے خلاف سیریز کھیلنے کی اجازت خوشی سے دی جبکہ انگلینڈ میں بھی اسی طرح ان کا تعاون جاری رہا۔ ہمارے درمیان بہت اچھی ہم آہنگی ہے اور میری فرنچائزر کے لوگ کھیل کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ میں آسٹریلیا کے خلاف سیریز کھیل کر بہت خوش ہوں اور امید ہے کہ اگلے برس میں آئی پی ایل میں دکن چارجرز کے لئے دستیاب ہو سکوں گا۔

کیا آپ کو علم تھا کہ ویسٹ انڈیز کی نمائندگی کرنے کا فیصلہ کر کے آپ ایک مثال بننے جا رہے ہیں؟

میں یہ بات نہیں کہتا کہ میں نے کوئی مثال قائم کی ہے مگر ہاں مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں کہ ٹیسٹ کرکٹ حرف آخر ہے۔ میں بھی آئی پی ایل میں شرکت کی خواہش رکھتا ہوں مگر یہ بات صرف سمجھنے کی ہے کہ آپ کس وقت کہاں رہنا چاہتے ہیں اور کیا کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایک ٹیسٹ کرکٹر کے طور پر شہرت پانا چاہتا ہوں اور اسی لئے میں ان تمام لوگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے آسٹریلیا اور انگلینڈ کے خلاف کھیلنے میں مدد فراہم کی اور مجھے سپورٹ کیا۔ میں خود کو ایک اچھے ٹیسٹ کھلاڑی کی حیثیت سے مستحکم کرنا چاہتا ہوں اور پھر یہ دیکھوں گا کہ مستقبل میں چیزیں کس طرح میری طرف آ رہی ہیں۔

آسٹریلیا اور انگلینڈ کے خلاف ناکامی کے باوجود کیا آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ ویسٹ انڈین کرکٹ ترقی کر رہی ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ ٹیم نے اپنے کردار کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے کیونکہ ہم ٹیسٹ میچوں کو جیت نہیں سکے مگر پانچویں دن تک لے جانے میں کامیاب رہے اور یہ ایک ایسا کام تھا جو ہم نے پچھلے کئی برسوں سے نہیں کیا تھا اور اس پر ہم اجتماعی طور پر کام بھی کر رہے تھے۔ ہماری ٹیم تجربے کے لحاظ سے اس وقت بہت مالا مال نہیں لیکن اگر ہم ایک ساتھ کھیلتے رہے اور ہمارے اندر اتحاد قائم رہا تو ایک روز اس کا اچھا صلہ ضرور ملے گا۔ ایک دوسرے کا ساتھ دینا اور معلومات فراہم کرنا ایک ایسا فرض ہے جس کا اچھا پھل آنے والے وقتوں میں ضرور ملتا ہے۔

انگلینڈ اور آسٹریلیا میں آپ کو بڑی اننگز کے لئے اچھا آغاز ملا جیسے کہ آپ نے بھارت کے خلاف کھیلی تھیں مگر ایسا ہوا نہیں۔ کیا یہ توجہ کی کمی کا سبب تھا؟

شاید ایسا ہی ہو کیونکہ جب اچھا اسٹارٹ مل گیا تو پھر یہ بات اہمیت کی حامل تھی کہ میں زیادہ توجہ اور انہماک کے ساتھ کھیل کر اس کا فائدہ اٹھاتا' گیند کو اس کے میرٹ کے مطابق کھیلتا' کچھ بھی ہو میں کامیابی سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ دراصل اس کا انحصار اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ میں کس کے ساتھ بیٹنگ کر رہا ہوں اور اس کے کھیل کو کتنا سمجھتا ہوں جبکہ وہ میرے بارے میں کیا کچھ جانتا ہے۔ اچھی شراکت کے قیام کے لئے یہ باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھنا ساتھ کھیلنے پر آ کسانا ہے۔ جب آپ کو اچھا اسٹارٹ مل جاتا ہے اور آپ آگے چل کر سنچری بھی بنا ڈالتے ہیں تو پھر آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کی جائے تو میرے نزدیک یہ بات بڑی اہم ہے کہ میں اچھے آغاز سے ملنے والے فوائد کو نظر انداز نہ کروں اور میری اچھی کارکردگی کا سلسلہ جاری رہے۔

حالیہ عرصے میں کسی اننگ کے دوران آپ کو یہ محسوس ہوا کہ آپ کچھ بڑا کام کر سکتے ہیں؟

لارڈز ٹیسٹ کی دوسری اننگز میں اور پھر ٹرینٹ برج میں بھی دوسری اننگ کے دوران مجھے دو مرتبہ پر وقار آغاز مل گیا مگر میں اس کو جاری نہ رکھ سکا۔ میں اس بارے میں بہت زیادہ حتمی سوچ نہیں رکھتا کہ میں ایسا کیوں نہیں کر سکا کیونکہ مثبت رہنا اور اچھی سوچ کے ساتھ کھیلنا ہی اہم ہے۔ آنے والے عرصے میں نہ جانے ایسے کتنے مواقع آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ میں میدان میں جا کر ویسٹ انڈیز کی بہترین انداز سے نمائندگی کر سکوں گا جیسے کہ مجھے کرنا چاہئے۔

آپ کے بچپن کی بات کرتے ہیں کہ کیا آپ کے لئے ابتداء سے ہی کرکٹ کا کھیل دوسری تمام چیزوں سے زیادہ اہم تھا؟

کرکٹ تو ابتداء سے ہی میرے ساتھ رہی ہے' میرے والد خود ایک کلب کرکٹر تھے اور میرے بھائی بھی۔ ظاہر سی بات ہے کہ ڈوین ہی واحد تھا جس کو اپنے خوابوں کی تکمیل کا موقع مل گیا جن کو اس نے عرصے سے آنکھوں میں سجایا ہوا تھا میں ہمیشہ سے اس کے پیچھے موجود رہا حالانکہ میں نے تھوڑی بہت کرکٹ سڑک پر یا گھر کے پچھلے حصے میں کھیلی تھی۔ یہ سلسلہ بہت کم عمری میں شروع ہوا اور میرے لئے اچھی بات یہ رہی کہ میں نے اسے جاری رکھا اور کسی موقع پر اسے ٹوٹنے نہیں دیا۔ جب مجھے کوئنز پارک کوچنگ کلینک میں جانے کا موقع ملا تو اس کے بعد میری کرکٹ کا صحیح معنوں میں آغاز ہوا۔

برائن لارا کے علاوہ بھی آپ کے کچھ ہیروز تھے جن کو آپ دیکھا کرتے تھے؟

سچی بات تو یہ ہے کہ میری توجہ کا مرکز صرف اور صرف برائن لارا تھے میری نگاہیں ان پر جمی رہتی تھیں جب میں نے ویسٹ انڈیز کی ٹیم دیکھی تو میں ہر ایک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جب میں بہت کم عمر تھا تو برائن لارا ہی میرا رول ماڈل ہوا کرتے تھے۔ جب بھی کوئنز پارک اوول پر ان کی آمد ہوئی اور ویسٹ انڈیز کی ٹیم محض پریکٹس بھی کر رہی ہوتی تو میں اسکول سے بھاگ کر گراؤنڈ میں پہنچ جاتا جہاں میری واحد توجہ لارا کو دیکھنے پر ہوتی تھی۔ اگر وہ فرسٹ کلاس میچوں میں ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو کے لئے کھیل رہے ہوتے تو میری ہر ممکن کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہاں پہنچ کر ان کو کھیلتے ہوئے دیکھوں۔ میں نے اپنے کمرے میں ہر طرف لارا کی تصویریں لگا رکھی تھیں جو آج بھی موجود ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس طرح آپ کے ذہن میں ایک تصویر بن جاتی ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اب میرے ان سے بڑے قریبی اور گہرے تعلقات ہیں۔

کوئنز پارک کلب کے لئے کھیلنا بھی آپ کے اوپر اثر انداز ہوا ہوگا؟

تاریخ اپنے آپ کو خود بیان کرتی ہے۔ ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو کے وہ تمام کھلاڑی جو کہ ویسٹ انڈیز کی نمائندگی کرنے میں کامیاب ہوئے ان کا تعلق کسی نہ کسی حد تک کوئنز پارک کلب سے بھی رہا۔ ہم بھی آج ویسٹ انڈیز کے لئے کھیل رہے ہیں تو ہمارا ابھی اس کلب سے ایک گہرا تعلق ہے جس کا احساس بڑا خوشگوار ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں بھی ان کے لئے ایک قابل فخر کھلاڑی ہوں گا۔ میں نے اس میدان پر ایک کوچنگ کلینک سے اپنا کیریئر شروع کیا تھا یوں آپ کہہ سکتے ہیں کہ نشوونما کے اس دور میں مجھے یہاں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اور میں نے کھیل کی بنیادی باتوں سے یہاں آ کر ہی آگاہی حاصل کی۔ یہاں سے ایک انڈر 19 ٹیم میں سر گیری سوبرز اسکول ٹورنامنٹ میں شرکت کے لئے بارباڈوز گئی تھی جس میں مجھے بھی موقع ملا تھا۔ کوئنز پارک کھیل کی تعمیر اور ترقی کے لئے مشہور ہے جہاں نوجوان مختلف حصوں سے آ کر کرکٹ کھیلتے اور اپنے لئے آگے بڑھنے کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

کیا کلب نے آپ کو اپنے ریجن اور پھر ملک کی نمائندگی کی اہمیت سے بھی آگاہ کیا؟

لازمی سی بات ہے ایک بات تو میں یہاں ضرور کہوں گا کہ کلب کے منتظم برائن ڈیوس کھلاڑیوں سے رابطے میں رہتے ہیں اور ہم میں سے جسے بھی ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوباگو کے لئے سلیکٹ کیا گیا تو انہوں نے اپنے پاس بلا کر مفصل بات چیت کی اور اس بات سے آگاہ کیا کہ آپ اپنے ریجن کی نمائندگی کرنے جا رہے ہیں جہاں آپ کوئنز پارک کلب کے سفیر ہوں گے اور آپ کو اچھی طرح علم ہونا چاہئے کہ اس بات کی کیا اہمیت ہے۔ کوئنز پارک کی اپنی ایک تاریخ ہے اور وہاں موجود افراد نئے کھلاڑیوں کو ہر ضروری بات سے آگاہ کرتے ہیں تا کہ یہ کھلاڑی مستقبل میں اچھے انسان اور بہتر کرکٹرز بن سکیں۔

آپ کے ساتھ وہاں رونا کو مورٹن بھی تو تھے جن کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ ان سے متعلق آپ کو کچھ باتیں یاد ہیں؟

یہ بہت بڑی بد قسمتی تھی کہ وہ ہم سے جدا ہو گئے' میں تو ان کے لئے صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔ میرا رونا کو سے بہت قریبی اور اچھا رابطہ تھا جبکہ دیگر کھلاڑیوں سے بھی جو کہ کلب کے علاوہ ٹرینیڈاڈ کی جانب سے بھی کھیلا کرتے تھے۔ جب وہ ہمارے ساتھ تھے تو ان کی کوشش رہتی تھی کہ ہر کوئی خوش رہے۔ اگر وہ اپنے لئے لنچ لینے جاتے تو پھر ٹیم کے ہر فرد کے لئے لنچ لے کر آتے تھے۔ وہ اس طرح کی شخصیت تھے کہ ان کو دیکھ کر محبت اور دیکھ بھال کا جذبہ ابھرتا تھا۔ انہوں نے کلب میں ایک ایسا امر جذبہ متعارف کرایا تھا کہ ہر کوئی ڈٹ کر مقابلے کی اہمیت کو سمجھنے لگا تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر کرکٹ اس جذبے کے ساتھ کھیلی اور ساتھی کھلاڑیوں کو بھی متحرک کرتے رہے کہ آخری بال تک اپنی کوشش جاری رکھو۔ ہم ان کی کمی بہت بری طرح محسوس کرتے ہیں اور ہم نے اس سال کی تمام کرکٹ ان کے نام سے منسوب کر دی ہے اور شکر تو یہ ہے کہ ہم تمام ٹورنامنٹس جیتنے میں بھی کامیاب رہے۔ ان کا قبل از وقت چلے جانا بہت بڑا صدمہ ہے اور ہم میں سے اکثر کو آج بھی ان کا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ مگر آخری بات یہی ہے کہ زندگی چلتی رہتی ہے۔

19 ٹیسٹ میچوں کے ساتھ اب آپ بہت کم عمر یا نا تجربہ کار نہیں رہے۔ ویسٹ انڈین کرکٹ کے لئے ایک مثال بننے کے بعد بھی کیا آپ دوسروں کی ہدایت لیتے رہیں گے؟

ایک ٹیم کے لئے یہ بڑی اہمیت کی حامل بات ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کی جس حد تک ممکن ہو مدد کرتے رہیں او راس سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہئے کہ کون ویسٹ انڈیز کے لئے کھیل رہا ہے۔ جب ہم یہاں آتے ہیں تو ہمارا مقصد ٹیم کی تعمیر ہوتا ہے اور ہم اپنے ریجن کی نمائندگی کے لئے میدان میں قدم رکھتے ہیں۔ جب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ہم ایک دوسرے سے سیکھنے اور سمجھنے کا عمل جاری رکھیں گے اور ہر شخص کو کسی سے کچھ نہ کچھ اچھا جاننے کا موقع ضرور ملے گا۔ یہ ایک اچھی بات کی نشاندہی ہو گی کہ ہم آپس میں اچھے روابط قائم رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں کیونکہ سیکھنے کا عمل آخری دم تک جاری رہتا ہے اور میں کسی سے بھی ہدایت لینے میں تامل نہیں کروں گا۔ مجھے ایک نامور ٹیسٹ کھلاڑی کے طور پر شہرت حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے میں کچھ بھی کروں گا جو کہ میری مدد کر سکتا ہے۔

ڈیرن براوو
Digicel
TON
SS
WWW.PAKSOCIETY.COM
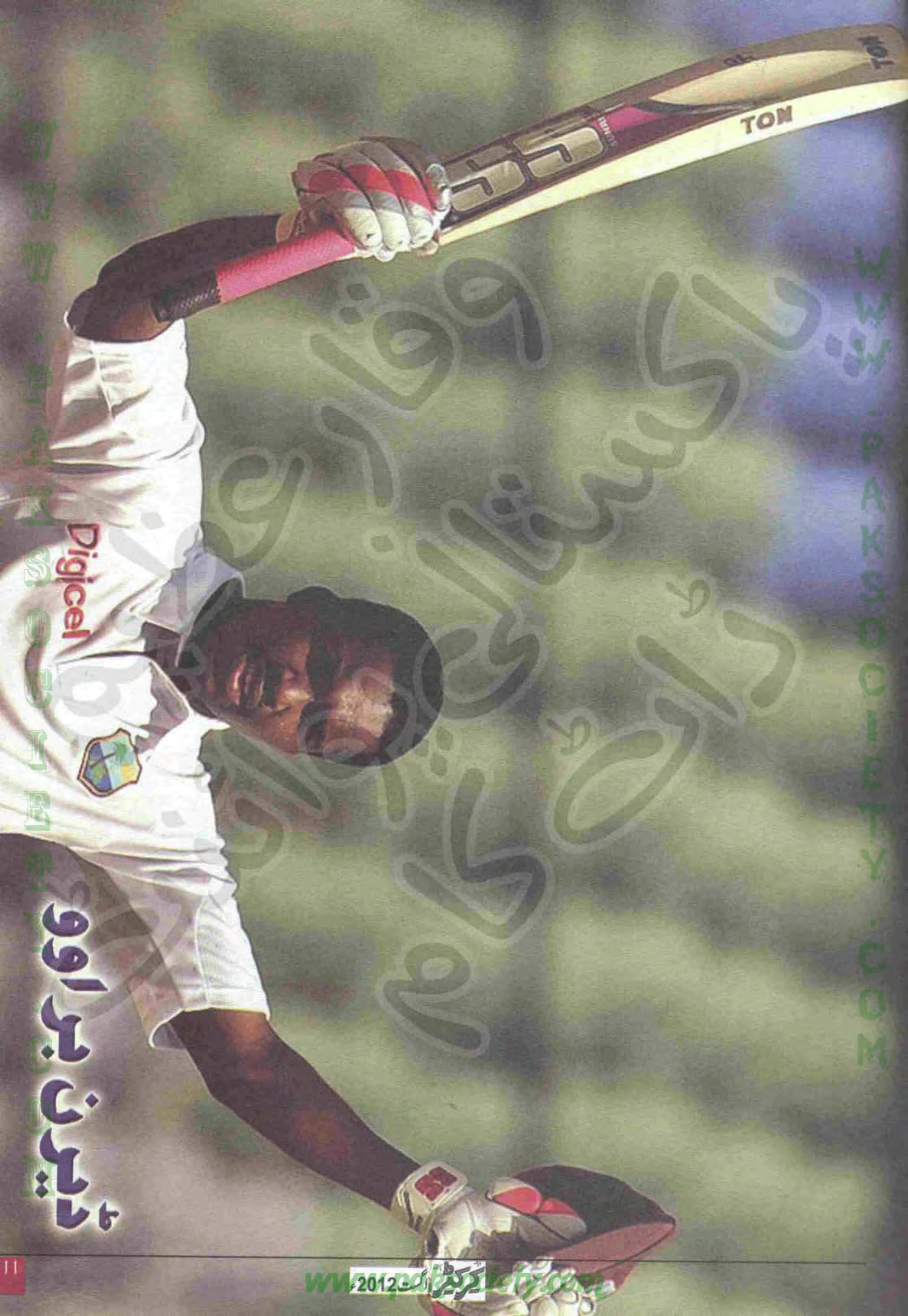
کھلاڑی ملک کی جگہ پیسے کو ترجیح
دیتے ہیں، لوونسنٹ

11 نومبر 1978 کو آکلینڈ میں جنم لینے والے لوو ونسنٹ نے 2001 کے سیزن میں شاندار انداز میں ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا لیکن بعد ازاں اپنی اس فارم کا تسلسل برقرار نہ رکھ سکے اور ان اور آؤٹ کے چکر میں پھنس کر رہ گئے۔ سری لنکا کے خلاف ڈبل سنچری نے انہیں دوبارہ ٹیم میں ان کیا اور ان کا ورسٹر شائر کاؤنٹی سے معاہدہ بھی ہوا لیکن چیمپئنز ٹرافی میں ان کی خراب کارکردگی نے ٹیم میں ان کی آمد کے دروازے پھر بند کر دیئے۔ 2007 میں آسٹریلیا میں ٹرائینگولر ٹرافی میں ناتھن آسٹل کی جگہ انہیں طلب کیا گیا تو 66,76,90 کی باریوں نے ان کی کیریبین ٹور کیلئے اسکواڈ میں جگہ بنا دی ابتدائی دو میچوں میں صفر کی خفت کا سامنا کرنے کے بعد کینیڈا کے خلاف سنچری اسکور کی مگر کلائی کے فریکچر نے انہیں سپر ایٹ کے مرحلے سے آؤٹ کر دیا۔ انجری سے صحت یابی کے بعد جنوبی افریقہ کے خلاف اور چیپل ہیڈلی ٹرافی میں ناقص بیٹنگ کارکردگی نے ان کی واپسی پر تالے لگا دیئے۔ پھر آئی سی ایل کے کنٹریکٹ نے انہیں سینٹرل کنٹریکٹ سے بھی محروم کر دیا جس کے بعد انہوں نے کاؤنٹی کرکٹ سے اپنا ناطہ جوڑ لیا 2008 میں لنکا شائر 2010 میں نارتھمپٹن 2011 میں سسیکس سے کھیلنے کے علاوہ انہوں نے 11-2010 میں زمبابوے کی ڈومیسٹک کرکٹ میں حصہ لیا پھر وطن لوٹ کر ستمبر 2011 میں ایچ آر وی کپ میں شرکت کی۔ آکلینڈ کی جانب سے ستمبر میں ٹی ٹوئنٹی لیگ کیلئے بھارتی دورے پر بھی گئے۔ ہانگ کانگ کی انہوں نے کوچنگ بھی کی گذشتہ دنوں ان سے رکھی گئی نشست کا احوال قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

کرکٹ کی طرف آنے کا شوق کیسے ہوا؟ کیا خاندان میں کسی اور کا رحجان اس طرف تھا؟

نہیں میرے گھر میں کسی کا بھی کرکٹ سے شغف نہیں تھا۔ میرے والد باسکٹ بال اور ٹینس کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میں پانچ سال کا تھا جب مجھے میچ کھیلنے کا موقع ملا اور جب مجھے آؤٹ قرار دیا گیا تو یقین کریں میں رونے لگا کیونکہ مجھے کہا گیا کہ اب آپ کو گراؤنڈ سے باہر جانا ہوگا میں گراؤنڈ سے باہر جانا نہیں چاہتا تھا مجھے یقین تھا کہ میں اچھا کھیل سکتا ہوں لیکن یہ لوگ مجھے باہر بھیجنا چاہتے تھے اسی لئے جب امپائر نے مجھے آؤٹ قرار دیا تو میں رونے لگا (قہقہہ)۔

2001 میں پرتھ کی تیز وکٹ پر تمہارا ٹیسٹ ڈیبیو میک گرا، بریٹ لی گیلیسپی، وارن جیسے بالرز کے خلاف ہوا، کیا محسوس کر رہے تھے۔ جبکہ تم نے سینچری اور ففٹی اسکور کی؟

وہ پورا ٹور میں نے کھلاڑیوں کو پانی پلاتے ہوئے گذارا تھا اور پرتھ میں مجھے ڈیبیو کا موقع ملا یہ میرے لئے اعزاز بھی تھا اور میں تھوڑا سا نروس بھی تھا لیکن میں نے سوچا کہ اب میں 23 سال کا نوجوان ہوں اور مجھے زیادہ دیر بڑے ناموں کا خوف خود پر سے اتارنا ہوگا جب میک گرا اپنے رن اپ پر جا رہے تھے میں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی فیلڈر نہیں ہے میں حیران ہوا پھر میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو دس کھلاڑی سلپ کے اریب قریب کھڑے تھے اور زیر لب مسکرا رہے تھے میں نے سوچ لیا تھا کہ مجھے اب ان کا چیلنج قبول کرنا ہے اور پھر میں نے سنچری اور ففٹی اسکور کی۔ پہلے ہی ٹیسٹ میں سنچری میرے پورے کیریئر میں ایک ایسا سنگ میل ہے جس پر میں ہمیشہ فخر کرتا رہوں گا۔ جب میں گھر پہنچا تو میرے تمام گھر والوں کا بھی کہنا تھا تم نے ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اپنے اگلے ہی میچ میں جو کہ بنگلہ دیش کے خلاف تھا پہلی ہی گیند پر صفر پر آؤٹ ہو گیا اس لئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہیرو اور زیرو کا مقولہ مجھ پر فٹ آتا ہے۔

پہلا ٹیسٹ جب آپ نے کھیلا تو آسٹریلین کھلاڑیوں نے کوئی تبصرہ آپ کو دیکھ کر کیا تھا؟

میں جب کریز پر پہنچا تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسٹیو واگ میری طرف چلتے ہوئے آئے اور کہا کہ، لو! کوئی مسئلہ نہیں بہت سے کھلاڑی صفر پر آؤٹ ہوئے ہیں تم بھی پریشان نہ ہونا، جس پر تمام کھلاڑیوں نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔

تو جب تم نے سینچری مکمل کی تو اسٹیو واگ کو کوئی جواب دیا تھا؟

نہیں! میں تمام انٹرنیشنل کھلاڑیوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ اوور کی تیسری گیند پر میں نے گیند کو باؤنڈری کی سیر کرا کر اپنی سنچری مکمل کی تھی پھر اوور کے خاتمے پر میں نان اسٹرائیکر اینڈ پر تھا تو اسٹیو واگ میری طرف چلتے ہوئے آئے میرے ہاتھ تھامے اور کہنے لگے بہت اچھے! تم واقعی میں بہت اچھا کھیلے۔ میرے لئے ان کے یہ ریمارکس ایک اعزاز تھے جو کہ آج بھی میں یاد رکھے ہوئے ہوں۔

تم نے ٹیسٹ میں اننگز اوپن کی اور ون ڈے میں تمہیں نمبر پانچ پر کھلایا گیا تم کیا سمجھتے ہو کہ کس نمبر پر بیٹنگ میں تمہیں مزا آتا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے سفید گیند سے اننگز کے آغاز میں مزا آتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اننگز کی ابتداء میں ہی تیز کھیل پیش کروں لیکن ٹیم مینجمنٹ بہتر سمجھتی ہے کہ میں نمبر پانچ پر بیٹنگ کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ابھی ٹیسٹ کے لیول کا بیٹسمین نہیں ہوں مجھے مزید بہتری کی ضرورت ہے لیکن جو بھی ہے ایک کھلاڑی کو ہر نمبر پر بیٹنگ کرنی چاہیئے اونچ نیچ تو کھیل میں آتی رہتی ہے اور یہ عوامل تو بیٹسمین کو مزید محنت پر اکساتے ہیں۔

اپنی بہترین اننگز کسے قرار دیتے ہو؟

میری بہترین اننگز کلب کرکٹ میں بیشمار ہیں جہاں دباؤ کے عالم میں میں نے اپنی ٹیم کو فتح سے ہمکنار کرایا ہے اور وہی اننگز بہتر ہوتی ہیں کہ ان اننگز کو دیکھنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں بجائے اس کہ آپ عالمی کرکٹ میں بڑی اننگز کھیلیں جہاں ہزاروں لوگ اس اننگز کو دیکھیں

اسٹیو واگ اور سچن ٹنڈولکر نے تمہیں اچھا بیٹسمین کہا تم کسے اچھا بلے باز سمجھتے ہو؟

میں بلا جھجک محمد یوسف کا نام لوں گا۔ لیشنگ کلب کی جانب سے کھیلتے ہوئے میں نے ان کا گیم دیکھا اور یقین جانیں ان کا کھیل آرٹسٹک تھا واقعی میں وہ حیرت انگیز اسٹروکس کھیل رہے تھے۔

کس بالر کو سمجھتے ہو کہ وہ تیز ترین تھا جسے آپ نے سامنا کیا؟

اگر تیز ترین گیند کہیں گے تو وہ مجھے شان ٹیٹ نے کرائی تھی لیکن تیز ترین اسپیل مجھے شعیب اختر کا سامنا کرنا پڑا مئی 2002 میں لاہور میں وہ اسپیل تین یا چار اوور کا تھا لیکن میں نے اس سے زیادہ تیز ترین اسپیل کا آج تک سامنا نہیں کیا شعیب اختر اس دن یہ سوچ کر آیا تھا کہ کسی کو گراؤنڈ میں ٹکنے نہیں دیگا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔

تم نے آئی سی ایل جوائن کی جس پر تمہیں خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا کیا بعد میں اس فیصلے پر پچھتاوا ہوا تھا؟

نہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک درست فیصلہ تھا میں اس وقت 28 سال کا تھا اور اچھی خاصی کرکٹ نیوزی لینڈ کیلئے کھیل چکا تھا میں نے سوچا کہ کچھ وقت کیلئے کرکٹ سے بریک لیا جائے میں انگلینڈ چلا گیا وہاں مجھے آئی سی ایل کی آفر ہوئی اور میں نے سوچا کہ یہ میرے بہت بہتر آفر ہے کیونکہ مجھے دال روٹی کھانے کیلئے رقم کی ضرورت تھی اور آئی سی ایل ایک بہتر پلیٹ فارم تھا سو میں نے ہاں کر دی میں نے اس ایونٹ میں بھرپور انجوائے کیا اور کافی دوست بھی بنائے۔

تم اچھے فیلڈر رہے ہو کیا بتانا پسند کرو گے کہ اچھے فیلڈر کیلئے بنیادی بات کیا ہونی چاہئے؟

یہ سوچنا چاہئے کہ ایک بالر اتنی جان لڑا کر گیند کراتا ہے اور آپ اس کی گیند پر کیچ گرا دیں تو اس کے کیا احساسات ہونگے گراؤنڈ میں یہ سوچ کر آنا چاہئے کہ گرنے والی تمام دس وکٹوں میں آپ کا نام بھی ہو۔ آپ یہ

لووونسنٹ کے کیرئیر ریکارڈز										
فارمیٹ	Mat	Inns		NO	Runs	HS	Ave	100	50	Ct
Tests	23	40		1	1332	224	34.15	3	9	19
ODIs	102	99		10	2413	172	27.11	3	11	41
T20Is	9	9		0	174	42	19.33	0	0	1

دیکھیں کہ اگر آپ رن آؤٹ کرتے ہیں تو یہ آپ کی وکٹ ہے میں کوئی اچھا بالر نہیں تھا لیکن میری یہ خواہش ہوتی تھی کہ گرنے والی وکٹوں میں میرا نام بھی ریکارڈ بک میں درج ہو۔

کیون پیٹرسن نے حال ہی میں محدود اوورز کی کرکٹ سے خود علیحدہ کیا آپ کیا سمجھتے ہیں مزید کرکٹرز کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے؟

سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ ان کے اس فیصلے کے پیچھے کیا وجہ تھی یہ ہر ایک کو نہیں پتہ کہ فیصلہ کیوں کیا؟ شائد وہ ٹیسٹ پر اپنی توجہ مرکوز کرنا چاہتے ہیں یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کی خدمات کیا تھیں آنے والے کھلاڑی کو ان کے جیسی ہی کارکردگی دینا ہوگی تا کہ ٹیم کو ان کی کمی محسوس نہ ہو۔

ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کی زیادتی کے باعث کھلاڑی ملک کی جگہ اب پیسہ دیکھتے ہیں آپ اس ٹرینڈ کے متعلق کیا کہیں گے؟

میرے خیال میں تو اولین ترجیح ملک ہی ہونا چاہئے لیکن آج کل ایسا ہو نہیں رہا آپ کرس گیل کو دیکھ لیں وہ دنیا میں پیسے کی خاطر کرکٹ کھیل رہا ہے اور ملک کی نمائندگی سے دور رہا کیویز کو بھی یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس کہاں کھڑے ہیں اگر ملک سے پیسہ مل رہا ہے تو پھر کہیں اور جانے کی ضرورت ہے؟ ہر کھلاڑی چاہتا ہے کہ اپنے عروج کے دور میں جتنا پیسہ بنانا ہے بنا لو بعد میں کون پوچھے گا بس یہی وجہ ہے کہ کھلاڑی اب ملک کی جگہ پیسے کو ترجیح دیتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کی ٹیم میں اچھے کھلاڑی سامنے آئے کیا وجہ کہ یہ کوئی بڑا ٹونامنٹ جیتنے میں کامیاب نہ ہو سکے؟

اصل میں بات یہ ہے کہ نیوزی لینڈ ایک چھوٹا سا ملک ہے چار ملین جس کی آبادی ہے سال میں یہاں صرف پانچ ماہ کرکٹ ہوتی ہے تو یہ بھی ایک وجہ ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اگلے میگا ایونٹ کیلئے کیویز ایک سخت حریف ثابت ہونگے اور سیمی فائنل سے آگے جانے کی اہلیت رکھتے ہیں بلکہ یہ ٹرافی بھی اٹھا سکتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کی ڈومیسٹک کرکٹ کے ڈھانچے سے آپ مطمئن ہیں یا کوئی تجویز دینا چاہیں گے؟

نہیں میں سمجھتا ہوں کہ نیوزی لینڈ کی کرکٹ اس وقت درست سمت میں کام کر رہی ہے جو کہ کسی بھی ملک سے کم نہیں۔ بلکہ آپ دیگر ممالک کو دیکھیں تو ان کی مالی پریشانیاں اپنی جگہ ہیں مگر نیوزی لینڈ کے ساتھ ایسا ہرگز نہیں ہے یہ کرکٹ کی بہتری کیلئے اپنا کردار بخوبی نبھا رہی ہے۔

جیسی رائیڈر کیلئے کہیں گے ایک اچھا کرکٹر لیکن اس سال وہ سینٹرل کنٹریکٹ سے بھی محروم رہا؟

صرف کرکٹ میں ہی نہیں دنیا کے ہر پروفیشن میں آدمی کی زندگی میں عروج و زوال آتے رہتے ہیں اور اس صورتحال میں بندہ زیادہ دباؤ کا شکار ہوتا ہے یہ ٹیم انتظامیہ کا کام ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کرے لیکن مجھے یقین ہے کہ جیسی اس صورتحال سے جلد باہر نکل آئیگا کیونکہ وہ ایک الگ ہی کلاس کا کھلاڑی ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس نے اپنا اصل گیم تو اب پیش ہی نہیں کیا اور وہ جلد ٹیم میں اپنی واپسی ممکن بنالیگا۔

کیا عالمی کرکٹ میں دوبارہ واپسی کی امید ہے؟

میں ابھی صرف 33 سال کا ہوں اور ابھی کرکٹ سے انجوائے کر رہا ہوں۔ کلب لیول پر میں ابھی کرکٹ کھیل رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ستمبر میں انڈین ٹیم کیویز کے دورے پر آئیگی تو میں خود کو ٹیم میں سلیکشن کے لئے تیار رکھوں گا۔

آئی سی سی اجلاس، بھارتی اجارہ داری قائم رہی......

ٹیسٹ کھیلنے والے ملکوں کے سربراہوں نے کہا ہے کہ پاکستانی لیگ اسپنر دانش کنیریا پر پوری دنیا میں تاحیات پابندی لگا کر ان پر قومی اور انٹرنیشنل کرکٹ کے دروازے بند کرادیے جائیں، دانش کنیریا سے متعلق انگلش کرکٹ بورڈ کا فیصلہ تمام ملک تسلیم کریں آئی سی سی نے ڈے اینڈ نائٹ ٹیسٹ میچز کی اجازت دے دی البتہ اسے دو ممالک کی باہمی رضامندی سے مشروط رکھا گیا ہے ادھر بھارت کے دباؤ پر آئی سی سی کے سالانہ اجلاس میں ڈی آر ایس کا معاملہ ایک بار پھر ویٹو کردیا گیا انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے پاکستان سمیت تمام ملکوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ انگلش کرکٹ بورڈ کی پابندیوں کا احترام کرتے ہوئے دانش کنیریا پر پوری دنیا میں پابندی عائد کریں مروان ویسٹ فیلڈ اسپاٹ فکسنگ کیس میں ای سی بی کی ڈسپلنری کمیٹی نے ٹیسٹ کرکٹر دانش کنیریا پر تاحیات پابندی لگائی تھی ٹیسٹ کھیلنے والے ملکوں کے سربراہوں نے بھارت کے دباؤ میں آکر ڈی آر ایس کو لازمی قرار دینے پر اپنی رائے تبدیل کردی بھارت نے ایک بار پھر ڈی آر ایس کی مکمل کر مخالفت کی آئی سی سی نے چند دن قبل ڈی آر ایس کو لازمی قرار دینے کا عندیہ دیا تھا بھارت جہاں سے آئی سی سی کے بڑے بڑے اسپانسرز کا تعلق ہے، ان کے سامنے کسی کی نہ چل سکی آئی سی سی نے سابقہ فیصلے کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا مستقبل میں اگر دو ملک چاہیں گے تو ڈی آر ایس سیریز کا حصہ ہوگا تاہم اگر مالی معاملات درپیش ہوئے تو سیریز ڈی آر ایس ٹیکنالوجی سے محروم ہوگی 2008 کی سیریز میں ڈی آر ایس کے ذریعے کئی بھارتی کھلاڑیوں کو متنازع آؤٹ دیا گیا ان میں سچن ٹنڈولکر بھی شامل تھے اکتوبر میں آئی سی سی بورڈ کا اگلا اجلاس سری لنکا میں ہوگا جس میں ڈی آر ایس قانون پر مزید غیر رسمی بحث ہوگی آئی سی سی بورڈ نے ون ڈے انٹرنیشنل کے قانون میں معمولی تبدیلی کی منظوری دے دی ہے اب ون ڈے میں ایک اوور میں دو باؤنسر کرا سکیں گے نان پاور پلے میں چار فیلڈر دائرے سے باہر رہ سکیں گے بولنگ پاور پلے دسویں اور بیٹنگ پاور پلے 41 ویں اوور سے قبل ہوں گے آئی سی سی نے ڈے اینڈ نائٹ ٹیسٹ میچ کرانے کی اجازت دے دی ہے اس حوالے سے فیصلہ دو ملکوں کی باہمی رضامندی سے ہوگا آئی سی سی بورڈ نے بنگلہ دیش اور سری لنکا بورڈ کو ہدایت کی ہے کہ وہ 15 اگست تک ہر صورت میں اپنے ڈومیسٹک سیزن میں اینٹی کرپشن کوڈ نافذ کریں ملائیشیا کے نجکو عمران نے اجلاس میں ایک پریزینٹیشن دی جس کے تحت 2018 میں گولڈ کوسٹ کے کامن ویلتھ گیمز میں کرکٹ کو شامل کیا جائے گا آئی سی سی نے کرکٹ کی ترقی کے لئے آئرلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کو ترقیاتی فنڈ کے 50 ہزار ڈالر دیے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی چیئرمین ذکا اشرف نے کی۔ بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے صدر مصطفیٰ کمال آئی سی سی کے صدر نہ بن سکے، انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے یہ عہدہ ہی ختم کردیا پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف نے گزشتہ سال مصطفیٰ کمال کو اس وعدے پر آئی سی سی کی صدارت کے لیے نامزد کیا تھا کہ بنگلہ دیشی ٹیم پاکستان کا دورہ کرے گی، لیکن یہ دونوں ہی کام نہ ہوسکے کوالالمپور میں ہونے والے اجلاس میں آئی سی سی کی گورننگ کونسل نے نائب صدر کا عہدہ ختم کرکے اس کی جگہ چیئرمین مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس طرح مصطفیٰ کمال جو آئی سی سی کے صدر بننے کی کوشش میں اپنی ٹیم کو پاکستان لانا چاہتے تھے، ان کا شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اجلاس کے دوران نیوزی لینڈ کرکٹ بورڈ کے سابق چیئرمین ایلن آئزک کو آئندہ دو برس کے لیے انٹرنیشنل کرکٹ کونسل کا صدر منتخب کیا گیا وہ بھارت کے شرد پوار کی جگہ لیں گے ایلن آئزک کے عہدے کی مدت 2014 میں ختم ہوگی، اس کے بعد چیئرمین کا عہدہ متعارف کروایا جائے گا اور صدر کا کردار محض رسمی رہ جائے گا اپنے انتخاب کے بعد ایلن آئزک نے کرکٹ کی موجودہ ساکھ برقرار رکھنے کے لیے مزید اقدامات کرنے کی ضرورت پر زور دیا اجلاس میں ہارون لورگٹ کی جگہ جنوبی افریقا کے سابق ٹیسٹ وکٹ کیپر ڈیوڈ رچرڈسن کو آئی سی سی کا نیا چیف ایگزیکٹو بنانے کی بھی توثیق کی گئی۔ ادھر مسلسل دوسرے سال دنیا کے طاقتور ترین بورڈ بی سی سی آئی سے شکست کھانے کے بعد اب بین الاقوامی کرکٹ کونسل ایک مرتبہ پھر وضاحتیں پیش کرتی نظر آرہی ہے امپائروں کے فیصلوں پر نظرثانی کے نظام (ڈی آر ایس) پر 10 میں سے 9 ممالک کی رضامندی کے باوجود آئی سی سی نے صرف بھارت کی مخالفت کی وجہ سے اسے ایگزیکٹو بورڈ کے اجلاس میں رائے دہی کے لیے پیش نہ کیا جس سے آئی سی سی پر موجود دباؤ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور نئے چیف ایگزیکٹو کا جاری کردہ پہلا بیان بھی ایک شکست خوردہ جرنیل کی گفتگو کا عکاس ہے۔ بین الاقوامی کرکٹ کونسل (آئی سی سی) کے نئے چیف ایگزیکٹو ڈیو رچرڈسن نے کہا کہ ڈی آر ایس کے کلی اطلاق کے حوالے سے بھارت پر کوئی زور زبردستی نہیں کی جائے گی ہارون لورگاٹ کے جانشین کی حیثیت سے عہدہ سنبھالنے کے پہلے روز جنوبی افریقہ سے تعلق رکھنے والے ڈیو رچرڈسن نے کہا کہ گوکہ بیشتر کھلاڑی اور امپائرز ڈی آر ایس کے نفاذ کے حق میں ہیں لیکن بھارت کو زبردست اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں کیا جائے گا بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی اس ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ ڈی آر ایس اب بھی اسی صورت میں استعمال ہوگا جب دوطرفہ سیریز میں دونوں ممالک کے بورڈز اس پر رضامند ہوں گے۔ گزشتہ سال بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے ڈی آر ایس کو لازمی حیثیت دے دی تھی لیکن بھارت کی مخالفت کی باعث اسے چند ہی مہینوں میں اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا تھا۔ ملائیشیا میں ہونے والے آئی سی سی کے سالانہ اجلاس سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے رچرڈسن نے کہا کہ بی سی سی آئی کو خود فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے، کسی پر فیصلہ تھوپنا اچھی بات نہیں۔ ٹیکنالوجی کا نفاذ ہمیشہ متنازع ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ اس رویے میں تبدیلی آئی ہے اور اب ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر سب اسے قبول کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ایگزیکٹو بورڈ کا فیصلہ حتمی ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ آنے والے مقابلوں میں سے بیشتر میں ڈی آر ایس استعمال ہوگا اور اس سلسلے میں کسی بھی کوئی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ بھارت کا عذر لنگ یہ ہے کہ جب تک ٹیکنالوجی 100 فیصد غلطی سے پاک نہیں ہوجاتی، اسے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ دوسری جانب نیوزی لینڈ کرکٹ کے سابق چیئرمین ایلن آئزک نے دو سال کے لیے آئی سی سی کے نئے صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا ہے۔ وہ بھارت سے تعلق رکھنے والے شرد پوار کی جگہ آئے ہیں۔ ویسے آئی سی سی اس پر متفق ہوچکا ہے کہ 2014 سے صدر کا عہدہ صرف اعزازی و نمائشی حیثیت کا ہوگا، جبکہ اختیارات چیئرمین کو منتقل کردیے گئے ہیں۔ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کے تمام رکن ملک ٹیسٹ میچوں اور ون ڈے انٹرنیشنل میں ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈی آر ایس استعمال کریں تاہم بھارت نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ سسٹم پر اس کا موقف برقرار ہے کمیٹی میں آئی سی سی بورڈ کو سفارش کی گئی ہے کہ اگر رکن ملک مالی اخراجات برداشت کرسکتے ہیں تو امپائرنگ کے تنازعات کو ختم کرنے کے لیے ٹیسٹ اور ون ڈے میچوں میں ڈی آر ایس کو لازمی قرار دیا جائے آئی سی سی کے چیف ایگزیکٹو ہارون لورگاٹ نے کہا کہ گورننگ باڈی نے آزادانہ طور پر بال ٹریکنگ سسٹم کو ٹیسٹ کیا اس حوالے سے اچھی پیشرفت سامنے آئی ہے آئی سی سی کرکٹ کمیٹی کی سفارش کے مطابق ڈی آر ایس کو انٹرنیشنل میچوں کے لیے لازمی قرار دیا جائے چیف ایگزیکٹو کمیٹی کو بتایا کہ کمپیوٹر وژن ٹیکنالوجی کے ماہر ایڈ ورڈ روسٹن نے آزادانہ تحقیق کرکے بال ٹریکنگ سسٹم پر اطمینان کا اظہار کیا واضح رہے کہ سری لنکا اور پاکستان کے گال ٹیسٹ میں ڈی آر ایس استعمال نہیں ہوا آسٹریلوی امپائر اسٹیو ڈیوس اور انگلش امپائر ای ین گولڈ نے میچ میں کئی متنازع فیصلے دیے سی ای سی نے سفارش کی ہے کہ کم از کم ہاٹ اسپاٹ کیمروں کو لازمی قرار دیا جائے اگر رکن ملک اس سسٹم کے اخراجات برداشت کرتے ہیں تو ٹیسٹ اننگز میں ایک ٹیم دو اور ون ڈے میں ایک بار فیصلے کے خلاف اپیل کرسکتی ہے اجلاس میں ون ڈے انٹرنیشنل کرکٹ کے حوالے سے ایک فیصلہ کیا گیا کہ سی ای سی نے کرکٹ کمیٹی کی سفارش پر عمل کرتے ہوئے پاور پلے کو ابتدائی دس اوورز اور بیٹنگ پاور پلے کے 5 اوورز کو 41 ویں اوور سے قبل مکمل کیا جائے نان پاور پلے اوورز میں 30 گز کے دائرے میں چار فیلڈ ہونا ضروری ہیں ایک اوور میں ایک کے بجائے دو شارٹ پچ گیندیں کرائی جاسکتی ہیں چیف ایگزیکٹوز کمیٹی نے تماشائیوں کی دلچسپی میں اضافے کے لیے ڈے اینڈ نائٹ ٹیسٹ میچ کرانے کی سفارش کی ہے دونوں ملکوں کی باہمی رضامندی سے مناسب گیند استعمال کی جائے گی چیف ایگزیکٹو کمیٹی نے بنگلہ دیش اور سری لنکا بورڈ کو ڈومیسٹک کرکٹ میں اینٹی کرپشن کوڈ متعارف کرانے کی سفارش کی ہے سری لنکا کرکٹ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اگست میں سری لنکا پریمیئر لیگ سے قبل اینٹی کرپشن کوڈ متعارف کرائے سی اے سی نے آئی سی سی بورڈ کو سفارش کی ہے کہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کے دوران کرکٹ کرپشن کی خبروں کے حوالے سے بنگلہ دیش بورڈ سے تفصیلی رپورٹ طلب کرے۔ (حسام نسیم)

بھارت کی عالمی کرکٹ پر حکمرانی اور خودغرضی پر ٹونی گریگ کی کڑی تنقید!!

ایک مرتبہ پھر بھارتی ہٹ دھرمی نے عالمی کرکٹ میں ایک بہتر اقدام ہونے کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کردی اور دیگر تمام رکن ممالک جو کہ ڈی آر ایس کے بھرپور حامی تھے خاموشی کے ساتھ اس فیصلے کو قبول کرنے پر مجبور ہوگئے کہ امپائرنگ کے نظام میں فیصلوں پر نظرثانی کو لازمی قرار نہ دیا جائے بلکہ یہ سلسلہ دو ممالک کے مابین باہمی رضامندی تک ہی محدود رہے۔ ہمیشہ کی طرح بھارت کا ایک ہی جواز ہے کہ جب تک ڈی آر ایس میں موجود خامیوں کو درست نہیں کرلیا جاتا اور اسے سو فیصدی درست اور نقص سے پاک نہیں بنالیا جاتا اس کا عالمی سطح پر لازمی اطلاق نہ کیا جائے۔ حالیہ عرصے میں چند مخصوص ٹی وی کمپنیوں کے سہارے بھارت نے اپنی یہ مہم کامیاب بھی بنالی ہے کہ امپائرنگ کے نظام میں موجود نقائص کو ٹی وی ٹیکنالوجی کے باوجود دور نہیں کیا جاسکتا۔ سابق انگلش کپتان اور کھیل کے حالیہ مبصر ٹونی گریگ نے بھارت سے درخواست کی ہے کہ وہ ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کھیل کی اسپرٹ کو پیش نظر رکھے اور صرف اپنے یا کاروباری ساتھیوں کے فائدے کے بجائے ایسے اقدامات کرے جن سے عالمی کرکٹ کو فائدہ پہنچے اور کرکٹ کا کھیل تنازعات سے پاک ہوسکے۔

جنوبی افریقہ میں جنم لینے والے سابق انگلش کپتان ٹونی گریگ نے بھارت کو یہ دعوت اس موقع پر دی جب وہ لارڈز میں ایم سی سی اسپرٹ آف کرکٹ کاؤڈرے لیکچر دے رہے تھے۔ انہوں نے بڑے جرأتمندی کے ساتھ بھارت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ”بھارت کو عالمی کرکٹ کا لیڈر ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری کو قبول کرنا چاہئے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہئے کہ ٹیسٹ کرکٹ کا مستقبل مضبوط اور محفوظ ہو۔ انہوں نے یہ بات بھی واضح کی کہ چھوٹے اور کمزور ٹیسٹ ممالک بھی اسی صورت میں وقتی تجارتی فوائد کو ایک طرف رکھتے ہوئے کھیل کی اقدار کو ترجیح دیں گے۔ ٹونی گریگ کے مطابق فی الحال بھارت کی تمام تر طاقت آئی سی سی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے اور اس کی طاقت یا حکمرانی کو ختم کرنے پر صرف ہورہی ہے۔ ساری دنیا ڈی آر ایس کو تسلیم کرنے پر راضی ہے۔ لیکن بھارت محض اپنے مفادات کی خاطر نہ صرف اس کو منظور کرنے سے انکاری ہے بلکہ اس کی اکڑ نے انٹرنیشنل کرکٹ شیڈول کو بھی متاثر کیا ہے۔ ٹونی گریگ نے بھارت کی ٹیسٹ کرکٹ کے بارے میں دوغلی کے ساتھ ہی اینٹی ڈوپنگ اور آئی پی ایل پر بدعنوانی کے گہرے اثرات کے بارے میں بھی اختلاف رائے کی فضا قائم کی ہوئی ہے جس سے کھیل کو عالمی سطح پر کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔

سابق انگلش آل راؤنڈر کا یہ بھی کہنا ہے کہ ”بدقسمتی کی بات تو یہ بھی ہے کہ بھارت نے اپنے پیسے اور ٹی 20 کرکٹ کے ذریعے کھیل پر اپنا ”قبضہ“ کرلیا ہے جس کے نزدیک آئی پی ایل اور چیمپئنز لیگ کی انٹرنیشنل کرکٹ کیلنڈر سے کہیں زیادہ اہمیت ہے۔ مشکلات میں اضافہ کرتے ہوئے بھارت نے کھیل کا کچھ حصہ نجی فوائد کے ہاتھوں فروخت کردیا ہے لیکن اس کے کچھ منتظمین ان مفادات کی راہ میں مزاحم بھی ہیں جس کی وجہ سے کھیل کی اسپرٹ کو برقرار رکھنا ناممکن ہوچکا ہے۔“ گریگ کے مطابق ”ہم ملنے والی رپورٹوں کی بنیاد پر جتنے چاہے اندازے لگاتے رہیں لیکن یہ صورتحال اسی طرح ٹھیک ہوسکتی ہے کہ بھارت اسپرٹ آف کرکٹ کو تسلیم کرلے اور بلین ڈالرز کمانے کی دوڑ کے بجائے آئی سی سی کی اہمیت کو بھی سمجھے۔ ملٹی ملین کھلاڑیوں کی نشوونما کو چھوڑ کر اسے کرکٹ کی اقدار کو سہارا دینا ہی ہوگا اور انگلینڈ یا آسٹریلیا کی برابری کے خبط کے بجائے اسے کھیل کے وقار کو اہمیت دینا پڑے گی۔“

اسپرٹ آف کرکٹ لیکچرز کا سلسلہ 2001ء میں شروع کیا گیا تھا جسے سابق انگلش کپتان کالن کاؤڈرے کے نام سے موسوم کردیا گیا جو ماضی میں ایم سی سی کی صدارت بھی کرچکے ہیں۔ گزشتہ برس سری لنکا کے سابق کپتان کمار اسنگا کارا نے بھی اپنے لیکچر میں سری لنکن کرکٹ کے تنازعات اور مسائل پر روشنی ڈالی تھی اور کاؤڈرے لیکچر میں عام طور پر کسی ملک میں کھیل کے حالات اور مسائل پر ہی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ لیکن ٹونی گریگ نے جو ورلڈ سیریز کرکٹ سے ناطہ جوڑ کر 1977ء میں انگلش ٹیم کی قیادت بھی چھوڑ گئے تھے یہ سوچے بغیر بھارت پر کڑی تنقید کی کہ وہ اس کا نقصان بھی اٹھاسکتے ہیں۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے اور شرمائے بغیر یہ بات کہنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کی کہ ”قیادت کی بڑھتی ہوئی طاقت عالمی کرکٹ کے لئے کسی طرح بھی اچھی علامت نہیں ہے۔“

ٹونی گریگ نے یہ بات بھی واضح کی کہ کرکٹ پر بھارتی کرکٹ بورڈ کا مکمل قبضہ ہوچکا ہے اور کھیل اس کے کنٹرول میں ہے کیونکہ اس نے کافی حد تک ووٹنگ پاور کو بھی قابو کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے آئی سی سی کے اجلاس میں پیش کی جانے والی کسی بھی تجویز کی راہ میں بڑی آسانی کے ساتھ رکاوٹ کھڑی کردی جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کچھ ممالک اس مالی مدد کے بغیر عالمی کرکٹ میں جی نہیں سکتے ہیں جو کہ انہیں بھارت فراہم کرتا ہے۔ فکرمندی کی بات تو یہ بھی ہے کہ چیمپئنز لیگ میں بھارت کے شراکت دار بن کر جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا بھی کسی ممکنہ خدشے کے پیش نظر بھارت کے حامی بن چکے ہیں حالانکہ چیمپئنز لیگ کا دس سالہ معاہدہ ایک بلین ڈالرز کے قریب کما کردے سکتا ہے جس میں سے پچاس فیصدی سرمایہ بھارت کا اور بقیہ دونوں شراکت داروں کا ہے۔ سابق انگلش قائد کے مطابق یہ بھارت پر بے جا انحصار کا نتیجہ ہے کہ آئی سی سی کا وضع کردہ طریقہ کار بے اثر ہوتا جارہا ہے۔ آئی سی سی کی کرکٹ کمیٹی مثال کے طور پر حالیہ سرفہرست کھلاڑیوں اور سابق اسٹارز کے علاوہ امپائرز پر مشتمل ایک گروپ کی تشکیل کرتی ہے جو کھیل کے بہترین مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تجاویز دیتے ہیں یا دے سکتے ہیں۔ یہ تجاویز منظوری کے لئے چیف ایگزیکٹو آفیسر کی کمیٹی کے پاس جمع کرادی جاتی ہے جو عام طور پر ایک رسمی کارروائی سے زیادہ نہیں ہوتی جسے آسانی سے منظور کرلیا جاتا ہے۔ یہ تجاویز اس کے بعد آئی سی سی بورڈ اجلاس میں اٹھائی جاتی ہیں لیکن یہ اگر بھارت کو پسند نہ ہوں تو (جس کا بہت زیادہ امکان ہوتا ہے) انہیں یا تو تبدیل کرنا پڑتا ہے یا پھر یہ اجلاس سے اٹھا کر باہر پھینک دی جاتی ہیں۔ یہ معاملات کو چلانے کا انتہائی افسوسناک طریقہ کار ہے اور ان تمام لوگوں کے لئے شدید مایوس کن جو چیزوں کی درستگی کے لئے اپنا قیمتی وقت خرچ کرتے ہیں۔

بھارت پر کڑی تنقید کے ساتھ ٹونی گریگ نے اس کے چند اچھے کاموں کو سراہنے سے بھی انکار نہیں کیا اور کہا کہ کھیل کی کامیاب کمرشل ازم کے ساتھ ہی آئی پی ایل کے منافع میں سے سابق بھارتی کھلاڑیوں کا تحفظ کرکے اس نے ایک بہتر کام کیا ہے۔ ”ہمیں بھارت کے اس اقدام کو سراہنا پڑے گا کہ اس نے وہ کام کردکھایا جو دوسرے ممالک نہیں کرسکے۔ اس نے اپنے عمل کے ذریعے اسپرٹ آف کرکٹ کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش کی مگر یہ عالمی کرکٹ کی بدقسمتی ہے کہ وہ سرمایہ تمام ممالک میں تقسیم نہیں ہورہا جو کہ ٹی وی معاہدوں کے ذریعے بھارت کما رہا ہے۔ ٹونی گریگ نے واضح کیا کہ اگر بھارت کی حکمرانی کا کوئی ثبوت چاہئے تو اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے ”ون ٹائم بینی فٹ“ اسکیم کے تحت 13 ملین ڈالرز کی بھاری رقم ان کھلاڑیوں کے حوالے کردی جنہوں نے بھارتی کرکٹ کی کسی بھی وقت خدمت کی تھی مگر سابق کپتان کا اصرار ہے کہ یہ مضبوطی اس وقت بھی نظر آنی چاہئے جب بھارتی عالمی سطح پر درپیش مسائل کے حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کررہا ہو۔ اسے اپنے فرائض کے حوالے سے زیادہ موثر کردار نبھانے کی ضرورت ہے۔ گریگ کا کہنا ہے کہ یہ بات کھیل کے لئے کسی طرح بھی اچھی نہیں ہے کہ میڈیا مسلسل امپائرنگ کے فیصلوں پر کڑی تنقید کررہا ہے اور ہزاروں صفحات کے ساتھ سیاہی کا بھی ضیاع ہورہا ہے جس نے کچھ نتائج کی ”ایمانداری“ پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کردیا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ڈی آر ایس بھی پرفیکٹ نہیں لیکن یہ فیصلہ سازی میں امپائرز کی مدد کررہا ہے اور جیسا کہ آئی سی سی کا کہنا ہے کہ اس کے استعمال سے غلطیوں کا امکان کم ہوجاتا ہے اور اس بات پر نہ تو کسی کو اعتراض کرنا چاہئے اور نہ ہی اختلاف کیوں کہ یہ ایک حقیقت پر مبنی بات ہے کہ ڈی آر ایس کے بعد امپائرنگ میں غلطیاں کم ہوئی ہیں۔

بھارت کے پاس اس نظام کی مخالفت کے دو اہم وجوہات ہیں۔ پہلی تو یہ کہ اس کے سپر اسٹارز کو ڈی آر ایس کے ابتدائی عرصے میں بڑے خراب تجربات ہوئے۔ دوسری وجہ یہ کہ بھارت کے خیال میں یہ نظام مکمل طور پر درستگی سے بہت دور ہے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اسپرٹ آف کرکٹ اس ایک معاملے میں دونوں طرف بیٹنگ کررہی ہے۔ عام سوچ یہ کہتی ہے کہ ڈی آر ایس دراصل اسپرٹ آف کرکٹ نہیں ہے لیکن دوسری جانب بھارتی سپر اسٹارز اگر اکثریت کے نکتہ نظر کو تسلیم کرکے اسپرٹ آف کرکٹ کی پاسداری کریں تو یہ ایک اچھی مثال بھی بن سکتی ہے۔

ٹونی گریگ نے اپنی تقریر میں بدعنوانی کا خاتمہ اور اس کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے جھوٹ پکڑنے والی مشین متعارف کرانے کی تجویز بھی دی اور اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ ”مستقبل میں اس کے اچھے اثرات سامنے آئے ہیں۔ انہوں نے آئی پی ایل کو وسعت دیتے ہوئے اسے ”ایشین لیگ“ بنانے کی تجویز بھی دے ڈالی جس میں پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش کی ٹیمیں بھی شریک ہوں۔ گریگ کا خیال ہے کہ اس طرح مقابلوں میں تمام ممالک کی شرکت سے انہیں مالی فوائد بھی حاصل ہوں گے جن کا استعمال ان ممالک میں کھیل کو اپنے قدموں پر کھڑا کردے گا۔ انہوں نے آسٹریلیا کو بھی مشورہ دیا کہ وہ بگ باش لیگ میں نیوزی لینڈ کی ٹیم کو شرکت کی دعوت دے اور انگلینڈ میں بھی پریمئر لیگ ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا جائے جس میں ویسٹ انڈیز سے ٹیمیں مدعو کرنے کے ساتھ ہی ایک ٹیم آئرلینڈ سے بلائی جائے۔

مسائل اور مشکلات کے باوجود 65 سالہ ٹونی گریگ کو اس بات کی امید ہے کہ کرکٹ کا مستقبل محفوظ ہے۔ ”اگر بھارت اسپرٹ آف کرکٹ کو تسلیم کرلے تو اکثر مشکلات کا خود ہی خاتمہ ہوجائے گا۔ مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ کسی ملک کا کلچر اس کے لوگوں کے دل اور دماغ میں ہوتا ہے۔ کرکٹ کا کھیل بھی بھارتیوں کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے اور میں پرامید ہوں کہ بھارتی کرکٹ اسی وقت سارے عالم پر حکمران ہوگی جب وہ صرف بھارت کے بجائے کھیل کے بہترین مفاد میں فیصلے کرنے لگے گی۔

پی سی بی کا پرائیوٹ ٹورنامنٹس پر حملہ اور راشد لطیف کا اعلان بغاوت

کرکٹ کا کھیل کراچی میں اپنی مثال آپ کہا جاتا تھا جہاں رمضان المبارک میں بھی کرکٹ اپنے عروج کو پہنچتی نظر آتی تھی لیکن مقامی کرکٹ ایسوسی ایشن کی جانب سے عدم توجہی نے کھیل کو اس شہر میں کچھ حصوں یا بعض مخصوص حلقوں تک محدود کر ڈالا ہے۔ اب کے سی سی اے کی دلچسپی صرف ان ٹورنامنٹوں یا ایونٹس تک محدود ہو گئی ہے جہاں سے مالی منفعت کی امید ہو۔ کرکٹ کا کھیل ایک صنعت کی شکل تو اختیار کر گیا ہے لیکن بعض عاقبت نااندیش اسے "تجارت" بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ پیسے کی اس آمد نے کھیل کا مزاج بدل کر رکھ دیا ہے اور اب زیادہ تر نوجوان کھلاڑی ایسے ٹورنامنٹس میں شرکت کرتے ہیں جہاں انہیں مالی فوائد زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ اب کرکٹ میں جواء اور شرطیں عام ہیں اور ایک ٹیپ بال کا میچ بھی بغیر پیسے کی شرط کے نہیں کھیلا جاتا جس نے کھلاڑیوں میں بدعنوانی کے جراثیم پہنچانے میں بھی مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ پی سی بی نے اسی نکتے کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے مقامی ٹورنامنٹس کے لیئے باقاعدہ اجازت کا نیا "شوشا" کھڑا کر دیا ہے، جس کے پیچھے کچھ اور عوامل بھی کارفرما ہیں۔

مجھے یہ دیکھ کر قطعی حیرت نہیں ہوئی کہ کراچی کی ایک ٹیم پر ڈومیسٹک ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کے دوران میچ فکسنگ کا الزام عائد کیا گیا۔ یہ عذاب تو اب گلی محلے کی کرکٹ تک بھی سرایت کر گیا ہے جہاں دو معمولی ٹیمیں بھی آپس میں اس ایک یا دو ہزار روپے کے لیئے مقابلہ کرتی ہیں جو انہوں نے آپس میں طے کر کے داؤ پر لگائے ہوتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کراچی کرکٹ کے عہدیدار اس سلسلے کو روکنے میں ناکام ہیں کیونکہ ایسی تمام کرکٹ ان کے دائرہ اختیار میں ہی نہیں آتی۔ جو کرکٹ ان کے دائرہ اختیار میں ہے اس میں بھی چوری چھپے "شرطوں" کا یہ سلسلہ داخل ہو چکا ہے لیکن اس کو ثابت کرنا اسی طرح آسان نہیں جیسے کہ کراچی کی ٹیم پر لگائے گئے الزام کو جس میں تمام ذمے داروں کو بڑی آسانی سے "کلین چٹ" دے دی گئی حالانکہ اس کے بعد ہی اس ٹیم کے ایک سرفہرست کھلاڑی کو انگلینڈ میں سخت سزا کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ واقعی کراچی کی ٹیم نے کوئی غلط کاری کی تھی لیکن اس کے لیئے ایک غیر جانبدار کمیشن کی نگرانی میں تحقیق کرائی جاتی تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ جس شہر کی ٹیم پر یہ الزام لگایا گیا ہے اس کے اپنے "اہل" عہدے دار بھلا کس طرح اپنی ہی ٹیم پر اس الزام کو ثابت کر سکتے ہیں۔

پی سی بی نے ایک حالیہ فیصلے کے مطابق پرائیوٹ ٹورنامنٹس کے لیئے بورڈ کی منظوری کو لازمی قرار دے دیا ہے، جس کے تحت اب ملک بھر میں کوئی ادارہ یا کلب اگر کسی ٹورنامنٹ کا انعقاد کرنا چاہے تو اسے بورڈ سے پیشگی منظوری لینا پڑے گی۔ پی سی بی نے درخواستوں کا جائزہ لینے کے لیئے تین رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے جو تمام تر پہلوؤں پر غور کے بعد ٹورنامنٹس کے انعقاد کی اجازت دے گی۔ بورڈ نے منتظمین سے ٹورنامنٹس میں شرکت کرنے والے کھلاڑیوں، امپائرز اور سیکوریٹی کے علاوہ میچ فکسنگ کو روکنے کے اقدامات کے حوالے سے تفصیلات طلب کی ہیں۔ منتظمین نے ان شرائط کو کافی سخت قرار دیا ہے لیکن اس فیصلے کا اطلاق فوری طور پر کر دیا گیا۔ اس کے خلاف کراچی میں خاص طور پر شدید ردعمل سامنے آیا ہے اور کھیل کے منتظمین اسے بورڈ کے "سیاہ قانون" سے بھی تعبیر کر رہے ہیں جن کا خیال ہے کہ یہ کراچی کرکٹ کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کراچی کرکٹ میں ٹورنامنٹس کے کرتا دھرتا افراد کو اب اس بات کا ادراک ہوا ہے کہ کراچی کرکٹ ختم کی جا رہی ہے جب یہ کھیل اپنے وجود کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ کراچی کے اکثر لوکل گراؤنڈز جہاں ماضی میں کرکٹ کی سرگرمیاں فعال تھیں اب ویران ہیں۔ اگر صرف فیڈرل بی ایریا کا جائزہ لیا جائے تو کئی گراؤنڈز پر اسکولوں کی چار دیواریاں بڑھا دی گئی ہیں، کہیں میدان تفریحی پارکس میں تبدیل کر دیئے گئے اور کہیں عمارتیں کھڑی کر کے کھیلوں کی سرگرمیاں مفقود کر دی گئیں۔ جو گراؤنڈز

موجود ہیں ان میں کرکٹ باقاعدگی سے کھیلی ہی نہیں جاتی اور اگر کھیلی جاتی ہے تو صرف ٹیپ بال کرکٹ کی حد تک جو صرف ''مالی'' فوائد کا ایک آسان ذریعہ بن چکی ہے۔ ناظم آباد اور فیڈرل بی ایریا کے علاوہ لانڈھی اور کورنگی ایسے علاقے تھے جہاں سے کراچی کی ٹیموں کو وافر تعداد میں کھلاڑی میسر آتے تھے جو آگے چل کر قومی ٹیموں تک بھی رسائی حاصل کرتے تھے لیکن ان تمام علاقوں میں موجود چند اہم اور مشہور گراؤنڈز پر ٹرف وکٹیں بنا کر ایک اچھا اقدام تو کیا گیا لیکن کرکٹ کا کھیل ایک مخصوص طبقے تک محدود ہو گیا۔

آج یہی مخصوص طبقہ کراچی کرکٹ کے خاتمے کا شور بلند کر رہا ہے جس کے مالی مفادات کو دھچکا لگنے والا ہے۔ پی سی بی نے اپنے نئے قانون میں یہ بات بھی لازم کر دی ہے کہ ٹورنامنٹس کے منتظمین کسی ایونٹ کے انعقاد کے لیئے بورڈ سے دو ماہ قبل اجازت طلب کریں اور جو آرگنائزر اس کی پابندی نہیں کرے گا اس کے ٹورنامنٹ میں شریک کھلاڑیوں اور امپائرز کو بھی دو، دو سال کی پابندی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دو ماہ پہلے ٹورنامنٹ کی اجازت نے یہ بات ناممکن بنا دی ہے کہ آئندہ رمضان المبارک میں کرکٹ ٹورنامنٹس کا ماضی کی طرح انعقاد ہو سکے۔ پاکستان بھر سے کرکٹ آرگنائزر پی سی بی سے رابطہ کر کے اپنی درخواستیں داخل کر چکے ہیں اور عین ممکن ہے کہ پی سی بی کے حکام کسی نرمی اور رعایت کے ساتھ انہیں اجازت مرحمت بھی فرما دیں لیکن براڈ کاسٹ ہونے والے ٹورنامنٹس کے لیئے کڑی شرائط رکھی گئی ہیں اور ٹورنامنٹس آرگنائزرز اپنے سے زیادہ ایک پرائیوٹ ٹی وی چینل کی بقاء کی جنگ لڑنے کی کوشش میں میدان عمل میں اتر آئے ہیں جو ان میچوں کو ٹیلی کاسٹ کرنے میں پیش پیش رہتا ہے۔ ابتدا میں ہم نے جن دیگر ''وجوہات'' کا تذکرہ کیا تھا ان میں ٹی وی رائٹس کی جنگ بھی اہمیت کی حامل ہے۔ سرکاری ٹی وی کے اسپورٹس چینل کی آمد کے بعد یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ معاملات کو ماضی کی طرح چلایا جاتا رہے اور مقامی کرکٹ ایونٹس صرف پرائیوٹ ٹی وی چینلز کے لیئے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔ ہمیں کوئی حیرت نہیں ہو گی کہ آنے والے عرصے میں کچھ ٹورنامنٹس سرکاری چینل پر بھی دکھائے جا رہے ہوں۔

ہمارا یہ خیال ہے کہ قوانین پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ماضی میں بھی ملک بھر میں ہونے والے کرکٹ ٹورنامنٹس کے لیئے مقامی کرکٹ ایسوسی ایشنز سے اجازت لینا پڑتی تھی اور بغیر اجازت کھیلے جانے والے ایونٹس ''غیر قانونی'' قرار دے کر ان میں رجسٹرڈ کھلاڑیوں کو شرکت سے روکا جاتا تھا اور چونکہ ایسوسی ایشنز بھی بورڈ کے ماتحت ہی کام کرتی ہیں لہٰذا اگر اب بورڈ نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اس پر اعتراض کرنے کے بجائے اس کو سکون کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ مقامی کرکٹ ایسوسی ایشنز سے یہ معاملہ بورڈ تک جانے میں وہ ''کاہلی'' مددگار بنی ہے جس میں کرکٹ کی سرگرمیاں جاری دکھانے کے لیئے بغیر کسی تحقیق کے ٹورنامنٹس کے انعقاد کی کھلی چھوٹ دے دی گئی اور بدعنوانی سمیت لاتعداد مسائل نے کھیل کو تماشہ بنا کر رکھ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ صرف رمضان المبارک میں کراچی میں دو درجن کے لگ بھگ ٹورنامنٹس کھیلے جاتے ہیں جن میں ٹیسٹ کھلاڑیوں سمیت فرسٹ کلاس اور کلب کرکٹرز بھی شرکت کرتے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک ٹیسٹ کھلاڑی اس مقدس مہینے میں تین سے پانچ لاکھ روپے کس طرح کماتا ہے؟ وہ کون سا ''جادو'' ہے جو مقامی ٹورنامنٹس میں کسی عام کھلاڑی کو کھیل کی دلچسپی کے سوا کچھ نہیں دیتا لیکن رمضان المبارک میں ان ٹورنامنٹس میں کھیلنے والے لاکھوں میں کیوں کھیلنے لگتے ہیں اور یہی فوائد ایک عام کرکٹر کو سارا سال کیوں حاصل نہیں ہوتے؟ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہی ''کمائی'' بورڈ کو شک میں مبتلا کر رہی ہے جس کے سبب اس نے اجازت کی رکاوٹ درمیان میں کھڑی کر دی ہے کہ کہیں تو کوئی قانون ہو۔

یہ بات تسلیم کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ بورڈ کا یہ فیصلہ سو فیصدی ''نیک نیتی'' پر مبنی نہیں جس میں وہ اجازت کے بدلے مالی فوائد میں اپنا ''حصہ'' وصول کرنے کے ساتھ ہی بعض دوسرے فائدوں کی جانب بھی دیکھ رہا ہے جس کا لطف ابھی تک آرگنائزرز تنہا ہی اٹھا رہے ہیں لیکن اس فیصلے کے خلاف آرگنائزر حضرات کی جانب سے شدید ردعمل بھی بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔ سابق وکٹ کیپر معین خان نے اگرچہ اس معاملے پر بورڈ پر جوابی حملہ نہیں کیا جن کا کہنا ہے کہ قوانین کو نرم کرنا چاہیے تاکہ کرکٹ کا کھیل کراچی میں جاری رہ سکے لیکن راشد لطیف حسب عادت کافی سخت لہجے کے ساتھ سامنے آئے ہیں جنہوں نے بورڈ کو نرمی کا مشورہ دیتے ہوئے ''اعلان بغاوت'' بھی کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ کسی نئے نظام کے مخالف نہیں لیکن بورڈ این او سی کے طریقہ کار کو نرم کرے کیونکہ اگر پالیسی میں نرمی کا فیصلہ نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ کراچی میں بھی کیری پیکر طرز کی کرکٹ شروع ہو جائے اور کرکٹرز بورڈ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ بورڈ کھیل سے کرپشن کا خاتمہ کرتے ہوئے کھلاڑیوں کو ڈومیسٹک کرکٹ کھیلنے کا معقول معاوضہ دے کیونکہ اس کے بغیر بدعنوانی کو روکنا بہت مشکل ہو گا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ بورڈ سے کسی قسم کی محاذ آرائی نہیں چاہتے کیونکہ ان کے زیادہ تر ایونٹس غیر تجارتی بنیادوں پر ہوتے ہیں اور کراچی کو کرکٹ کی سرگرمیوں سے نہیں روکا جا سکتا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر تبدیلی نہ آئی تو پھر انتہائی اقدام کے طور پر کیری پیکر طرز پر ٹورنامنٹ کا انعقاد بھی ہو سکتا ہے۔

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پی سی بی نے یہ قانون پورے ملک کے لیئے بنایا ہے لیکن اس پر شدید ردعمل صرف کراچی کے آرگنائزرز کی جانب سے سامنے آ رہا ہے اور کراچی کی مقامی کرکٹ ایسوسی ایشن نے رمضان المبارک سے پہلے ہی اس معاملے پر ''چپ کا روزہ'' رکھ لیا ہے حالانکہ اسے کراچی کرکٹ کی سرگرمیوں پر سب سے پہلے آواز اٹھانا چاہیے تھی۔ کراچی کرکٹ کے کرتا دھرتا ان آرگنائزر حضرات کے شانہ بہ شانہ کھڑے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ان کے سب سے بڑے ناقد اور ''حریف'' بھی ہیں لیکن انہیں کم از کم کسی حد تک تو ان کا ساتھ دینا چاہیے کیونکہ راشد لطیف اور معین خان جیسے لوگ مقامی ایسوسی ایشن کی غلطیوں اور خامیوں کا بھگتان ادا کر رہے ہیں جس نے کھیل کو شہر میں بے نتھے بیل کی طرح کھلا چھوڑ دیا ہے جس کو نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ ہی سننے والا اور بورڈ کے سخت فیصلے کراچی کرکٹ کے لیئے تازیانہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ ایسا وقت نہیں کہ اس پر جنگ و جدل کا بازار گرم کیا جائے بلکہ دانشمندی یہی ہو گی کہ بورڈ تمام افراد کی مشاورت سے ایک ایسا قانون بنائے جو سب کے لیئے آسان اور قابل قبول ہو۔ MAB

☆☆☆

پاکستان کے سابق افتتاحی کھلاڑی علیم الدین انتقال کر گئے

پاکستان کی جانب سے کسی انٹرنیشنل ٹیم کے خلاف پہلی گیند کا سامنا کرنے والے افتتاحی کھلاڑی علیم الدین 12 جولائی کو طویل علالت کے بعد ہورو، انگلینڈ کے نارتھ وک پارک اسپتال میں انتقال کر گئے جن کی عمر 81 برس تھی۔ علیم الدین نے تقسیم سے قبل بھارت میں راجھستان کی جانب سے صرف بارہ برس کی عمر میں فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کیا لیکن ان کا تمام کیریئر نشیب وفراز کا شکار رہا جو کبھی بہت کامیاب اور عام طور پر ایک واجبی سی کارکردگی کے مالک کھلاڑی کے طور پر کھیلتے رہے۔ پاکستان کی اولین ٹیسٹ ٹیم میں شرکت سے محروم کھلاڑی کو اگرچہ جارح مزاجی کے ساتھ ہی دفاع پر بھی مکمل عبور حاصل تھا اور وہ باکمال فیلڈر بھی تھے لیکن یہ بہت بڑی بدقسمتی رہی کہ انہیں اپنی صلاحیتیں ٹاپ لیول پر دکھانے میں کامیابی نہیں مل سکی جس کا اندازہ فرسٹ کلاس کرکٹ میں ان کی کارکردگی دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے۔ 15 دسمبر 1930ء کو راجھستان کے شہر اجمیر میں جنم لینے والے علیم الدین نے صرف بارہ برس اور 73 دن کی کم عمری میں راجھستان کی جانب سے اپنا فرسٹ کلاس کیریئر شروع کیا لیکن پانچ سیزن کے دوران 8 میچوں میں انہیں ایک نصف سنچری سمیت 304 رنز بنانے کا موقع مل سکا اور پاکستان ہجرت کے بعد بھی ان کے کھیل پر واجبی سی کارکردگی کی چھاپ لگی رہی۔ علیم الدین کی محنت جاری رہی اور انہوں نے آخرکار کیریئر کے اکیسویں میچ کی پینتیسویں اننگ میں اعظم خان الیون کی جانب سے پاکستان ایگلٹس کے خلاف اپنی اولین فرسٹ کلاس سنچری اسکور کرنے کا اعزاز حاصل کرلیا۔ اپریل 1953ء میں اس سنچری کی بدولت انہیں اگلے برس انگلینڈ جانے ولی قومی ٹیم میں جگہ مل گئی لیکن یہ دورہ ان کے لیئے ایک اعتبار سے تو اچھا رہا کیونکہ انہوں نے 29.26 کی اوسط سے 995 رنز بنائے اور پہلے ہی میچ میں ووسٹر شائر کے خلاف 142 اور کیمبرج یونیورسٹی کے خلاف ناقابل شکست 100 رنز بنانے میں کامیابی حاصل کی لیکن ٹیسٹ سیریز میں وہ بری طرح ناکام رہے اور 6 اننگز میں 8.50 کی معمولی اوسط سے محض 51 رنز بنا سکے۔ بھارتی ٹیم جوابی دورے پر پاکستان آئی تو علیم الدین نے ڈھاکا میں 51 رنز اسکور کرنے کے بعد بہاولپور میں بھی 64 اور 38 رنز بنا ڈالے اور اپنی گذشتہ ناکامیوں کا ازالہ کرتے ہوئے لاہور کے باغ جناح میں بھی 38 اور 58 رنز بنائے اور دوسری اننگ میں حنیف محمد کے ساتھ پہلی وکٹ پر 83 رنز کی رفاقت بھی قائم کی۔ اگرچہ اس کے بعد اگلی تین اننگز میں انہیں ناکامی کا سامنا رہا مگر اس کی تلافی کرتے ہوئے انہوں نے کراچی ٹیسٹ میں اپنی اولین ٹیسٹ سنچری بنا ڈالی۔ 103 رنز کی اس شاندار اننگ کی بدولت انہوں نے اس سیریز میں 41.50 کی اوسط سے 332 رنز بنائے اور اپنی حقیقی صلاحیتوں کا پہلی بار اظہار کر ڈالا لیکن یہ ایک وقتی تبدیلی تھی کیونکہ ان کا کیریئر اسی طرح اونچ اور نیچ کے ساتھ آگے بڑھتا رہا جس میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی نہیں آسکی حالانکہ وہ کافی کوشش بھی کرتے رہے۔ 58-1957ء میں ویسٹ انڈیز کا دورہ بھی علیم الدین کے لیئے بہت زیادہ کامیاب نہیں رہا جہاں انہوں نے جمیکا کے خلاف سائیڈ گیم میں 107 اور برٹش گیانا کے خلاف 133 رنز کی شاندار اننگز کے سہارے پورے ٹور پر 40.73 کی عمدہ اوسط سے 611 رنز بنائے لیکن برمودا کرکٹ ایسوسی ایشن کے خلاف 119 اور پھر برمودا کے خلاف بھی 179 رنز کی عمدہ اننگ کھیلی لیکن ٹیسٹ سیریز میں انہیں 20.66 کی معمولی اوسط سے 186 رنز اسکور کرنے کا موقع مل سکا جس میں سب سے بہترین اننگ 41 رنز کی تھی جو علیم الدین نے جارج ٹاؤن میں بنائی۔ اگرچہ کہ ان کی کارکردگی کا گراف ڈانواڈول نظر آرہا تھا جس کے سبب انہیں بیٹنگ آرڈر میں نچلے نمبروں پر بھی کھیلنا پڑا لیکن انہوں نے ہمت ہارے بغیر حنیف محمد کے ساتھ مل کر قومی ٹیم کو کئی اہم شراکتیں فراہم کیں جس نے ان کی اہمیت کو برقرار رکھا۔

اپریل 1960ء میں بھارت کے دورے پر انڈین اسٹار لیٹ کے خلاف 91 اور 104 رنز کی اننگز کھیلنے والے اوپننگ بیٹسمین نے نارتھ زون کے خلاف بھی ناقابل شکست 112 اور 51 رنز بنا ڈالے اور پورے دورے میں 36.46 کی اوسط سے 547 رنز بنا کر اپنی اہمیت ثابت کردی لیکن آسٹریلیا کے خلاف ناکامی کا سلسلہ یہاں بھی ختم نہیں ہوسکا اور ٹیسٹ میچوں میں بھارت کے خلاف انہیں کانپور ٹیسٹ میں 24 رنز بنانے پر اکتفا کیا۔ اس سیریز کے بعد جب وہ پاکستان واپس آئے تو انہوں نے اپنے کیریئر کی سب سے عمدہ کارکردگی دکھا ڈالی اور قومی سیزن کے دوران ایک ہزار رنز بنانے کا اعزاز بھی حاصل کرلیا جہاں تک کئی کھلاڑی نہیں پہنچ سکے اور ان کے لیئے یہ کارنامہ ایک خواب ہی رہا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ وہ بڑے اور اہم وقت پر دباؤ کا شکار ہو جاتے تھے جس کی وجہ سے ان کی اصل صلاحیت ابھر نہ سکی۔ علیم الدین نے نومبر 1961ء میں کراچی بلیوز کی جانب سے لاہور بی کے خلاف *131 اور کراچی وہائٹس کے خلاف 109 اور کمبائنڈ سروسز کے خلاف 112 رنز کی شاندار اننگز سمیت صرف 12 فرسٹ کلاس میچوں میں 51.00 کی اوسط سے چار سنچریوں اور چھ نصف سنچریوں کی مدد سے 1020 رنز بنائے اور انگلینڈ کے خلاف ڈھاکا ٹیسٹ میں پچاس رنز بنانے کے بعد انہوں نے کراچی میں چھٹے نمبر پر کھیلتے ہوئے 109 اور 53 رنز کی بدولت سیریز میں نہ صرف 54.75 کی اوسط سے 219 رنز اسکور کیئے بلکہ انگلینڈ جانے والے اسکواڈ میں بھی جگہ بنالی۔ ڈھاکا میں حنیف محمد کے ساتھ 122 رنز کی شراکت قائم کرنے والے علیم الدین سے انگلینڈ کے دورے پر بڑی امیدیں وابستہ تھیں لیکن وہ ایک مرتبہ پھر واجبی سی کارکردگی کے مالک رہے اور اس کے ساتھ ہی ان کا بین الاقوامی کیریئر بھی ختم ہو گیا۔ 1962ء کے اس انگلش ٹور پر علیم الدین دوسری مرتبہ بھی کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھا سکے اور انہوں نے اگرچہ لیڈز ٹیسٹ میں 50 اور 60 رنز کی اننگز کھیلیں لیکن اس کے بعد ان کی چار مرتبہ کریز پر جانے کے بعد سب سے بہترین اننگ گیارہ رنز کی رہی جس نے ان کے کیریئر کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اس دورے میں بھی انہوں نے حالانکہ 606 رنز بنائے لیکن ان کی ناکامی کا اندازہ لگانے کے لیئے یہی کافی ہے کہ ان کا فی اننگ اوسط 18.36 رہا تھا۔ مجموعی طور پر کیریئر کے 25 ٹیسٹ میچوں کی 45 اننگز میں علیم نے دو مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 25.33 کی اوسط سے 1091 رنز بنائے جس میں ان کی دو سنچریاں اور سات نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ 8 کیچ کرنے والے کھلاڑی نے 75.00 کی اوسط سے ایک وکٹ بھی حاصل کی لیکن اگر دیکھا جائے تو ان کا کیریئر ان کی اصل صلاحیتوں کا غماز نہیں تھا اور وہ اتنے کامیاب کھلاڑی نہیں رہے جس کی ان میں اہلیت تھی۔ علیم الدین کے دو بھائی سلیم الدین اور عظیم الدین بھی فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلے لیکن انہیں کچھ زیادہ کامیابی نہیں مل سکی۔ علیم الدین نے کراچی بی کی کپتانی کرنے کے علاوہ قومی ٹیم کی کوچنگ کا فریضہ بھی انجام دیا لیکن قومی ایئر لائن میں ملازمت کی وجہ سے انگلینڈ منتقل ہو گئے۔ اگرچہ کہ وہ اگلے برسوں میں پاکستان بھی آتے جاتے رہے اور انہیں انگلینڈ کے خلاف سیریز میں پاکستانی میدانوں پر بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ 2001ء میں وہ اس وقت بری طرح اپ سیٹ ہوئے جب پی سی بی نے نیشنل اسٹیڈیم کراچی میں کئی انکلوژرز کو سابق کھلاڑیوں کے نام کیا لیکن انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ ان کا جواز تھا کہ اس میدان پر پاکستان کی جانب سے اولین ٹیسٹ سنچری کے باعث انہیں یہ اعزاز ملنا چاہیے تھا لیکن ان کی بات نہیں سنی گئی۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ انہوں نے اپنی دوسری سنچری بھی اسی میدان پر بنائی جس پر علیم الدین کا کہنا تھا کہ "آخر اتھارٹیز میرا نام کیسے فراموش کر سکتی ہیں جب میں نے اس میدان پر اولین ٹیسٹ سنچری بنانے کا اعزاز حاصل کیا" مگر وہ محض احتجاج ہی کرتے رہ گئے۔ وہ کافی عرصے سے گردوں اور پھیپھڑوں کی بیماری کے باعث فعال نہیں رہے تھے ورنہ انگلینڈ میں بھی انہیں مختلف گراؤنڈز پر دیکھا جاسکتا تھا۔ اول کے میدان پر پی سی بی نے انہیں پاکستان روم کے افتتاح کے موقع پر بھی مدعو کیا تھا جہاں انہوں نے بخوشی شرکت کی تھی۔ راجپوتانہ، گجرات، مسلمز اور ویسٹرن بھارت کے لیئے فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلنے والے علیم الدین نے پاکستان میں کراچی، سندھ، پی ڈبلیو ڈی اور بہاولپور جیسی سرفہرست ٹیموں کی جانب سے کھیلتے ہوئے 140 میچوں کی 237 اننگز میں پندرہ بار ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 14 سنچریوں اور 38 نصف سنچریوں کی مدد سے 7235 رنز 32.77 کی اوسط سے بنائے جس میں ان کی 142 کی اننگ قابل ذکر تھی۔ ایک مستعد فیلڈر کی حیثیت سے 65 کیچ کرنے والے کھلاڑی نے دائیں ہاتھ کے لیگ بریک بالر کی حیثیت سے اپنے کیریئر میں 24.00 کی اوسط سے 40 وکٹیں بھی حاصل کیں جس میں 4/33 کی کارکردگی نمایاں تھی۔ علیم الدین اب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی یادیں سدا پاکستان کرکٹ کے ساتھ رہیں گی جنہوں نے پاکستان کرکٹ کے ابتدائی عرصے میں اپنے عمدہ کھیل کی بدولت ملک کا نام روشن کیا اور انہیں کئی اعتبار سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا خواہ وہ اعداد و شمار کے لحاظ سے بہت زیادہ کامیاب نہ رہے ہوں۔ MAB

پاکستان انڈر 19 ورلڈ کپ جیت کر لوٹے گا، سمیع اسلم

جس طرح کسی بھی جنگ میں ہراول دستے کی بہت اہمیت ہوتی ہے، اسی طرح دنیائے کرکٹ میں بھی صفِ اول کے کھلاڑیوں، یعنی اوپننگ بلے بازوں اور ابتدائی اوور پھینکنے والے گیند بازوں، کو یہ مقام حاصل ہے کیونکہ وہی اپنی ابتدائی بالنگ یا بلے بازی سے میچ کا رخ متعین کرتے ہیں اور حریف ٹیم پر بالادستی کو ممکن بناتے ہیں۔ اگر پاکستان کے حوالے سے بات کی جائے تو اسے دنیائے کرکٹ میں حقیقی تیز بالرز کی سرزمین کہا جاتا ہے اور کہاں بھی کیوں نہ جائے؟ کیونکہ یہی سرزمین فضل محمود سے لے کر شعیب اختر تک جیسے تیز بالرز کی ایک طویل قطار کی پہچان بنی۔ البتہ پاکستان کو بلے بازی میں اوپننگ کے شعبے میں چند مسائل کا سامنا رہا ہے، جو تا حال جاری ہے۔ 90 کی دہائی میں سعید انور اور عامر سہیل جیسے مستند و منفرد بلے بازوں نے پاکستان کا اس کمزوری کو کافی حد تک ختم کیا لیکن ان کے جاتے ہی ایک مرتبہ پھر قحط الرجال دکھائی دیتا ہے۔ اوپننگ میں بے پناہ تجربات کے باوجود نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ہے۔ لیکن حال ہی میں ملائیشیا میں ہونے والے جونیئر ایشیا کپ میں سمیع اسلم کی صورت میں پاکستان کو ایک ایسے بلے باز کی جھلک دکھائی دی ہے جو مستقبل میں پاکستان کے اس مسئلے کو حل کر سکتا ہے۔ سمیع نے نہ صرف ٹورنامنٹ میں 451 رنز بنا کر بہترین بلے باز کا اعزاز جیتا بلکہ پاکستان اولین جونیئر ایشیا کپ کا ٹائٹل بھی جتوایا۔ سمیع نے ایشیا کپ کے دوران اپنی وکٹ پر موجودگی کے دوران پاکستان کا رن ریٹ ایک مرتبہ پھر 6 کے اوسط نہیں آنے دیا جبکہ ریجنل کرکٹ میں بھی 1300 رنز بنانے کے بعد بہترین بلے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں اور ان کا ماننا ہے کہ پاکستان ورلڈ کپ جیت کر لوٹے گا۔ سمیع اسلم نے انڈر 19 ایشیا کپ میں دو سنچریوں کی مدد سے 451 رنز بنائے اور ٹورنامنٹ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔ سمیع اسلم نے 12 دسمبر 1995 کو لاہور میں جنم لیا۔ بائیں ہاتھ سے بیٹنگ کرنے والے سمیع اسلم رائٹ آرم میڈیم فاسٹ بالنگ بھی کر لیتے ہیں۔ انڈر 19 ایشیا کپ میں سمیع نے نیپال کے خلاف *82 کی اننگز سے ایونٹ کا آغاز کیا جبکہ بھارت کے خلاف 121 رنز بنائے، ملائیشیا کے خلاف 47 کی اننگز کے بعد انہوں نے افغانستان کے خلاف 77 رنز کی باری کھیلی تو فائنل میں بھارت کے خلاف 134 رنز ان کے بیٹ نے اگلے۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے اس نوجوان کھلاڑی نے جونیئر ایشیا کپ کے پانچ میچوں میں دو سنچریاں اور اتنی ہی نصف سنچریاں بنائیں، جس کے بعد کرکٹ کے پنڈت اس نوجوان کی جلد ہی قومی کرکٹ ٹیم شمولیت کو دیکھ رہے ہیں۔ انڈر 19 ایشیا کپ میں جہاں دنیائے کرکٹ سمیع اسلم کی صلاحیتوں کی معترف ہوئی، وہیں پاکستان کی روایتی حریف بھارتی ٹیم کے کپتان انمکت چند بھی سمیع کو داد دیے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں کہا کہ جونیئر ورلڈ کپ کے بعد انٹرنیشنل کرکٹ میں بھی تمہارے ساتھ ملاقات ہوتی رہے گی اور تمہارا بیٹنگ کا انداز بتاتا ہے کہ تم بڑے ریکارڈ بناؤ گے۔ قومی انڈر 19 ٹیم وطن واپس پہنچی تو کرکٹر نے اپنے قارئین کے لیے مین آف دی ٹورنامنٹ سمیع اسلم سے خصوصی گفتگو کی۔

کیا آپ کو امید تھی کہ آپ اتنی اچھی کارکردگی دکھا سکیں گے؟

جب ایشیا کپ کی تیاریوں کے لیے کوچ صبیح اظہر کی نگرانی میں ٹریننگ کیمپ لگا تو اس وقت ہم نے بہت زیادہ سخت محنت کی تھی، کوچ صبیح اظہر، جن کا ٹریک ریکارڈ سب کے سامنے ہے، کھلاڑیوں کی فزیکل فٹنس پر بھی خاصی توجہ دیتے تھے جبکہ نیٹ پریکٹس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہمیں میچ پریکٹس کے مواقع بھی دیے، جس سے ہمیں اپنی خامیوں کا پتہ چلا اور ہم نے اس تربیتی کیمپ میں ہی ان خامیوں کو دور کیا۔ یوں انڈر 19 دستہ ایک متوازن ٹیم اور بھرپور تیاریوں کے ایشیا کپ میں شرکت کے لیے ملائیشیا کے شہر کوالالمپور روانہ ہوا۔ جب ہماری ٹیم اس میگا ایونٹ میں شرکت کے لیے روانہ ہو رہی تھی تو ہم سب کا عزم تھا کہ جس طرح ہماری قومی کرکٹ ٹیم ایشین کرکٹ کی بادشاہ ہے اسی طرح ہم بھی ایشیا کی کرکٹ کا تاج اپنے سر پر سجائیں اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کامیاب بھی کیا۔

ملائیشیا کی وکٹیں بیٹنگ کیلئے سازگار تھیں؟

ملائیشیا کی وکٹیں کچھ زیادہ آسان نہیں تھیں، بلکہ وہاں سیمرز کے لیے کافی مددگار کنڈیشنز تھیں لیکن ہماری ٹیم نے جنوبی افریقہ کی وکٹوں پر اپنی صلاحیتیں دکھائی تھیں، اس لیے ہمیں ملائیشیا میں زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔ مجھے یاد ہے کہ ٹیم میٹنگ میں کوچ صبیح اظہر، کپتان بابر اعظم اور دیگر کہتے تھے کہ تمہیں سب سے زیادہ ذمہ داری دکھانی ہو گی اور وکٹ پر زیادہ دیر ٹھہرنا ہو گا، چاہے معاملہ اچھا مجموعہ اکٹھا کرنے کا ہو یا ہدف حاصل کرنے کا۔ میرا قدرتی اسٹائل جارحانہ ہے، لیکن اس کے باوجود میں ہمیشہ انفرادی اننگز کھیلنے کے بجائے ٹیم کے لیے کھیلنے کی سوچ لے کر میدان میں اترتا ہوں اور پہلے میچ میں سنچری بنانے کے بعد حریف ٹیموں پر میری دھاک سی بیٹھ گئی۔ اس کارکردگی سے میرے اعتماد میں بھی اضافہ ہوا، تو میں نے خود سے عزم کیا کہ مجھے ایسی ہی کارکردگی تمام میچز میں دکھانی ہے۔ میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ میں نے پاکستان کے لیے تمام ہی اننگز میں اچھا اسکور کیا۔

بھارت کے خلاف میچ میں مقابلہ تو محسوس کیا ہو گا؟

بھارت سے میچ میں پاکستان پر تھوڑا دباؤ ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف کرکٹ ہی نہیں بلکہ اعصاب کی جنگ بھی ہوتی ہے اس لیے اس پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ میں نے بھارت کے خلاف بھی اچھی کارکردگی دکھائی خاص طور پر فائنل میں میری سنچری کی بدولت پاکستان ایک اچھا ہدف دینے میں کامیاب رہا۔

بھارت کو مشترکہ چیمپئن قرار دینا درست فیصلہ تھا؟

اس فیصلے پر زیادہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ ایشین کرکٹ کونسل کے قوانین کے مطابق ہوا۔ البتہ اس ایونٹ میں ہم ناقابل شکست رہے تھے جبکہ پول میچ میں بھی ہم نے سنسنی خیز مقابلے کے بعد بھارت کو شکست دی تھی اور فائنل میں بھی ایک موقع پر جب میچ میں بھارت حاوی ہو چکا تھا، ہمارے گیند بازوں نے اچھی بالنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میچ کو ٹائی کیا۔ بہرحال، اب ہم ایشیا کے جونیئر چیمپئن ہیں۔

اب انڈر 19 ورلڈ کپ کے حوالے سے کیا تیاری ہے؟

ہم جانتے تھے کہ ایشیا کپ پر ہماری کہانی ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ تو اصلی امتحان کی ایک تیاری کا موقع تھا، جس میں ہم کامیاب رہے، ہمارا اصل امتحان تو کینگروز کے دیس میں ہونے والا جونیئر ورلڈ کپ ہے۔ جس طرح ہماری ٹیم متوازن ہے اس کے بعد ہمیں اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ ہم ورلڈ کپ کی ٹرافی پاکستان لے آئیں گے۔

کیا سمجھتے ہیں ورلڈ کپ میں سخت حریف کون ہو گا؟

اس ایونٹ میں بھارت، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ سخت حریف ثابت ہوں گے۔ بھارت سے ایشیا کپ اور جنوبی افریقہ سے ان کے دیس میں ہم نے میچز کھیلے ہیں اور آسٹریلیا میں ہونے والے ورلڈ کپ سے قبل ہمیں میزبان ٹیم کے خلاف تین میچز کی سیریز بھی کھیلنی ہے، جس سے ہمیں وہاں کی کنڈیشنز اور میزبان ٹیم کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا اور اس کی بدولت ہمیں ان تینوں سخت حریفوں کے خلاف اپنی حکمت عملی ترتیب دینے میں مدد ملے گی۔ میں آسٹریلیا کی وکٹوں پر بھی اپنا روایتی کھیل پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

کسی کو کاپی کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

اپنے بلے بازی کے انداز میں کسی کو نقل کرنے کی کوشش نہیں کرتا البتہ موجودہ کرکٹ کے کھلاڑیوں میں سریش رائنا کا بیٹنگ انداز کافی لبھاتا ہے، تاہم خواہش ہے کہ پاکستان کے نامور اوپنر سابق ٹیسٹ کرکٹر سعید انور کے ساتھ کچھ عرصہ کام کروں تاکہ بیٹنگ مزید نکھر جائے اور میں بھی سعید انور کی طرح پاکستان کے لیے کئی عالمی ریکارڈز بنا سکوں۔

کس بالر کو کھیلنے کی تمنا ہے؟

انٹرنیشنل کرکٹ میں جنوبی افریقی فاسٹ بالر ڈیل اسٹین کو کھیلنا بھی میرے لئے ایک خواب ہے اور چاہتا ہوں کہ اس کی تعبیر جلد ملے۔

قومی ٹیم میں آپ کی شمولیت کی باتیں کی جا رہی ہیں؟

اس بارے میں فی الحال نہیں جانتا لیکن یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ اگر اتنی بڑی ذمہ داری کے لیے مجھ پر اعتماد کیا گیا تو سلیکٹرز سمیت قوم کو مایوس نہیں کروں گا۔ میں اپنے والدین، کوچز، اقبال قاسم، ڈاکٹر جمیل اور دیگر کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے میری قدم قدم پر رہنمائی کی۔

سمیع اسلم
PAKISTAN

ٹیسٹ میچ کھیلنے کا تجربہ ہمیشہ یاد
رہے گا...... گرانٹ فلاور
Bata
OLD MUTUAL
NatWest

اس کی انگلش کاؤنٹی کرکٹ میں شاندار کارکردگی کو دیکھتے ہوئے چیئرمین آف سلیکٹرز ایلسٹر کیمبل کا کہنا تھا کہ گرانٹ فلاور کو ورلڈ کپ 2011 میں بھی شرکت کرنا چاہیے لیکن زمبابوے کی کرکٹ فیملی کے ایک اہم رکن نے کرکٹ کھیلنے کے بجائے کوچنگ کے شعبے کو اپنا لیا اور کرکٹ کے میدانوں کو خیرباد کہہ گیا۔ زمبابوے کے سرفہرست کھلاڑیوں اور کرکٹ بورڈ کے درمیان تنازع کے باعث گرانٹ فلاور نے درحقیقت 2004 میں ہی کھیل سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کردیا تھا۔ اس نے انگلینڈ میں ایسیکس کاؤنٹی کی جانب سے کھیلتے ہوئے اس بات کی کوشش بھی کہ وہ انگلینڈ کی جانب سے کھیلنے کے لیئے کوالیفائی کرلے لیکن چھ سال کی سخت محنت کے بعد بھی اس کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی تو اس نے حیران کن طور پر ایک مرتبہ پھر زمبابوے کی جانب سے کھیلنے کی ہامی بھرلی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

اکتوبر 2010 میں جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز میں گرانٹ فلاور کی واپسی ہوئی لیکن یہ قیام صرف دو ون ڈے میچوں تک ہی محدود رہا۔ وہ انگلینڈ سے بہت اچھی فارم کے ساتھ واپس آیا تھا لیکن ان دو میچوں میں صرف 13 اور 22 رنز ہی بنا سکا اور یوں اس کا 221 میچوں پر مشتمل کیریئر اپنے اختتام کو پہنچ گیا جس کے دوران اس نے 6 سنچریوں اور 40 نصف سنچریوں کی مدد سے 6571 رنز 33.52 کی اوسط سے بنائے اور 40.62 کی اوسط سے 104 وکٹیں بھی حاصل کیں جبکہ عمدہ فیلڈنگ کرتے ہوئے 86 کھلاڑیوں کو کیچ بھی کیا۔ کیریئر کے دوران 67 ٹیسٹ میچوں میں 29.54 کی معمولی اوسط سے 3457 رنز اس کی اصل اہلیت سے کہیں کمتر کارکردگی تھی لیکن 43 کیچ اور 25 وکٹیں اس بات کی گواہ تھیں کہ وہ اس طرز کی کرکٹ میں بھی آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ بیٹسمین کے طور پر اس نے کھیل کے بلند تر معیار پر 6 سنچریاں اور 15 نصف سنچریاں اسکور کی تھیں۔ فرسٹ کلاس کرکٹ میں دس ہزار سے زائد رنز اسکور کرنے والے آل راؤنڈر نے کھیل سے عملی طور پر علیحدگی کے بعد زمبابوے کے بیٹنگ کوچ کا عہدہ بھی سنبھالا لیکن اس کی اصل حیثیت ایک کرکٹر کی تھی جو ختم ہوگئی۔ گرانٹ فلاور کی بدقسمتی رہی کہ اسے بورڈ کے ساتھ تنازعات کی وجہ سے قبل از وقت کرکٹ سے الگ ہوکر کافی نقصان اٹھانا پڑا لیکن وہ اس بات پر بھی خوش ہے کہ اسے اپنے ملک کی طویل عرصے تک نمائندگی کا موقع مل گیا۔ زمبابوے کے سابق کھلاڑی سے کیا جانے والا ایک تازہ انٹرویو قارئین کی نذر ہے، جس میں اس نے کھیل اور زندگی کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

کیریئر کے پہلے ٹیسٹ میچ کے متعلق کچھ بتائیں کہ اس وقت کیا احساسات تھے جب یہ اہم لمحہ آیا؟

اپنے کیریئر کا پہلا ٹیسٹ لازمی سی بات ہے کہ بہت یادگار اور اسے کھیلنے کا احساس بڑا بلند ہوتا ہے۔ ایک طرح سے آپ کے لیئے یہ ایک فخریہ لمحہ ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس اولین آزمائش سے قبل رات کو ہماری ٹیم کو ایک عشائیہ دیا گیا تھا۔ یہ ان تمام افراد کے لیئے ایک قابل فخر موقع تھا جو خود کو مطمئن محسوس کر رہے تھے کہ ان کی محنت ضائع نہیں ہوئی اور انہوں نے اپنا وہ مقصد حاصل کرلیا جس کی انہیں تمنا تھی۔

کہتے ہیں کہ آپ اپنے پہلے ٹیسٹ میچ میں کھیلتے ہوئے کافی گھبراہٹ میں مبتلا تھے؟

یہ بات درست ہے کہ میں اپنا پہلا ٹیسٹ کھیلتے ہوئے بہت نروس تھا حالانکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اس سے پہلے کافی سخت محنت اور پریکٹس کی تھی اور اس آزمائش پر اترنے کے لیئے پوری طرح تیار تھا۔ مجھے اس میچ میں وہ تجربہ بھی یاد ہے جب میں نے پہلی بار بھارت کے فاسٹ بالر کپیل دیو کا سامنا کیا تھا جس کا شمار اس وقت دنیا کے بہترین بالرز میں کیا جاتا تھا۔ ہم نے بھارت کو تقریباً فالوآن کا شکار کردیا تھا لیکن سنجے منجریکر بہت اچھی اننگ کھیل گیا جس کی وجہ سے ہم ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ کچھ بھی ہو یہ ٹیسٹ میچ کھیلنے کا ایک ایسا تجربہ تھا جو مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔

بیٹنگ کے دوران آپ کو کس کے ساتھ کھیل کر لطف حاصل ہوتا تھا؟

میں نے ہمیشہ اپنے بھائی اینڈی کے ساتھ کھیل کر بھرپور لطف حاصل کیا۔ میں نے اس سے کھیل کے بارے میں بہت کچھ سیکھا اور ہم دونوں ایک ساتھ کھیلتے ہوئے بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے کھیل کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے جس کی وجہ سے ہمیں وکٹوں کے درمیان دوڑنے میں بھرپور مدد مل جاتی تھی۔

سب سے مایوس کن لمحہ کون سا تھا جسے آپ بھول نہیں سکے؟

وہ بڑا افسوسناک دن تھا جب ہمارا ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے کا حق ہم سے چھین لیا گیا۔ اگر دیکھا جائے تو دونوں فریقین کی غلطیاں تھیں اور اس کے ذمے دار صرف کھلاڑی ہی نہیں کرکٹ بورڈ بھی تھا لیکن اس کا نقصان صرف کھلاڑیوں کو اٹھانا پڑا۔ خیر اب تو وہ سب کچھ تاریخ کا حصہ بن گیا اور ہر شخص آگے بڑھ چکا ہے۔ زمبابوے کی موجودہ ٹیم میں بھی کافی صلاحیت ہے اور امید یہی ہے کہ ہم اس کی بنیاد پر اپنی کرکٹ کی عمارت کو دوبارہ تعمیر کرسکتے ہیں۔

کیا آپ کو انگلینڈ کے خلاف ون ڈے سیریز یاد ہے جس میں زمبابوے نے شاندار کامیابی حاصل کی تھی؟

میرا خیال ہے کہ وہ ونڈے سیریز میری یادوں میں سب سے بلند رہے گی جب ہم نے اپنے ہی ملک میں انگلینڈ کو 3-0 کے واضح فرق سے ٹھکانے لگا دیا تھا۔ یہ ہمارے لیئے بہت اچھی سیریز تھی جس سے پہلے ڈیوڈ لائیڈ کا یہ کہنا تھا کہ انگلش ٹیم ہمیں ذبح کرکے رکھ دے گی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس نے یہ تبصرہ کرکے بہت بڑی غلطی کی تھی کیونکہ ہمارے بارے میں اس طرح کے تبصرے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی اس بات نے ہمارے اندر ایک جوش اور جذبہ پیدا کردیا اور نفسیاتی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ ہمارے لیئے کوئی بری بات ثابت نہیں ہوئی۔

جن فاسٹ بالرز کا آپ نے سامنا کیا ان میں سب سے خطرناک کون تھا؟

جن فاسٹ بالرز کا میں نے سامنا کیا ان میں پاکستان کا شعیب اختر واضح طور پر سب سے تیز اور خطرناک فاسٹ بالر تھا۔ اگرچہ کہ وسیم اکرم اور وقار یونس کو بہت زیادہ تیز نہیں کہا جاسکتا مگر ان کی رفتار بھی کم ہرگز نہیں تھی۔ وہ دونوں اور جنوبی افریقہ کا ایلن ڈونالڈ عظیم بالرز میں سے ایک تھے جو اپنے دن مدمقابل کو آسانی سے کھیلنے نہیں دیتے تھے اور اپنی رفتار کے علاوہ سوئنگ کی بدولت اپنی موجودگی کا پتہ دیتے تھے۔

کیا وسیم اکرم سب سے عمدہ بالر تھا جس کا آپ نے سامنا کیا؟

میں نے جن بالرز کے خلاف بیٹنگ کی ان میں وسیم اکرم سب سے بہترین بالر تھا، اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وہ سب سے عمدہ ہی نہیں سب سے مشکل بالر بھی تھا جس کے پاس سوئنگ کے علاوہ ریورس سوئنگ کی صلاحیت بھی تھی اور اسی وجہ سے وہ سامنا کرنے کے لیئے سخت مشکل بالر تھا۔

کیا آپ نے بہت کم عمری سے زمبابوے کی جانب سے ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے کے خواب دیکھے تھے؟

جب میری نشونما ہو رہی تھی تو میں نے فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلنے کے خواب تو ضرور دیکھے تھے جبکہ میری یہ بھی تمنا تھی کہ میں کاؤنٹی کرکٹ کھیلوں۔ اس زمانے میں میرے ہیروز ویوین رچرڈز، گریم ہک، بیری رچرڈز اور ڈیوڈ ہاؤٹن ہوا کرتے تھے جن سے میں نے بہت سیکھا بھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ان کھلاڑیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ کھلاڑی تھے لیکن میں نے یہاں ان میں سے چند کا نام لیا ہے۔

کرکٹ کھیلنے کے بعد آپ کو کوچنگ کا خیال کیسے آیا؟

میں نے بیس سال تک انٹرنیشنل اور فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلی لیکن پھر ایک ایسے اسٹیج پر پہنچ گیا جہاں مجھے اس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ میں کل وقتی کوچ کی حیثیت سے کام کروں یا پھر کھیلنا جاری رکھوں۔ میرا جسم بھی میرا ساتھ دے رہا تھا اور میں مکمل طور پر فٹ بھی تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں ابھی کچھ عرصے مزید کھیل سکتا ہوں لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں اب دباؤ سے آزاد ہونا چاہتا تھا جس کا میں نے کھیلتے ہوئے کافی حد تک سامنا کیا تھا۔ یہی سوچ کر میں نے کوچنگ کے شعبے میں طبع آزمائی کا فیصلہ کرلیا۔ اس وقت زمبابوے میں کافی نئے کھلاڑی بھی ابھر کر سامنے آئے تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کا راستہ روکوں۔ ظاہری بات ہے کہ کوئی کھلاڑی ہمیشہ ہی کرکٹ نہیں کھیل سکتا ہے اسے یہ میلہ چھوڑ کر بھی جانا پڑتا ہے اور میں بھی کھلاڑی سے کوچ کے روپ میں ڈھل گیا۔

کرکٹ کیریئر کے دوران وہ کون سا لمحہ تھا جو آپ کے لیئے بہت یادگار رہا، کیا آپ اس کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

ٹیسٹ کرکٹ میں پہلی فتح ہم سب کے لیئے ایک اہم ترین لمحہ تھا۔ پاکستان کی ٹیم کو ہرانا ہمارے لیئے بہت بڑی کامیابی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ وسیم اکرم کی جانب سے اس میچ میں مجھے باؤنسرز کے علاوہ بدزبانی کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔ اس میچ کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ ہم نے مدمقابل ٹیم کو فالوآن پر مجبور کردیا تھا اور یہی وہ وقت تھا جب ہم نے انہیں طاق میں سجا دیا تھا۔ اگر ہم انہیں دوبارہ بیٹنگ پر مجبور نہ کرتے تو ممکن ہے کہ کہانی اس سے یکسر مختلف ہوتی اور اس میچ کا منظر ہی بدل کر رہ جاتا۔ جب اینڈی فلاور بیٹنگ کے لیئے میدان میں داخل ہوا تو ہماری ٹیم بہت زیادہ مشکل میں تھی اور 42 رنز پر تین وکٹیں گنوا کر ہم بری طرح دباؤ کا شکار تھے۔ اینڈی نے ان کے ہر حملے کا بروقت جواب دیا اور میں نے دوسرا اینڈ سنبھالے رکھا۔ ڈبل سنچری بنا کر میں نے پاکستان کے خلاف فتح کو یقینی بنایا، وہ میرا سب سے پسندیدہ ٹیسٹ میچ بھی تھا۔

کیا آپ کو واقعی اس کھیل سے بہت زیادہ پیار تھا؟

جی ہاں.... مجھے اس کھیل سے بے پناہ محبت تھی اور میری کوشش یہ ہوتی تھی کہ اپنا سب کچھ اس کھیل میں جھونک کر کامیابی کی راہیں ہموار کردوں۔ یہی وجہ تھی کہ میں جب بھی کھیلنا چاہتا تو میں خود کو ممکنہ حد تک موقع دیتا تھا۔ میں نے اس کھیل میں بہت اچھا وقت گزارا ہے اور مجھے اس بات کی خوشی بھی ہے کہ میں نے اتنے عرصے تک زمبابوے کے لیئے کرکٹ کھیلی۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے اپنے ملک کی جانب سے دوسو سے زائد ون ڈے انٹرنیشنل میچز کھیلے۔ بہت کم ہی لوگ ایسے ہیں جو فخر کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جنوبی افریقہ کے خلاف کیلمسفورڈ پر ورلڈکپ کے میچ میں کامیابی میں اپنا اہم کردار نبھایا تھا۔ میں نے ورلڈ سیریز کے ایک میچ میں انگلینڈ کے خلاف سڈنی میں بھی اپنے عمدہ کھیل کی بدولت مین آف دی میچ کا ایوارڈ حاصل کیا تھا۔

ایک کوچ کے طور پر اس کھیل میں آپ نے کیا سیکھا ہے؟

کوچ کی حیثیت سے میں نے یہ بات سیکھی ہے کہ لوگوں کو کس طرح برتا جاتا ہے۔ کرکٹ کے کھیل میں مین مینجمنٹ بہت ہی اہم چیز ہے جس کے باعث آپ یہ جان سکتے ہیں کہ کھلاڑیوں کے ساتھ کس طرح ڈیل کرنا ہے، لوگوں سے کس طرح بات چیت کرنا ہے اور کھیل کی صورت حال کو اچھی طرح کیسے سمجھا جاتا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ جتنا آپ لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے اور بات کرتے ہیں اتنا ہی زیادہ سیکھ سکتے ہیں۔ یہ چیز آپ کو ایک بہتر راہ پر گامزن کردیتی ہے۔

آپ کے دور کی سب سے اچھی زمبابوین ٹیم کون سی تھی؟

ہماری وہ ٹیم سب سے اچھی ون ڈے سائیڈ تھی جس نے 1999 کے عالمی کپ میں شرکت کی۔ ہم نے اس ٹورنامنٹ میں بہت عمدہ کھیل کا مظاہرہ کیا تھا اور کوارٹر فائنل تک رسائی حاصل کی تھی۔

موجودہ ٹیم کی ایک روز کامیابی اور اگلے روز ناکامی کی کیا وجہ ہے؟

موجودہ ٹیم میں صلاحیت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اس میں ایسے کھلاڑی موجود ہیں جو کافی عرصے سے کرکٹ کھیل رہے ہیں اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس ٹیم میں ناتجربہ کاری ہے۔ میرا خیال ہے کہ کھلاڑیوں کو ذہنی طور پر مضبوطی درکار ہے اور انہیں دباؤ کا سامنا کرنے کی عادت ڈالنا ہوگی۔ ان کھلاڑیوں کی ذہنی مضبوطی کی طرف توجہ درکار ہے اور یہ صرف تکنیک اور ذہنی استعداد کے درمیان توازن کا معاملہ ہے۔ ہمیں اپنی غلطیوں سے سیکھنے کی ضرورت ہے اور کوشش یہی ہونا چاہیے کہ ہم اپنی مضبوطی کے ساتھ کھیلتے رہیں کیونکہ اسی طرح کامیابی کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔

زمبابوے کو اپنے کئی اہم کھلاڑیوں سے محرومی کا صدمہ بھی اٹھانا پڑا؟!

میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت بڑا نقصان تھا کہ گریم ہک اور کیون کرن جیسے اہم کھلاڑی زمبابوے کی ٹیسٹ کرکٹ میں نمائندگی سے محروم رہے مگر خیر زندگی اسی طرح چلتی رہتی ہے کیونکہ اسی طرح میں اور میرا بھائی اینڈی اور بہت سارے دوسرے کھلاڑی ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل کرکٹ نہیں کھیل سکے۔ کھیل میں تو یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔

آپ کو اپنے بھائی اینڈی کے ساتھ بیٹنگ کرتے ہوئے سب سے زیادہ لطف کیوں حاصل ہوتا تھا حالانکہ آپ تو اور بھی بہت سارے کھلاڑیوں کے ہمراہ کھیلے ہیں؟

میں الیسٹر کیمبل کے ساتھ بھی کافی میچ کھیلا ہوں لیکن مجھے سب سے زیادہ لطف اینڈی کے ساتھ کھیل کر حاصل ہوتا تھا کیونکہ میری اس کے ساتھ ہم آہنگی بہت اچھی تھی۔ کیمبل بھی کرکٹ کے بہترین ذہن کا مالک تھا۔ مرے گڈون، ہیتھ اسٹریک اور نیل جانسن بھی بہت عمدہ کھلاڑی تھے جن کے ہمراہ کھیلنا ایک شاندار اور خوش گوار تجربہ ہوتا تھا۔ مجھے ان میچوں میں کھیل کر بھی بہت لطف حاصل ہوتا تھا جن میں مجھے دوسرے ممالک کے کرکٹرز کے ساتھ کھیلنے کا موقع ملتا تھا۔ میں نے اس کھیل کے ہر لمحے کا بھرپور مزہ لیا ہے اور میں گزرے ہوئے برسوں کی اکثر باتوں کو بھلا نہیں سکتا۔

یونس خان چوتھی اننگز میں ہزار رنز بنانے والے پہلے پاکستانی کرکٹر بن گئے

ٹیسٹ مقابلوں میں چوتھی اننگز کو بلے بازوں کے لیے سب سے مشکل معرکہ سمجھا جاتا ہے۔ چند روز تک دونوں ٹیموں کے بلے بازوں کو آؤٹ کرنے کے بعد پچ اس حد تک اکھڑ اور ادھڑ چکی ہوتی ہے کہ اسپنرز اس کا فائدہ اٹھا کر

چوتھی اننگز میں سب سے زیادہ اوسط

بیٹسمین	میچز	اننگز	رنز	بہترین	اوسط	100	50
یونس خان	30	25	1015	131*	59.70	4	5
جیفری بائیکاٹ	36	34	1234	128*	58.76	3	7
سنیل گاوسکر	34	33	1398	221	58.25	4	8
گریم اسمتھ	36	35	1504	154*	57.84	4	9
گورڈن گرینج	41	38	1383	214*	53.19	3	6
رکی پونٹنگ	55	42	1454	156	51.92	4	6
مہیلا جیاوردنے	38	29	1006	123	50.30	3	5
میتھیو ہیڈن	39	39	1287	101*	49.50	1	9
گراہم گوچ	30	29	1121	133	44.84	3	5
ڈیسمنڈ ہینز	45	45	1092	112*	43.68	2	4

کسی بھی بلے باز کو نچا سکتے ہیں۔ لیکن اس صورتحال میں کہ جب ٹیم ایک ہدف کی جانب گامزن ہو اور صورتحال حریف ٹیم کے لیے سازگار ہو، بہت کم بلے باز ایسے ہوتے ہیں جو ٹک پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کرکٹ کی تاریخ میں آج تک ایک بھی ایسا بلے باز پیدا نہیں ہوا جس نے میچ کی چوتھی اننگز میں محض پانچ سنچریاں اسکور کی ہوں اور اسی اننگز میں ایک ہزار رنز بنانے والے بلے باز بھی محض 21 ہیں۔ جن میں تازہ ترین اضافہ پاکستان کے یونس خان کا ہے۔ گال ٹیسٹ میں اگر یونس دوسری اننگز میں 13 رنز اور بنا لیتے تو وہ میچ کی چوتھی اننگز میں پانچ سنچریاں بنانے والے دنیا کے پہلے بلے باز بن جاتے گو کہ گال میں پہلا ٹیسٹ پاکستان ناقص بلے بازی کی وجہ سے ہار گیا، لیکن دوسری اننگز میں یونس خان نے 87 رنز بنا کر اس اہم سنگ میل کو عبور کیا یعنی پاکستان کی جانب سے چوتھی اننگز میں ایک ہزار رنز بنانے والا پہلا بلے باز۔ ساتھ ساتھ ان کا اس اننگز کا اوسط بھی دنیا کے تمام کھلاڑیوں سے زیادہ ہو گیا۔ اگر کم از کم ایک ہزار ٹیسٹ رنز بنانے کو معیار قرار دیا جائے تو چوتھی اننگز میں یونس خان کا اوسط 59.70 دنیا کے تمام بلے بازوں سے زیادہ ہے۔ یونس خان نے انگلستان کے عظیم کپتان جیفری بائیکاٹ کے چوتھی اننگز کے اوسط 58.76 کو عبور کیا۔ اس فہرست میں بائیکاٹ کے علاوہ ماضی کے عظیم بلے بازوں سنیل گاوسکر اور گورڈن گرینج کے نام بھی شامل ہیں۔

87 رنز کی اسی اننگز کے دوران یونس خان ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں چوتھی اننگز میں ایک ہزار رنز بنانے والے دنیا کے 21 ویں اور پاکستان کے پہلے بلے باز بنے۔ پاکستان کے کسی بھی بلے باز کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا۔ دوسرے نمبر پر انضمام الحق ہیں جنہوں نے 39.40 کی اوسط سے 867 رنز بنائے تھے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک مختصر فہرست یہاں پیش کر رہے ہیں۔

☆☆☆

چوتھی اننگز میں زیادہ رنز بنانے والے پاکستانی بیٹسمین

بلے باز	میچز	اننگز	رنز	بہترین	اوسط	100	50	صفر
یونس خان	30	25	1015	131*	59.70	4	5	5
انضمام الحق	39	30	867	138*	39.40	1	6	2
محمد یوسف	30	25	817	88*	43.00	0	6	1
جاوید میانداد	36	22	816	103*	54.40	2	5	1
معین خان	24	17	514	117*	36.71	1	3	1
توفیق عمر	22	22	511	88	28.38	0	3	2
محمد حفیظ	18	18	503	102*	38.69	1	2	0
عمران فرحت	20	20	482	67	25.36	0	4	0
سعید انور	15	14	454	77	34.92	0	6	2
سلیم ملک	30	21	448	155	28.00	1	0	2

بریٹ لی انگریز کے ہاتھوں کلین بولڈ، ریٹائرمنٹ کا اعلان کردیا

اور بالآخر ایک سال بعد دنیائے کرکٹ کے ایک اور برق رفتار گیند باز نے میدان چھوڑ دینے کا فیصلہ کرلیا اور "تیز ترین بالر" کی جنگ جو تقریباً ایک دہائی جاری رہی بالآخر دونوں طرف سے ہتھیار ڈال دینے کے بعد اختتام کو پہنچی جی ہاں، آپ درست سمجھے ہیں آسٹریلیا کے مایہ ناز کھلاڑی بریٹ لی نے بین الاقوامی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر

کیرئیر بیٹنگ اور فیلڈنگ							
فارمیٹ	میچ	اننگز	رنز	بہترین	اوسط	50	کیچ
ٹیسٹ	76	90	1451	64	20.15	5	23
اوڈی آئی	221	110	1176	59	17.81	3	54
ٹی ٹوئنٹی	25	12	101	43*	16.83	0	6

دیا۔ 35 سالہ ستمبر میں ہونے کے رکھتے تھے لیکن دورے میں ہونے باعث انہوں نے انہیں نوجوان بالرز دینی چاہیے۔ وہ

بریٹ لی پہلے رواں سال والی ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 بعد ریٹائرمنٹ کا ارادہ انگلستان کے مایوس کن والی پنڈلی کی تکلیف کے فیصلہ کیا ہے کہ کے لیے جگہ چھوڑ فارمیٹ آسٹریلیا کی ٹیسٹ

جانب سے سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے والے گیند بازوں میں اپنے پرانے ساتھی گلین میک گرا کے برابر رہے، دونوں نے ملک کی جانب سے 380 حریف بلے بازوں کو شکار بنایا تاہم میک گرا کی کیریئر وکٹیں زیادہ ہیں کیونکہ انہوں نے آئی سی سی ورلڈ الیون کی جانب سے ایک وکٹ حاصل کر رکھی ہے یوں ان کی کل وکٹوں کی تعداد 381 بنتی ہے بریٹ لی نے فروری 2010 میں ہی ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا تھا لیکن وہ محدود اوورز کی طرز کی کرکٹ میں آسٹریلیا کی نمائندگی کرتے رہے۔ ڈرہم میں انگلستان کے خلاف ایک میچ کے دوران پنڈلی زخمی ہو جانے کے بعد وہ وطن واپس لوٹے اور سڈنی کرکٹ گراؤنڈ میں ایک اجلاس کے دوران ریٹائرمنٹ کا باضابطہ اعلان کیا۔ 1999 میں بھارت کے خلاف باکسنگ ڈے ٹیسٹ یعنی 26 دسمبر کو شروع ہونے والے روایتی ٹیسٹ مقابلے سے اپنے کیریئر کا آغاز کرنے والے بریٹ لی بین الاقوامی کرکٹ کی تاریخ میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے والے گیند بازوں میں شمار ہوتے ہیں اور اس فہرست میں ان کا نمبر دسواں ہے۔ اپنے تقریباً 13 سالہ کیریئر میں انہوں نے تینوں طرز کی کرکٹ میں 718 وکٹیں حاصل کیں۔ وہ 2003 کے عالمی کپ فاتح دستے کا بھی حصہ تھے اور تین مرتبہ ایشیز جیتنے والی ٹیم کا بھی لیکن ان کے کیریئر کا اختتام بہت ہی بری صورتحال میں ہوا کہ آسٹریلیا کو انگلستان کے ہاتھوں ون ڈے سیریز میں 0-4 کی ذلت آمیز شکست ہوئی۔ تیز گیند بازی کے شعبے میں مستقبل میں اپنے جانشینوں کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے خصوصی طور پر 19 سالہ پیٹ کمنز کا ذکر کیا، جو اپنے مختصر سے کیریئر میں متعدد مرتبہ زخمی ہو چکے ہیں البتہ لی کا کہنا تھا کہ وہ بہت باصلاحیت کھلاڑی ہے، اگر 19 سال کی عمر میں مجھ میں اتنی صلاحیت ہوتی تو میں لاکھوں ٹیسٹ وکٹیں لے چکا ہوتا۔ بریٹ لی کی اپنے کیریئر کے ابتدائی ایام میں پاکستان کے شعیب اختر کے ساتھ بڑی مسابقت رہی ہے اور دونوں دنیا کے تیز ترین گیند باز بننے کے لیے بے قرار تھے لیکن دونوں کو بارہا زخمی ہونے نے چین لینے ہی نہ دیا گو کہ زخمی ہونے میں بریٹ لی شعیب اختر کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن اس کے باوجود وہ متعدد بار گھٹنے، پنڈلی، کہنی، پہلو اور پیر کی تکلیف کا شکار ہوئے یہاں تک کہ 2007 کا عالمی کپ بھی نہ کھیل پائے جہاں آسٹریلیا نے دوسری مرتبہ اپنے اعزاز کا دفاع کرتے ہوئے مسلسل تیسری دفعہ عالمی اعزاز حاصل کیا۔ انہوں نے تیز سے تیز تر ہونے کی اس دوڑ کو تسلیم کیا کہ ہو سکتا ہے کہ میں نے کچھ پاگل پن دکھایا ہو اور اپنے جسم پر بے جا بوجھ ڈالا ہو لیکن آپ کو اپنی صلاحیتوں کے مکمل اظہار کے لیے آخری حد تک جانا ہوتا ہے لیکن ایک بات واضح ہے کہ پنڈلی کے پٹھے کی موجودہ انجری جس شدت کی ہے جو مجھے 20 سالہ کرکٹ کیریئر میں نہیں ہوئی۔ البتہ ان کا کہنا تھا کہ وہ لیگ کرکٹ کے لیے اب بھی دستیاب ہیں اور بگ بیش لیگ اور انڈین پریمیئر لیگ بدستور کھیلیں گے۔ بریٹ لی نے پہلا ٹیسٹ بمقابلہ

بالنگ						
گیندیں	رنز	وکٹیں	بہترین	اوسط	4w	5w
16531	9554	310	5/30	30.81	17	10
11185	8877	380	5/22	23.36	14	9
545	714	28	3/23	25.50	0	0

بھارت میلبورن 26 تا 30 دسمبر 1999 جبکہ آخری ٹیسٹ بمقابلہ جنوبی افریقہ 26 تا 30 دسمبر 2008 اور پہلا ون ڈے انٹرنیشنل بمقابلہ پاکستان 9 جنوری 2000 اور آخری ون ڈے انٹرنیشنل بمقابلہ انگلینڈ 7 جولائی 2012 جبکہ پہلا ٹی ٹوئنٹی بمقابلہ نیوزی لینڈ آکلینڈ 17 فروری 2005 اور آخری ٹی ٹوئنٹی بمقابلہ ویسٹ انڈیز برج ٹاؤن 30 مارچ 2012 کو کھیلا۔

بریٹ لی کا کیریئر

8 نومبر: 1976 نیو ساتھ ویلز کے شہر ولوگونگ میں پیدا ہوئے

:1999 انڈیا کے خلاف اپنے پہلے ٹیسٹ میں 47 رنز دے کر 5 کھلاڑی آؤٹ کیے

:2003 عالمی کپ کے فائنل میں انڈیا کے خلاف دو وکٹ حاصل کیے۔ آسٹریلیا نے یہ فائنل 125 رنز سے جیت لیا

:2006 وزڈن کرکٹر آف دی ایئر قرار دیے گئے

:2006 آئی سی سی کی ٹیسٹ اور ایک روزہ میچوں کی ٹیم میں منتخب ہوئے

:2007 اس ٹیم میں شامل تھے جس نے انگلینڈ کو ایشز سیریز میں پانچ صفر سے شکست دی

:2008 آسٹریلیا کے سال کے سب سے بہترین کرکٹر قرار پائے اور ایلن بارڈر میڈل حاصل کیا

بریٹ لی فاسٹ بولنگ کی پہچان تھے، شعیب اختر

شعیب اختر نے رفتار میں اپنے قریب ترین حریف آسٹریلوی اسٹار بریٹ لی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ بریٹ لی فاسٹ بولنگ کی پہچان تھے شعیب اختر نے کہا ہے کہ بریٹ لی شدید تکلیف کے باوجود کھیلتے رہے اور عمدہ کارکردگی سے ٹیم کی فتوحات میں کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔

بھارتی کرکٹر سنیل جوشی ریٹائر ہو گئے......

(بیٹنگ)

فارمیٹ	Mat	Inns	NO	Runs	HS	Ave	100	50
Tests	15	19	2	352	92	20.70	0	1
ODIs	69	45	11	584	61*	17.17	0	1

بھارتی کرکٹر سنیل جوشی نے باضابطہ طور پر انٹرنیشنل اور فرسٹ کلاس کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا 42 سالہ سنیل جوشی نے کہا کہ عالمی سطح پر ملک کی نمائندگی ان کے لیے اعزاز کی بات ہے، نوجوان کھلاڑیوں کو ملک کی نمائندگی کا موقع دینے کے لیے انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے سنیل جوشی نے 1996 سے 1999 تک بھارت کی طرف سے 15 ٹیسٹ اور 69 ایک روزہ میچز کھیلے۔ دل میں کرکٹ کے شوق کی آگ لئے سنیل جوشی اپنے اسکول کے ایام میں 40 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے پریکٹس کیلئے جاتے تھے۔ 1995.96 میں اپنی آرتھوڈکس لیفٹ آرم اسپن بالنگ کی بدولت وہ سلیکٹرز کی نگاہوں میں سما چکے تھے۔ اسی سیزن میں رانجی ٹرافی میں انہوں نے ڈبل یعنی 50 وکٹیں اور 500 رنز کیے تو بھارتی ٹیم کے ہمراہ انگلینڈ روانگی کا ٹکٹ انعام میں انہیں ملا۔ لیکن بدقسمتی سے انگلی کے فریکچر نے انہیں ٹیسٹ ڈیبیو پر بغیر کوئی وکٹ لئے ہی وطن واپسی پر مجبور کر دیا۔ سنیل جوشی کا ایک روزہ کرکٹ میں جنوبی افریقہ کے خلاف 5-6-6-10 کا اسپیل انہیں آج بھی یاد ہے۔ سنیل بندا چاریہ جوشی نے 6 جون 1970 کو کرناٹک میں جنم لیا بھارت کے علاوہ بیڈفورڈ شائر اور رائل چیلنجر بنگلور کی نمائندگی بھی کی۔ سنیل جوشی کا کیریئر 1996 سے 2000 تک چار سال کے عرصے پر محیط ہے۔ بنگلہ دیش کے خلاف ڈھاکہ میں نومبر

بالنگ اور فیلڈنگ

فارمیٹ	Balls	Runs	Wkts	BBI	Ave	4w	5w	Ct
Tests	3451	1470	41	5/142	35.85	1	1	7
ODIs	3386	2509	69	5/6	36.36	1	1	19

سنیل جوشی کی ہر ملک کیخلاف کارکردگی (ٹیسٹ)

بمقابلہ	Mat	Inns	NO	Runs	HS	Ave	100	50
آسٹریلیا	1	1	0	23	23	23.00	0	0
بنگلہ دیش	1	1	0	92	92	92.00	0	1
انگلینڈ	1	2	0	24	12	12.00	0	0
نیوزی لینڈ	2	2	0	19	19	9.50	0	0
پاکستان	1	2	1	33	25*	33.00	0	0
جنوبی افریقہ	3	6	0	50	16	8.33	0	0
ویسٹ انڈیز	4	4	1	84	43	28.00	0	0
زمبابوے	2	1	0	27	27	27.00	1	0

سنیل جوشی کی ہر ملک کیخلاف کارکردگی (ون ڈے انٹرنیشنل)

50	100	BF	Ave	HS	Runs	NO	Inns	Mat	بمقابلہ
0	0	106	18.25	48	73	1	5	6	آسٹریلیا
-	-	-	-	-	-	-	-	1	بنگلہ دیش
-	-	-	-	-	-	-	-	2	انگلینڈ
0	0	6.00	6	6	6	0	1	1	کینیا
1	0	56	-	61*	61	1	1	3	نیوزی لینڈ
0	0	162	13.88	38*	125	1	10	15	پاکستان
0	0	122	14.50	24	116	3	11	14	جنوبی افریقہ
0	0	35	7.00	11	21	1	4	6	سری لنکا
0	0	64	25.00	25	50	2	4	8	ویسٹ انڈیز
0	0	102	18.85	25*	132	2	9	13	زمبابوے

2000 میں ان کی آلراؤنڈ پرفارمنس نے بھارت کو بنگلہ دیش کے خلاف نو وکٹوں سے فتح میں اہم کردار ادا کیا لیکن اس کے بعد اگلا ٹیسٹ کھیل کر وہ دوبارہ ٹیم واپس نہ آ سکے ڈھاکہ ٹیسٹ میں 92 رنز کی باری اس وقت کھیلی جبکہ بھارتی ٹیم 400 رنز پہلی اننگز میں بنگلہ دیش سے بنا چکی تھی اور 236 کے مجموعے پر چھ وکٹیں بھارت کی گر چکی تھیں جوشی نے گنگولی کے ہمراہ ساتویں وکٹ پر 121 رنز اور آٹھویں وکٹ پر اجیت اگرکار کے ہمراہ 60 رنز جوڑ کر ٹیم کا ٹوٹل 400 سے تجاوز کرایا جبکہ اس سے قبل وہ پانچ وکٹیں بھی میزبان ٹیم کی حاصل کر چکے تھے۔ بنگلہ دیش دوسری اننگز میں محض 91 رنز بنا سکی تو یہاں بھی 3/27 کی کارکردگی کے ساتھ وہ ٹاپ بالر تھے۔ اور اسی کارکردگی نے انہیں مین آف دی میچ کا حقدار بنایا۔ سنیل جوشی نے پاکستان کے خلاف واحد میچ چنئی میں کھیلا جو کہ ایک یادگار میچ بھی تھا اور یہاں پاکستان نے 12 رنز سے فتح حاصل کی تھی۔ پاکستان نے پہلی اننگز میں 238 رنز بنائے تھے۔ چھ وکٹیں کیلئے کولیں سنیل جوشی کوئی وکٹ حاصل نہ کر سکے 188 کے اسکور پر بھارت سات وکٹیں گنوا چکا تھا تو سنیل جوشی 25 ناٹ آؤٹ کی اننگز کھیل کر بھارت کا مجموعہ 254 تک لیجانے میں کامیاب رہے۔ پاکستان نے 286 رنز بنا کر بھارت کو 271 کا ہدف دیا سنیل جوشی نے سلیم ملک کی وکٹ حاصل کی۔ بھارتی ٹیم 258 رنز بنا سکی۔ سنیل جوشی 8 رنز بنا سکے۔ 26 ستمبر 1999 کو جب ایل جی کپ میں جنوبی افریقہ کی ٹیم 117 رنز پر ڈھیر ہوئی تو اس میں سنیل جوشی کی کیریئر بیسٹ بالنگ 5-6-6-10 بھی شامل تھی۔ پروٹیز ہی کے خلاف انہوں نے 12 مارچ 2000 کو جمشید پور میں 4/38 کی کارکردگی سے ٹیم کی چھ وکٹوں کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ انہیں اس میچ میں ون ڈاؤن کھیلنے کیلئے بھیجا گیا مگر یہ کھاتہ بھی نہ کھول سکے۔ سنیل جوشی کی بیٹنگ کے اصل جوہر گوہاٹی میں 14 نومبر 1999 کو دیکھنے میں ملے جبکہ نیوزی لینڈ کیخلاف 237 کے ہدف کے تعاقب میں بھارتی ٹیم 88 رنز پر چھ وکٹیں کھو چکی تھی اس مرحلے پر جوشی نے 56 گیندوں میں 61 رنز تین چھکوں اور دو چوکوں سے بنا کر میچ کو دلچسپ مرحلے میں داخل کیا مگر دوسرے اینڈ سے مدد نہ ملنے کے باعث ٹیم کو 48 رنز کی شکست سے نہ بچا سکے۔

☆☆☆

بالنگ

5	Econ	Ave	BBM	BBI	Wkts	Runs	Mdns	Overs	بمقابلہ
0	2.04	44.00	2/88	2/36	2	88	14	43.0	آسٹریلیا
1	2.66	21.12	8/169	5/142	8	169	13	63.3	بنگلہ دیش
0	1.76	30.00	3/60	2/38	5	150	33	85.0	نیوزی لینڈ
0	2.22	78.00	1/78	1/42	1	78	11	35.0	پاکستان
0	2.71	31.00	5/71	4/43	8	248	17	91.3	جنوبی افریقہ
0	2.75	30.09	6/136	3/57	11	331	28	120.1	ویسٹ انڈیز
0	2.96	67.66	4/184	2/68	6	406	30	137.0	زمبابوے

بالنگ

5	4	Ave	BBI	Wkts	Runs	Mdns	Overs	Mat	بمقابلہ
0	0	32.37	2/23	8	259	3	56.1	6	آسٹریلیا
0	0	-	-	0	31	0	7.0	1	بنگلہ دیش
0	0	30.00	2/36	3	90	1	19.0	2	انگلینڈ
0	0	-	-	0	24	3	10.0	1	کینیا
0	0	34.66	2/47	3	104	0	24.0	3	نیوزی لینڈ
0	0	49.00	2/29	11	539	9	121.2	15	پاکستان
1	1	28.20	5/6	20	564	7	122.0	14	جنوبی افریقہ
0	0	49.00	3/17	4	196	4	46.5	6	سری لنکا
0	0	77.33	2/30	3	232	2	54.0	8	ویسٹ انڈیز
0	0	27.64	3/40	17	470	4	104.0	13	زمبابوے

مارک رام پرکاش بھی ہر قسم کی کرکٹ سے علیحدہ ہو گئے......

غیر معمولی ٹیلنٹ اور کلاسیکل انگلش تکنیک کا مجموعہ اگر کسی کھلاڑی کو کہا جاسکتا ہے تو وہ مارک رام پرکاش ہے گریم ہک کے بعد انگلینڈ کو ان کے نعم البدل کی تلاش تھی اور ان کی نگاہ کا مرکز مارک رام پرکاش تھا وہ 17 سال کی عمر میں مڈل سیکس کا اسٹار کھلاڑی بن چکا تھا اسے انگلینڈ کی انڈر 19 ٹیم کا کپتان بنایا گیا مگر قومی ٹیم کی سلیکشن کیلئے پالیسیاں آڑے آرہی تھیں۔ ڈیوڈ لائیڈ اس کی صلاحیتوں کے معترف تھے رام پرکاش نے آسٹریلیا کے خلاف ہمیشہ اچھا کھیل پیش کیا اور 42 کی اوسط اس بات کا ثبوت بھی ہے۔ 2001 میں اوول میں 133 رنز کی باری جو کہ اس کی پہلی ٹیسٹ سنچری بھی تھی اس کے کیریئر کا بریک تھرو بھی تھی۔ تاہم کیوی ٹور میں اس کی غیر متاثر کن کارکردگی نے ناصر حسین اور ڈنکن فلیچر کو مجبور کردیا کہ اس کی جگہ کسی اور کو موقع دیا جائے۔ رام پرکاش کور اور بیڈ این پیڈ کا ایک ورلڈ کلاس کھلاڑی بھی رہا۔ سرے کی جانب سے اس کے 20 کاؤنٹی سیزن اس کی کامیابی سے بھرے ہوئے ہیں سو فرسٹ کلاس سنچریاں اس کریڈٹ پر موجود ہیں۔ مارک رام پرکاش نے 5 ستمبر 1969 کو (بوشے، ہرٹفورڈشائر) میں جنم لیا انہوں نے انگلینڈ، مڈل سیکس، سرے کی نمائندگی کیساتھیوں میں ان کا نک نیم، ریمپس، بلاڈیکس تھا ان کا بیٹنگ اسٹائل، سیدھے ہاتھ کے بلے باز اور بالنگ میں سیدھے ہاتھ کے آف بریک بالر تھے۔ پانچ فٹ پانچ انچ کی ہائیٹ رکھنے والے انگلش کھلاڑی نے ہیمون ہائی اسکول، ہاروویلڈ سکتھ فارم کالج سے تعلیم حاصل کی۔

مارک رام پرکاش کو 25 مئی 1991 کو ویسٹ انڈیز کے خلاف ون ڈے کیریئر آغاز کا موقع ملا جہاں اس نے *6 رن بنائے۔ اگلے میچ میں جو کہ دو دن بعد تھا وہ صفر پر ناٹ آؤٹ رہا جس کے بعد اسے تین سال بعد کیریبین ٹیم ہی کے خلاف موقع ملا 31 رنز اس دفعہ اس کے بیٹ سے جنم میں آئے جبکہ اگلے میچ میں 10 رنز وہ بنا سکا اور ایک مرتبہ پھر وہ ایک سال ٹیم سے باہر رہا۔ حیرت انگیز طور پر ایک سال بعد بھی اسے موقع ملا تو ٹیم ویسٹ انڈیز ہی مدمقابل تھی جہاں اس نے 32 رنز بنائے جبکہ اگلے میچوں میں 16 اور *29 کی باریاں کھیل سکا۔ تقریباً 8 ماہ کے وقفے کے بعد اسے جنوبی افریقہ کے ٹور میں ٹیم کا حصہ بنایا گیا تاہم وہ اپنی کارکردگی سے اتنا متاثر نہ کر سکا جہاں 1، 27 اور 32 کی باریاں ہی وہ کھیل سکا۔ اس دفعہ اسے تین سال بعد ٹیم میں واپس لایا گیا تو حریف ٹیم ویسٹ انڈیز ہی تھی۔ کیریبین جزائر میں وہ 29، 1 اور 51 کی اننگز ہی کھیل سکا اور ایک مرتبہ پھر ٹیم سے تین سال باہر بیٹھا رہا۔ اکتوبر 2001 میں

ٹیسٹ ڈیبیو، بمقابلہ ویسٹ انڈیز 6 تا 10 جون 1991 لیڈز
آخری ٹیسٹ، بمقابلہ انگلینڈ 30 مارچ تا 3 اپریل 2002 آکلینڈ
ون ڈے ڈیبیو، بمقابلہ ویسٹ انڈیز 25 مئی 1991 مانچسٹر
آخری ون ڈے، بمقابلہ انگلینڈ 13 اکتوبر 2001 بلاوایو
فرسٹ کلاس ڈیبیو، 1987
آخری میچ۔ سسیکس بمقابلہ سرے ہورشام 6 تا 9 جون 2012

ٹیسٹ ریکارڈز

بمقابلہ	میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	100	50
آسٹریلیا	12	24	2	933	133	42.40	1	6
بھارت	3	5	0	159	58	31.80	0	1
نیوزی لینڈ	7	11	1	204	69*	20.40	0	1
پاکستان	3	5	1	31	17	7.75	0	0
جنوبی افریقہ	7	12	1	262	67*	23.81	0	1
سری لنکا	2	3	0	95	53	31.66	0	1
ویسٹ انڈیز	16	29	1	591	154	21.10	1	1
زمبابوے	'2	3	0	75	56	25.00	0	1

بالنگ

فارمیٹ	گیندیں	رنز	وکٹیں	بہترین	اوسط
ٹیسٹ	895	477	4	1/2	19.25
اوڈی آئی	132	108	4	3/28	27.00
فرسٹ کلاس	4177	2202	34	3/32	64.76

اسے آخری مرتبہ انگلینڈ کی جانب سے زمبابوے کے ٹور میں موقع دیا گیا جہاں پانچ میچوں کی سیریز میں وہ 35، 6*، 47، 17 اور 6 کی باریاں کھیل کر دوبارہ ٹیم میں واپس نہ آ سکا۔

ٹیسٹ میچوں کی اگر بات کی جائے تو ویسٹ انڈیز کے خلاف اسے لیڈز میں جون 1991 میں موقع دیا گیا تو وہ 27، 27 کی اننگز کھیل سکا جبکہ اگلے ٹیسٹ میں بھی وہ 24 رنز کی اننگز کھیل پایا سلیکٹرز اس سے مایوس نہ تھے اور اگلے تین ٹیسٹ میں بھی اسے موقع ملا مگر وہ 13، 21، 29، 25 اور 25، 19 کی باریاں ہی کھیل سکا۔ اسی سال سری لنکا کی ٹیم انگلینڈ پہنچی تو لارڈز میں رام پرکاش کو موقع پھر ملا مگر اس ٹیسٹ میں کھاتہ بھی نہ کھول سکا۔ یہی نہیں اسے اگلے برس پاکستانی ٹیم کے خلاف برمنگھم میں پھر چانس ملا مگر بدقسمتی اس کے ساتھ تھی اور یہاں بھی اپنا کھاتہ نہ کھول سکا۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ سلیکٹرز مسلسل اس پر بھروسہ کر رہے تھے اور انہوں نے اسے لیڈز اور اوول میں بھی پاکستان کے خلاف موقع فراہم کیا مگر بری فارم اس کے تعاقب میں تھی اور وہ 0، 12* اور 2، 17 کی اننگز ہی کھیل سکا۔ دو سال تک وہ اس کارکردگی کے نتیجے میں ٹیم سے باہر رہا اگست 1993 میں اسے کینگروز کے خلاف موقع ملا تو اوول میں وہ 6، 64 کی باریاں کھیل کر کچھ غنیمت رہا۔ 1994 میں اسے ویسٹ انڈیز کے ٹور پر روانہ ہونے والی انگلش سائیڈ کا رکن بنایا گیا جہاں وہ چار ٹیسٹ میں نصف سنچری بھی اسکور نہ کر سکا اور 2، 5، 23، 1، 20، 3 اور 19 کی اننگز ہی کھیل سکا۔ تاہم سلیکٹرز اس پر مہربان تھے اور کینگروز کے دیس میں وہ ٹیم کا حصہ تھا جہاں اسے پرتھ میں موقع ملا تو 42، 72 کی اننگز اس نے کھیل ڈالیں۔ ویسٹ انڈیز کی ٹیم مہمان بنی تو اسے لیڈز اور لارڈز میں مواقع دیے گئے مگر لیڈز میں وہ 4 اور 18 کی اننگز کے بعد لارڈز میں دونوں اننگز میں اپنا کھاتہ بھی نہ کھول سکا۔ اتنی خراب پرفارمنس پر بھی وہ ٹیم کا رکن تھا اور اسی سال اسے پروٹیز کے خلاف ٹور میں ٹیم کا حصہ بنایا گیا جہاں سینچورین میں وہ 9 اور جوہانسبرگ میں 4 اور صفر پر آؤٹ ہوا لیکن اب سلیکٹرز اسے مزید موقع دینے پر تیار نہ تھے تین سال بعد اسے 1997 میں کینگروز کے خلاف اوول میں پھر آزمایا گیا تو وہ 4، 48 کی اننگز کھیل سکا۔ کیریبئن ٹور 1998 میں اسے

بیٹنگ اور فیلڈنگ ریکارڈز

فارمیٹ	میچ	اننگز	رنز	بہترین	اوسط	100	50	کیچ
ٹیسٹ	52	92	2350	154	27.32	2	12	39
ون ڈے	18	18	376	51	26.85	0	1	8
فرسٹ کلاس	461	764	35659	301*	53.14	114	147	261

انگلینڈ کی ٹیم پھر کال کیا گیا جہاں تین ٹیسٹ کی سیریز میں جارج ٹاؤن میں وہ 64*، 34 کی اننگز کے بعد برج ٹاؤن میں کیریئر کی پہلی تھری فیگرز اننگز 154 کھیلنے میں وہ آخر کار کامیاب رہا۔ تاہم سینٹ جانز میں وہ 14 اور صفر ہی بنا سکا۔ اسی کارکردگی کا نتیجہ تھا کہ اسے جنوبی افریقہ کے خلاف ہوم سیریز میں ٹیم کا حصہ بنایا گیا مگر پانچ ٹیسٹ کی سیریز میں وہ صرف ایک ہی نصف سنچری بنا سکا 49، 11، 12، 0، 30، 34، 67*، اور 21، 25 کی باریاں اس کے نام کے آگے درج تھیں لیکن اسے سری لنکن ٹیم کے خلاف اوول میں موقع دیا گیا جہاں 53، 42 کی اننگز اس نے کھیلیں۔ انگلش ٹیم کینگروز کے دیس پہنچی تو رام پرکاش سابقہ کارکردگی کی بنیاد پر اسکواڈ کا حصہ بنے اور پانچ ٹیسٹ میں چار نصف سنچریاں اسکور کیں۔ 69*، 14، 26، 47*، 61، 57، 63، 14، 14، 14 کی اننگز ان کے کریڈٹ پر تھیں۔ کیویز نے 1999 جولائی میں انگلینڈ کا دورہ کیا تو چار ٹیسٹ میں وہ صرف ایک نصف سنچری اسکور کر پائے سیریز میں ان کی کارکردگی صفر، 4، 24، 69*، 30، 0 کی رہی۔ 2000 جون میں زمبابوے کی میزبانی انہوں نے 15، 56، 4 کی اننگز سے دو ٹیسٹ میں کی۔ فوری بعد ویسٹ انڈیز کی ٹیم پہنچی تو یہاں بھی رام پرکاش جادو نہ جگا سکے دو ٹیسٹ میں دو مرتبہ صفر کا ذائقہ چکھنے کے علاوہ 18 اور 2 کی اننگز ہی وہ کھیل پائے۔ 2001 اگست میں آسٹریلیا کی ٹیم انگلش سرزمین پر پہنچی تو وہ بھی چاروں ٹیسٹ میں شامل تھے اور 14، 40، 14، 26، 40، 32، کی باریاں کھیلنے کے بعد آخری ٹیسٹ میں سنچری (133) بنانے کے بعد 19 رنز اگلی اننگز میں بنا سکے۔ 2001 دسمبر میں بھارتی ٹور میں انہوں نے تین ٹیسٹ میں 17، 28، 37، 19 اور 58 کی اننگز کھیلیں 2002 مارچ میں وہ آخری مرتبہ انگلینڈ کے ٹیسٹ اسکواڈ کا حصہ بنے اور وہ کیویز کا ٹور تھا 31، 11، 24، 9، 2 کی باریاں ان کی آخری سیریز کی کارکردگی تھی جس کے بعد وہ کاؤنٹی کرکٹ تک ہی محدود ہو گئے اور دوبارہ کبھی انگلش اسکواڈ کا حصہ نہ بن سکے۔ مارک رام پرکاش کے کیریئر کا جائزہ لیا جائے تو وہ کبھی بھی تسلسل سے کارکردگی نہ دے سکے اگر وہ پاکستان ٹیم کا حصہ ہوتے تو شائد اتنا

ون ڈے ریکارڈز

بمقابلہ	میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	100	50
جنوبی افریقہ	3	3	0	60	32	20.00	0	0
ویسٹ انڈیز	10	10	3	205	51	29.28	0	1
زمبابوے	5	5	1	111	47	27.75	0	0

عرصہ کھیل بھی نہ پاتے، سوائے آسٹریلیا کے ان کی کارکردگی کسی اور ملک کیخلاف اچھی نہیں رہی، البتہ کاؤنٹی کے حوالے سے انکی کارکردگی کی وجہ سے ضرور یاد رکھا جا سکتا ہے۔ **(کلیم عثمانی)**

مارک رام پرکاش

ماہنامہ
کرن
CASTLE
LV=
LV=
LV=
مارک باؤچر
www.paksociety.com

محمد حفیظ، بد قسمت پاکستانی بلے بازوں کی
فہرست میں تازہ اضافہ
BOOOM
pepsi
www.paksociety.com

سری لنکا اور پاکستان کے درمیان کولمبو میں دوسرے ٹیسٹ میں پاکستان کے نائب کپتان محمد حفیظ ایک تاریخی اعزاز حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ وہ صرف 4 رنز کے فاصلے سے اپنے کیریئر کی پہلی ڈبل سنچری نہ بنا پائے۔

190 سے 199 کے درمیان آؤٹ ہونے والے کھلاڑی۔

کھلاڑی	رنز	منٹ	گیندیں	چوکے	چھکے	بمقابلہ	بمقام	بتاریخ
مدثر نذر	199	552	408	24	0	بھارت	فیصل آباد	اکتوبر 1984
محمد وسیم	192	560	407	23	0	زمبابوے	ہرارے	مارچ 1998
یونس خان	199	476	336	26	0	بھارت	لاہور	جنوری 2006
یونس خان	194	454	299	22	1	بھارت	فیصل آباد	جنوری 2006
محمد یوسف	192	343	261	25	2	انگلستان	لیڈز	اگست 2006
محمد یوسف	192	501	330	24	1	ویسٹ انڈیز	لاہور	نومبر 2006
محمد یوسف	191	420	344	22	0	ویسٹ انڈیز	ملتان	نومبر 2006
محمد حفیظ	196	427	331	20	1	سری لنکا	کولمبو	جون 2012

حریف گیند باز رنگانا ہیراتھ کی گیند کو باؤنڈری کی راہ دکھا کر یہ سنگ میل عبور کرنے کی کوشش کرنا انہیں بہت مہنگا پڑ گیا اور اتنی طویل اننگز کے بعد وہ کف افسوس ملتے ہوئے میدان سے باہر آئے۔ اگر حفیظ 200 رنز بنانے میں کامیاب ہو جاتے تو پاکستان کی تاریخ کے 19 ویں بلے باز بن جاتے جنہوں نے کم از کم ایک مرتبہ ڈبل سنچری ضرور بنائی ہے۔ اب محمد حفیظ کا نام پاکستان کے ان چند بدقسمت بلے بازوں کی فہرست میں شامل ہو چکا ہے، جو نروس ون نائنٹیز کا شکار ہوئے۔

اس فہرست میں مدثر نذر اور یونس خان وطن عزیز کے وہ بدقسمت ترین بلے باز ہیں، جو محض ایک رن کی دوری سے ڈبل سنچری سے محروم رہے یعنی 199 رنز پر آؤٹ ہوئے۔ مدثر نذر اکتوبر 1984 کو بھارت کے خلاف فیصل آباد ٹیسٹ میں 408 گیندوں کی طویل اننگز کھیلنے کے بعد شیو لعل یادیو کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے سید کرمانی کا شکار بنے اور طول دل کے ساتھ پویلین لوٹے۔ 552 منٹ تک جاری رہنے والی اس اننگز میں مدثر نے 2 4 چوکے بھی لگائے۔ مزیدار بات یہ ہے کہ وہ تو ایک رن سے اس اعزاز سے محروم رہ گئے لیکن دوسرے اینڈ سے قاسم عمر نے اپنی ڈبل سنچری ضرور مکمل کی۔ دونوں کھلاڑیوں نے دوسری وکٹ پر 250 رنز کی شاندار رفاقت قائم کی تھی۔ 199 کے ہی ہندسے پر آؤٹ ہونے والے پاکستان کے دوسرے بلے باز یونس خان تھے جو جنوری 2006 میں بھارت ہی کے خلاف کھیلے گئے لاہور ٹیسٹ میں ڈبل سنچری رن لینے کی کوشش میں رن آؤٹ ہو گئے۔ یہ وہ تاریخی مقابلہ تھا جس میں پاکستان کے چار بلے بازوں نے سنچریاں بنائی تھیں۔ یونس خان کے 199 کے علاوہ محمد یوسف نے 173، شاہد آفریدی نے 103 اور کامران اکمل نے ناقابل شکست 102 رنز بنائے تھے۔ اس کے بعد ڈبل سنچری سے کم ترین فاصلے پر آؤٹ ہونے والے پاکستانی بلے بازوں میں محمد حفیظ کا نام آتا ہے جنہوں نے سنہالیز اسپورٹس کلب، کولمبو میں 331 گیندوں پر 20 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 196 رنز بنائے تھے اور رنگانا ہیراتھ کی ایک گیند کو آگے بڑھ کے سوئپ کرنے کی کوشش میں اپنی لیگ اسٹمپ گنوا بیٹھے۔ انہوں نے اظہر علی کے ساتھ مل کر 287 رنز کی ریکارڈ شراکت داری کی۔ حفیظ کی اس اننگز میں 1 چھکا اور 20 چوکے شامل تھے اور یہ 427 منٹ پر محیط رہی۔ یونس خان پاکستان کے وہ بلے باز ہیں جو 2006 میں بھارت کے خلاف اسی سیریز کے فیصل آباد ٹیسٹ میں بھی اپنی ڈبل سنچری سے محروم رہے یوں وہ ایک ہی سیریز میں دوسری مرتبہ ڈبل سنچری بنانے میں ناکام ہوئے فیصل آباد میں وہ 194 رنز بنا کر رودرا پرتاپ سنگھ کی گیند پر ایل بی ڈبلیو ہو گئے تھے 299 گیندوں پر 22 چوکوں اور ایک چھکے سے مزین یہ اننگز 454 منٹ تک جاری رہی اور بلاشبہ یونس کے کیریئر کی بہترین اننگز میں ایک تھی۔ 90 کی دہائی میں 18 ٹیسٹ مقابلوں میں پاکستان کے لیے کھیلنے والے محمد وسیم بھی اس فہرست میں شامل ہیں جنہوں نے مارچ 1998 میں یہ زمبابوے کے خلاف ہرارے میں 192 رنز کی اننگز کھیلی اور پاکستان کی گرنے والی آخری وکٹ بنے اس اننگز کی خاص بات یہ تھی کہ یہ ہرارے ٹیسٹ میں پاکستان کی پہلی اننگز کا واحد قابل ذکر اسکور تھا اس میچ میں تمام پاکستانی بلے باز ناکام رہے تھے اور صرف نویں وکٹ پر مشتاق احمد ہی تھے جنہوں نے وسیم کا بھرپور ساتھ دیا دونوں کے درمیان 147 رنز کی شراکت داری قائم ہوئی وسیم 407 گیندوں پر 23 چوکوں کی مدد سے 560 منٹ تک کریز پر موجود رہے۔ بعدازاں پاکستان نے ایک سخت مقابلے کے بعد ٹیسٹ 3 وکٹوں سے جیتا۔ اس پوری فہرست کے بعد پاکستان کی تاریخ کے بدنصیب ترین بلے باز کا نام آتا ہے۔ جی ہاں محمد یوسف، جنہوں نے اپنے کیریئر کے بہترین سال 2006 میں نہ صرف یہ کہ ایک سال میں سب سے زیادہ رنز کا عالمی ریکارڈ قائم کیا بلکہ بدقسمتی سے تین مرتبہ اپنی ڈبل سنچری سے بھی محروم رہ گئے۔ سب سے پہلے وہ اگست کے مہینے میں انگلستان کے خلاف ہیڈنگلے، لیڈز میں 192 پر آؤٹ ہوئے محض 261 گیندوں پر 25 چوکوں اور 2 چھکوں سے مزین یہ اننگز عہد جدید کی بہترین اننگز میں شمار کی جاتی ہے اسی سال ویسٹ انڈیز کے خلاف ہوم سیریز میں محمد یوسف لاہور اور ملتان میں بالترتیب 192 اور 191 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے اور یوں ایک اور عالمی ریکارڈ سے محروم رہ گئے یوسف جنہوں نے اپنے کیریئر میں 4 ڈبل سنچریاں بنائی تھیں، اگر ان اننگز کو بھی 200 تک پہنچانے میں کامیاب ہوتے تو آج ان کا نام انگلستان کے عظیم بلے باز والی ہیمنڈ کے ساتھ فہرست میں جگمگا رہا ہوتا، جنہوں نے خود بھی 7 ڈبل سنچریاں بنائی تھیں۔

یہ تو تھے وہ 5 پاکستانی بیٹسمین، جو ڈبل سنچری کے بہت قریب آ کر بھی اس سے

محروم ہو گئے لیکن، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ، پاکستان کی کرکٹ تاریخ میں اب تک 18 بلے بازوں نے 32 مرتبہ ڈبل سنچریاں بنائی ہیں، جن میں عظیم بلے باز جاوید میانداد نے سب سے زیادہ یعنی 6 مرتبہ 200 کا ہندسہ عبور کر رکھا ہے۔ محمد یوسف اور ظہیر عباس نے 4،4، یونس خان، قاسم عمر اور شعیب محمد نے دو، دو مرتبہ یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان میں سے یونس خان، حنیف محمد اور انضمام الحق ایک، ایک مرتبہ ٹرپل سنچری بھی اسکور کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی پاکستانی بلے باز ڈبل کو ٹرپل سنچری میں نہیں بدل پایا۔ حنیف محمد 337 رنز کے ساتھ کسی بھی پاکستانی بلے باز کی جانب سے طویل ترین اننگز کھیلنے کا ریکارڈ رکھتے ہیں پاکستان کی جانب سے پہلی ڈبل سنچری کا اعزاز امتیاز احمد کے پاس ہے جنہوں نے اکتوبر 1955 میں لاہور میں نیوزی لینڈ کے خلاف 209 رنز کی اننگز کھیلی تھی جس کے بعد حنیف محمد نے 1958 میں برج ٹاؤن میں ویسٹ انڈیز کے خلاف 337 رنز کی یادگار ور یکارڈ اننگز کھیلی جسے آج بھی دنیائے کرکٹ کی تاریخ کی طویل ترین اننگز کا آغاز حاصل ہے جو 970 منٹ تک ویسٹ انڈیز کے مضبوط بالنگ اٹیک کے خلاف جاری رہی اور پاکستان کے لیے میچ بچاؤ اننگز کا کردار ادا کیا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کی پہلی ٹرپل سنچری بھی تھی ان کے علاوہ صرف دو پاکستانی بلے باز انضمام الحق اور یونس خان ہی ٹرپل سنچری بنا سکے ہیں باقی 32 مرتبہ پاکستانی کھلاڑیوں کو ڈبل سنچری پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ ویسے مندرجہ بالا کھلاڑی تو اپنی غلطی کی وجہ سے یا بالر کی غیر معمولی گیند کی وجہ سے آؤٹ ہوئے، لیکن درحقیقت سب سے بدقسمت اننگز جاوید میانداد کی تھی جو انہوں نے جنوری 1983 میں حیدرآباد، سندھ میں روایتی حریف بھارت کے خلاف کھیلی 460 گیندوں پر 280 رنز بنانے والے جاوید میانداد کو اس وقت میدان سے باہر جانا پڑا جب کپتان عمران خان نے 581 رنز پر اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں جاوید میانداد اپنے کیریئر کی واحد ٹرپل سنچری سے محروم ہو گئے۔ اس میچ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں جاوید کے علاوہ مدثر نذر نے بھی ڈبل سنچری بنائی تھی اور دونوں کھلاڑیوں نے پہلی اننگز میں تیسری وکٹ پر 451 رنز کی شراکت داری قائم کی تھی۔ بعد ازاں پاکستان نے یہ مقابلہ اننگز اور 119 رنز سے جیتا۔

200 یا زائد رنز کی اننگز کھیلنے والے بیٹسمین۔

نام	رنز	منٹ	گیندیں	چوکے	چھکے	بمقابلہ	میدان	تاریخ
حنیف محمد	337	970	-	24	0	ویسٹ انڈیز	برج ٹاؤن	جنوری 1958
انضمام الحق	329	579	436	38	9	نیوزی لینڈ	لاہور	مئی 2002
یونس خان	313	760	568	27	4	سری لنکا	کراچی	فروری 2009
جاوید میانداد	280*	696	460	19	1	بھارت	حیدرآباد	جنوری 1983
ظہیر عباس	274	544	467	38	0	انگلستان	برمنگھم	جون 1971
جاوید میانداد	271	558	465	28	5	نیوزی لینڈ	آکلینڈ	فروری 1989
یونس خان	267	690	504	32	1	بھارت	بنگلور	مارچ 2005
جاوید میانداد	260	617	521	28	1	انگلستان	اوول	اگست 1987
وسیم اکرم	257*	490	363	22	12	زمبابوے	شیخوپورہ	اکتوبر 1996
ظہیر عباس	240	545	410	22	0	انگلستان	اوول	اگست 1974
سلیم ملک	237	443	328	34	0	آسٹریلیا	راولپنڈی	اکتوبر 1994
توفیق عمر	236	712	496	17	1	سری لنکا	ابوظہبی	اکتوبر 2011
ظہیر عباس	235*	375	-	29	2	بھارت	لاہور	اکتوبر 1978
مدثر نذر	231	627	444	21	1	بھارت	حیدرآباد	جنوری 1983
محمد یوسف	223	602	373	26	2	انگلستان	لاہور	نومبر 2005
ظہیر عباس	215	334	254	23	2	بھارت	لاہور	دسمبر 1982
جاوید میانداد	211	636	441	29	1	آسٹریلیا	کراچی	ستمبر 1988
اعجاز احمد	211	519	372	23	1	سری لنکا	ڈھاکہ	مارچ 1999
تسلیم عارف	210*	435	379	20	0	آسٹریلیا	فیصل آباد	مارچ 1980
قاسم عمر	210	685	442	27	0	بھارت	فیصل آباد	اکتوبر 1984
امتیاز احمد	209	380	-	28	0	نیوزی لینڈ	لاہور	اکتوبر 1955
جاوید میانداد	206	410	-	29	2	نیوزی لینڈ	کراچی	اکتوبر 1976
قاسم عمر	206	-	-	-	0	سری لنکا	فیصل آباد	اکتوبر 1985
عامر سہیل	205	343	284	32	0	انگلستان	مانچسٹر	جولائی 1992
محمد یوسف	204*	325	243	34	2	بنگلہ دیش	چٹاگانگ	جنوری 2002
حنیف محمد	203*	445	-	33	0	نیوزی لینڈ	لاہور	اپریل 1965
جاوید میانداد	203*	-	-	-	1	سری لنکا	فیصل آباد	اکتوبر 1985
شعیب محمد	203*	484	338	20	0	بھارت	لاہور	دسمبر 1989
شعیب محمد	203*	656	411	23	0	نیوزی لینڈ	کراچی	اکتوبر 1990
محمد یوسف	203	528	429	27	3	نیوزی لینڈ	کرائسٹ چرچ	مارچ 2001
محمد یوسف	202	468	330	26	1	انگلستان	لارڈز	جولائی 2006
مشتاق محمد	201	383	-	20	0	نیوزی لینڈ	ڈنیڈن	فروری 1973
انضمام الحق	200*	535	397	23	2	سری لنکا	ڈھاکہ	مارچ 1999
یونس خان	200*	-	290	18	3	بنگلہ دیش	چٹاگانگ	دسمبر 2011
محسن خان	200	495	386	23	0	انگلستان	لارڈز	اگست 1982

جنوبی افریقی وکٹ کیپر مارک باؤچر کے تابناک کیریئر کا دردناک انجام

کہتے ہیں کہ انسان اپنے لیئے نہ جانے کیا کچھ سوچتا اور نت نئی منصوبہ بندیاں کرتا ہے لیکن قدرت کے آگے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ایسا ہی جنوبی افریقہ کے وکٹ کیپر مارک باؤچر کے ساتھ ہوا جن کو ایک

حادثے کے نتیجے میں قبل از وقت انٹرنیشنل کرکٹ سے رخصتی کا فیصلہ کرنا پڑا۔ مارک باؤچر نے کئی ماہ پہلے ہی اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ انگلینڈ کے دورے کے بعد انٹرنیشنل کرکٹ کو خیر باد کہہ دیں گے اور یہ ان کا آخری غیر ملکی دورہ بھی تھا، اسی دوران انہوں نے یہ امکان بھی ظاہر کیا کہ اگر سلیکٹرز چاہیں تو وہ اگلے آسٹریلین ٹور پر بھی ٹیم کی وکٹ کیپنگ کی ذمہ داریاں سنبھال سکتے ہیں لیکن انگلینڈ پہنچ کر ٹور میچ میں حصہ لینے والے کھلاڑی کی خواہشات کا ان کے کیریئر

مارک باؤچر کے کیرئیر ریکارڈز

فارمیٹ	میچ	رنز	بہترین	اوسط	100	50	کیچ	اسٹمپڈ
ٹیسٹ	147	5515	125	30.30	5	35	532	23
اوڈی آئیز	295	4686	*147	28.57	1	26	403	22
ٹی ٹوئنٹی	25	268	*36	17.86	0	0	18	1

کے ساتھ ہی خاتمہ ہو گیا۔ اسے ایک کامیاب کھلاڑی کے تابناک کیریئر کا دردناک انجام بھی کہا جا سکتا ہے لیکن بات پھر وہی آجاتی ہے کہ انسان اپنے لیئے جو کچھ بھی سوچتا رہے لیکن آخری اور حتمی فیصلہ قدرت ہی کرتی ہے اور اس نے مارک باؤچر کے تسلسل اور "کلاس" کے ساتھ جاری کیریئر کو پلک جھپکنے میں ختم کر ڈالا اور یہ کہا جا رہا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنوبی افریقہ کو مارک باؤچر کی اچانک رخصتی سے ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

انگلش کاؤنٹی سمرسیٹ کے خلاف ٹور میچ سے انگلینڈ کے دورے کا آغاز کرنے والی جنوبی افریقی ٹیم ٹاؤنٹن میں فیلڈنگ کے لیئے میدان میں اتری تو یہ چار ماہ کے عرصے میں باؤچر کا دوسرا ہی میچ بھی تھا جو اس سے پہلے ٹورنٹو میں انٹرنیشنل الیون کی جانب سے ایشیائی الیون کے خلاف مئی میں ایکشن میں دکھائی دیئے تھے۔ انگلینڈ کے اس دورے کے لیئے پرجوش مارک باؤچر نے اپنی آنکھوں میں نہ جانے کتنے ہی سپنے سجا رکھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس دورے کے بعد بین الاقوامی کرکٹ کو خیر باد کہہ دیں گے جبکہ ان کی یہ تمنا بھی تھی اگر یہ دورہ اچھا رہا تو وہ اس کی بنیاد پر آسٹریلیا کے دورے پر جانے کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے لیکن تقدیر ان کی منصوبہ بندی پر مسکرا رہی تھی۔ سمرسیٹ کے خلاف اوپننگ ٹور میچ میں وہ بدستور وکٹوں کے عقب میں اپنی موجودگی ثابت کرتے ہوئے دو کیچ کر چکے تھے کہ ایک سانحہ پیش آگیا۔ لیگ اسپنر عمران طاہر کی ایک گوگلی نے بیٹسمین جمال حسین کی بیلز کیا اڑائیں کہ یہ گیند باؤچر کے کیریئر کو بھی اڑا کر لے گئی کیونکہ اسٹمپس پر رکھی ہوئی بیلز باؤچر کی آنکھ پر جا لگی جس سے قرنیہ متاثر ہوا اور انہیں پہلے ہی روز اسپتال کی راہ دیکھنا پڑی اور چوٹ کی سنجیدہ نوعیت نے ان کے کیریئر کے آگے "دی اینڈ" کا بورڈ آویزاں کر دیا۔

1995-96 میں فرسٹ کلاس کیریئر کا آغاز کرنے والے مارک باؤچر نے **1997** میں پاکستان کے دورے پر شیخوپورہ ٹیسٹ سے انٹرنیشنل کیریئر شروع کیا تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کھلاڑی اس راستے پر روانہ ہوا ہے جو اسے عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دے گا۔ وکٹوں کے عقب میں مہارت کے ساتھ ہی

ٹیسٹ ڈیبیو ۔۔۔ بمقابلہ پاکستان شیخوپورہ **17 تا 21 اکتوبر 1997**
آخری ٹیسٹ ۔۔۔ بمقابلہ نیوزی لینڈ ویلنگٹن **23 تا 27 مارچ 2012**
ون ڈے انٹرنیشنل ڈیبیو ۔۔۔ بمقابلہ نیوزی لینڈ پرتھ **16 جنوری 1998**
آخری ون ڈے انٹرنیشنل ۔۔۔ بمقابلہ آسٹریلیا ڈربن **28 اکتوبر 2011**
ٹی ٹوئنٹی ڈیبیو ۔۔۔۔۔ بمقابلہ نیوزی لینڈ جوہانسبرگ **21 اکتوبر 2005**
آخری ٹی ٹوئنٹی میچ ۔۔۔ بمقابلہ پاکستان گروس آئسلیٹ **10 مئی 2010**

مارک باؤچر کو بیٹنگ پر بھی دسترس حاصل تھی اور اسی "دوہری" خوبی نے انہیں جنوبی افریقہ کی ٹیم کا ایک لازمی رکن بنا ڈالا۔ ون ڈے میچوں میں ان کی جاندار بیٹنگ خاص طور پر قابل دید ہوا کرتی تھی اور انہوں نے کئی مرتبہ جنوبی افریقہ کو ہارے ہوئے میچوں میں فتح سے ہمکنار کیا۔ یہ بات واضح رہے کہ باؤچر نے ون ڈے کرکٹ میں تین نصف سنچریاں 25 سے کم گیندوں پر مکمل کیں جس میں سے ایک نصف سنچری محض 19 گیندوں پر بھی مکمل کی گئی جو تیز ترین نصف سنچریوں میں تیسرے نمبر پر ہے۔ کچھ بھی ہو مارک باؤچر کی ٹیسٹ کرکٹ میں شاندار کارکردگی کا تسلسل

انہیں دوسرے وکٹ کیپرز سے ممتاز کرتا ہے۔ 147 ٹیسٹ میچوں پر مشتمل کامیاب کیریئر کے دوران مارک باؤچر نے 30.30 کی اوسط سے 5515 رنز پانچ سنچریوں اور 35 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے جس میں ان کے بیس چھکے اور 656 چوکے بھی شامل تھے۔ اگرچہ کہ وہ سترہ مرتبہ صفر کی شرمندگی سے بھی دوچار ہوئے لیکن ان کی بیٹنگ کی کارکردگی جنوبی افریقہ کی ٹیم کو ایک مضبوط سہارا فراہم کرتی رہی۔

کیریئر کی پانچویں سیریز میں ویسٹ انڈیز کے خلاف اپنی پہلی سنچری بنانے والے کھلاڑی نے اگلی دو سیریزوں میں

سابوے اور انگلینڈ کے خلاف بھی ٹیسٹ سنچریاں
نے کا اعزاز حاصل کیا اور یہ محسوس
ہوتا تھا کہ وہ کسی مستند
بیٹسمین کی طرح
اس شعبے میں بھی
کمال کا درجہ
حاصل کرلیں گے
لیکن آنے والے
برسوں میں انہیں اپنی
وکٹ کیپنگ پر بھرپور توجہ کے باعث
پنگ کو ثانوی درجے پر رکھنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی 26 ٹیسٹ

میچوں میں تین سنچریاں بنانے والے بیٹسمین نے اپنی اگلی سنچری ویسٹ انڈیز کے خلاف 04-2003 میں اور پھر آخری سنچری بنگلہ دیش کے خلاف 09-2008 میں اسکور کی اور اس کے بعد دس سیریز کے دوران ایسا کوئی کارنامہ سامنے نہیں آسکا۔ ان کی بیٹسمین کی حیثیت سے سب سے عمدہ سیریز انگلینڈ کے خلاف رہی جب انہوں نے 10-2009 میں بیسل ڈی اولیورا ٹرافی کے دوران صرف چار ٹیسٹ میچوں میں 56.83 کی شاندار اوسط سے 341 رنز بنائے جس میں 95 رنز کی عمدہ اننگ سمیت ان کی تین نصف سنچریاں بھی شامل تھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے انگلینڈ کے خلاف 2003ء کی سیریز میں بھی پانچ ٹیسٹ میچوں میں 271 رنز 38.7 کی عمدہ اوسط سے اسکور کیے تھے۔

ایک روزہ میچوں کے دوران بھی ان کی بیٹنگ میں مہارت قابل دید رہی لیکن یہ بات واضح ہے کہ کبھی وہ اس طرز کی کرکٹ میں لاجواب نظر آتے تو کبھی ان کی کارکردگی واجبی سی رہتی جس کی وجہ ظاہر ہے کہ مسلسل اسٹروکس کھیلنے کی عادت تھی۔ انہوں نے 295 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں پر مشتمل طویل کیریئر کے دوران 28.57 کی اوسط اور 84.76 کے عمدہ اسٹرائیک ریٹ سے 4686 رنز ایک سنچری اور 26 نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے جس میں ان کے 356 چوکے اور 83 چھکے بھی چمک رہے تھے۔ اسی طرح باؤچر نے ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچوں میں بھی اپنی افادیت

کو ثابت کیا لیکن ان کے ریکارڈز اتنے اچھے نہیں رہے جو کہ ان کی اصل اہلیت کا پتہ دے سکیں۔ 25 میچوں میں 17.86 کی معمولی اوسط سے 268 رنز میں ان کا بہترین اسکور ناقابل شکست 36 رنز رہا اور 97.45 کے اسٹرائیک ریٹ سے کھیلتے ہوئے وہ صرف بائیس چوکے اور دو چھکے ہی لگا سکے جو کافی حیرت کی بات تھی۔ یہ بات بھی بتاتے چلیں کہ مارک باؤچر نے 2005 سے 2010 کے دوران اپنی ٹیم کی جانب سے مسلسل 54 ٹیسٹ میچز کھیلے جبکہ 2002 سے لے کر 2007 تک مسلسل 120 ون ڈے میچوں میں بھی شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔

بیٹنگ کے شعبے میں نمایاں کارکردگی کے علاوہ اگر باؤچر کی وکٹوں کے پیچھے مہارت کا اندازہ لگایا جائے تو اس میں تسلسل کی کوئی کمی نظر نہیں آئے گی۔ اولین ٹیسٹ سیریز میں پاکستان کے خلاف کسی بھی شکار سے محروم وکٹ کیپر نے پاکستان کے خلاف اگلی ہی سیریز میں 18 شکار کر کے اپنی بے پایاں اہلیت کا اظہار کر ڈالا اور 1998 میں انگلینڈ کے خلاف 26 شکار کر کے عالمی شہرت سمیٹ لی حالانکہ یہ ان کی صرف چوتھی ٹیسٹ سیریز تھی۔ وہ کیریئر کے دوران پھر کبھی اس عروج کو نہ پاسکے لیکن ان کی وکٹوں کے عقب میں مہارت کے لیئے یہی بات کافی ہے کہ انہوں نے کیریئر کی چوبیس سیریزوں کے دوران دس یا اس سے زائد شکار کیئے جس میں سے آٹھ مرتبہ یہ تعداد پندرہ یا اس سے زائد بھی رہی۔ انہوں نے ٹیسٹ میچوں میں 555 شکار کیئے جس میں 532 کیچز اور 23 اسٹمپڈ بھی شامل تھے۔ یہ ٹیسٹ کرکٹ میں کسی وکٹ کیپر کی سب سے عمدہ کارکردگی بھی ہے کیونکہ دوسرے نمبر پر موجود آسٹریلیا کے ایڈم گلکرسٹ نے 96 ٹیسٹ میچوں میں 416 شکار کیئے تھے اور یہ کہنا مشکل نہیں ہے کہ باؤچر جو ریکارڈ قائم کر گئے ہیں اس تک

رسائی انتہائی مشکل کام ہے۔ ون ڈے میچوں میں معاملہ الٹ ہے جہاں آسٹریلیا کے ایڈم گلکرسٹ 287 میچوں میں 472 شکاروں کے ساتھ سرفہرست ہیں لیکن مارک باؤچر کی مہارت یہاں بھی کمال کی رہی جنہوں نے 295 میچوں میں 424 شکار کیئے اور ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچز میں بھی 19 شکار کر کے اپنی اہلیت کو منوالیا۔

فرسٹ کلاس کرکٹ میں 212 میچز کھیل کر 33.34 کی اوسط سے 8803 رنز دس سنچریوں کی مدد سے بنانے والے باؤچر نے وکٹوں کے عقب میں 712 کیچز اور 37 اسٹمپڈ سمیت 749 شکاروں پر ہاتھ صاف کیا لیکن ان کے کیریئر کا جس طرح اختتام ہوا اس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سمرسیٹ کے خلاف اننگ کے 46 ویں اوور میں میدان چھوڑ جانے والے بدقسمت وکٹ کیپر کا بیان گریم اسمتھ نے پڑھ کر سنایا جس میں باؤچر کا کہنا تھا کہ وہ بڑے صدمے اور شدید درد کے عالم میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہیں کہ آنکھ کی انجری کی شدت کے پیش نظر وہ اب انٹرنیشنل کرکٹ نہیں کھیل سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ "میں نے اس دورے کے لیئے بڑی تیاری کی تھی اور میں کیریئر کے اس موڑ پر ریٹائرمنٹ کا اعلان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اب حالات مختلف ہو چکے ہیں۔ میں ان تمام افراد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کیریئر کے دوران میری کسی طرح بھی مدد کی یا میرا ساتھ دیا۔" گریم اسمتھ کی مایوسی بھی عیاں تھی جنہوں نے یہ کہنے سے گریز نہیں کیا کہ "ہم ایک طویل سفر پر ساتھ چلتے رہے لیکن کبھی یہ سوچا تک نہیں تھا کہ ہمیں اس طرح اچانک جدا ہونا پڑے گا۔" انہوں نے اپنے ساتھی کھلاڑی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مارک باؤچر صرف ایک شاندار پرفارمر ہی نہیں بلکہ ایک ایسا کھلاڑی تھا جس کو دیکھ کر دوسروں کو بھی اچھی کارکردگی دکھانے کی تحریک ملتی تھی۔ وہ دوستوں کا ایک اچھا دوست اور ٹیم میں توانائی پیدا کرنے والا کھلاڑی تھا۔

ٹیم انتظامیہ کے مطابق انگلینڈ کے خلاف سیریز کے لیئے جنوبی افریقہ کی نمائندگی کرنے والے سیاہ فام وکٹ کیپر تھامی سولیکلے کو اب یہ ذمہ داری دی جائے گی جو بورڈ سے زیر معاہدہ کھلاڑیوں میں بھی شامل ہیں لیکن اس بات کا بھی امکان ہے کہ شاید وقتی طور پر یہ ذمہ داری مڈل آرڈر بیٹسمین ابراہام ڈی ویلیئرز کو بھی اٹھانا پڑے لیکن یہ بات حتمی ہے کہ کوئی بھی باؤچر کی جگہ پر نہیں کر سکے گا، کرکٹ کے کھیل سے ایک اور عظیم کردار چلا گیا ہے جس کی یادیں ممکن ہے کہ دھندلی پڑ جائیں لیکن اس کے ریکارڈز ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔

پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا سیریز طے......مگر کچھ سوالیہ نشان بدستور برقرار؟

خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا سیریز آخرکار طے ہوگئی ورنہ خدشہ تو یہ تھا کہ پہلی مرتبہ کوئی سیریز شدید گرمی کے سبب منسوخ ہوجائے گی۔ اگرچہ کہ آسٹریلیا کی جانب سے اب بھی یہ "گلہ" بدستور موجود ہے کہ یو اے ای کی گرمی انہیں بے حال کردے گی اور شام کو شروع ہونے والے میچوں میں نصف شب کے بعد سیکورٹی کے خدشات بھی بڑھ جائیں گے لیکن پی سی بی نے آسٹریلین کھلاڑیوں کے تحفظات کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ "یہ شیڈول کرکٹ آسٹریلیا سے مشاورت کے بعد طے کیا گیا ہے اور پلیئرز کی ایسوسی ایشن کو اس حوالے سے بیان بازی کرنے کے بجائے کرکٹ آسٹریلیا سے رابطہ کرنا چاہئے۔" پاکستان کرکٹ بورڈ کی جانب سے اس جھنجھلاہٹ کی وجہ سمجھ میں بھی آتی ہے کہ اس نے سیریز کے انعقاد کے لئے کافی سخت جدوجہد کی ہے اور نہ صرف طے شدہ پروگرام کو یقینی بنایا ہے بلکہ آسٹریلیا کو ایک ایسے مرکز پر لانے میں کامیاب رہا جہاں یہ سیریز کھیلی جاسکے۔

پاکستان میں کھیلی جانے والی اس سیریز کے لئے غیر جانبدار سینٹر کی تلاش تو کافی عرصے سے جاری تھی کیونکہ سیکورٹی خدشات کے باعث اس کا پاکستان میں انعقاد ممکن نہیں تھا۔ پی سی بی کے ڈائریکٹر انٹرنیشنل انتخاب عالم سینٹر کی تلاش میں ملائیشیا اور دیگر کئی ممالک بھی گئے جبکہ سری لنکا نے اپنی پریمیئر لیگ کی وجہ سے پاکستان اور آسٹریلیا کی مختصر سیریز کی میزبانی سے انکار کردیا۔ بنگلہ دیش کے پاکستان آنے سے انکار کے بعد یہ دوسرا مسلسل صدمہ تھا جس نے پی سی بی کو پنجوں کے بل پر کھڑا کردیا۔ سری لنکا کرکٹ کے ترجمان کا کہنا تھا کہ وہ ایک وقت میں دو ایونٹ کی دیکھ بھال نہیں کرسکتے جبکہ وکٹوں کو بھی حد سے زیادہ میچوں کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ لہٰذا وہ اس سیریز کی میزبانی نہیں کرسکیں گے۔ جس وقت سری لنکا نے پی سی بی کو سیریز کی میزبانی کے لئے منع کیا تو انتخاب عالم معاملات کو طے کرنے کے لئے سری لنکا روانگی کی تیاریاں کررہے تھے مگر انہیں پروگرام میں تبدیل کرتے ہوئے سیریز کے لئے نئے مقام کی تلاش میں نکلنا پڑا۔ یہ بات واضح رہے کہ جب پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا سیریز کو سری لنکا میں طے کیا گیا تھا تو اس وقت سری لنکن پریمیئر لیگ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا مگر جب معاملات کو طے کرنے کا وقت آیا تو ٹورنامنٹ کا انتظام کرنے والی کمپنی سمرسٹ انٹرٹینمنٹ نے پریمیئر لیگ کے انعقاد کا شوشا چھوڑ دیا اور کرکٹ سری لنکا کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ معمولی فائدے کے لئے بہت بڑا منافع ہاتھ سے جانے دے۔ یہ بھی نظرانداز کیا جانے والا پہلو نہیں ہے کہ کرکٹ سری لنکا کو ٹی 20 عالمی کپ کے لئے وکٹوں کی حالت بہتر رکھنے کے لئے پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا سیریز کی طرف سے تو خدشات تھے مگر اس نے پاکستان کو انکار کرنے کے بعد بھارت سے مختصر میچوں کی ایک سیریز ہنگامی طور پر طے کرلی گویا یہ وکٹوں پر نہیں بلکہ صحراؤں میں کھیلی جائے گی۔

اس بات میں اب تک کوئی شک نہیں رہا کہ سری لنکا اور بنگلہ دیش کے پیچھے مالی مفادات کے تحفظ لئے بھارت کسی نہ کسی طرح پاکستان کرکٹ کو نقصان پہنچا رہا ہے اور پی سی بی کے حکام اسی ملک سے ایک میچ کھیلنے کے لئے اپنی جان دینے پر بھی راضی ہیں کہ ان کو پاک بھارت سیریز کے اجراء کا تمغہ مل جائے۔ خیر بھارت کا تذکرہ نکلے گا تو بات کافی لمبی ہوجائے گی۔ لہٰذا اسے پاکستان آسٹریلیا سیریز تک ہی محدود رکھتے ہیں جسے ایک موقع پر آسٹریلیا میں منعقد کرنے کی تجویز بھی پیش کی گئی جہاں کچھ شہروں میں موسم قدرے بہتر ہوتا ہے مگر سیریز پر جو بھاری اخراجات آرہے تھے اس کے پیش نظر یہ آپشن بھی مسترد کرنا پڑا اور ملائیشیا میں بھی اسی طرح کی صورتحال رہی۔ پی سی بی کی کوشش یہ تھی کہ سیریز کا کامیاب انعقاد بھی ہو اور کم اخراجات کے ساتھ یہ مہم مالی طور پر مفید بھی ثابت ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے سب سے موزوں مقام متحدہ عرب امارات ہی تھا جہاں پاکستان نے اپنی ہوم سیریز یں کھیلی ہیں اور یہ پاکستان کرکٹ کا "دوسرا گھر" بھی بن چکا ہے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ پی سی بی کو اس اہم مرکز کی جانب سے کچھ شکایات تھیں جبکہ سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ خطے میں ان دنوں گرمی اپنے عروج پر ہوتی ہے جس میں کرکٹ کھیلنا محال بھی ہوسکتا ہے۔ ابوظہبی کرکٹ کونسل کے سابق چیف ولادر مانی نے آگے بڑھ کر پاکستان کو یو اے ای میں سیریز کے انعقاد کی دعوت دی اور اخراجات میں دس فیصد تک کمی کی یقین دہانی کراتے ہوئے یہ مشورہ بھی دیا کہ شدید گرمی اور ہوا میں نمی کی تناسب سے بچاؤ کے لئے میچوں کو شام کے وقت شروع کیا جائے اور یہ تمام ٹی 20 میچز ہوں کیونکہ ون ڈے میچوں کا انعقاد اس موسم میں ٹھیک نہیں ہوگا۔ ان کی جانب سے "دعوت" کے بعد پی سی بی کے لئے دوسرا راستہ ہی نہیں تھا کہ وہ اس سیریز کو یقینی بنانے کے لئے اسے قبول نہ کرے لہٰذا یہ بات طے ہوگئی کہ سیریز یو اے ای میں ہی کھیلی جائے گی کیونکہ دیگر مقامات پر موسم اور لاجسٹک کا مسئلہ تھا۔

آئی سی سی نے سال بھر میں ہر ٹیم کو کم از کم 15 ٹی ٹوئنٹی میچز کھیلنے کا اختیار دے رکھا ہے لیکن پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا سیریز میں تو ایک ساتھ ہی چھ سے سات میچوں کا انعقاد کا معاملہ تھا جس کے لئے کھیل کی گورننگ باڈی سے اجازت بھی درکار تھی۔ ادھر آسٹریلیا میں کھلاڑیوں کی راہنما تنظیم کرکٹرز ایسوسی ایشن کے نمائندے مسلسل دباؤ بڑھا رہے تھے جن کو گرمی کی شدت اور کھلاڑیوں کی حفاظت کی فکر پڑی ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا کہ یہ سیریز کسی بھی وقت منسوخ ہوجائے گی لیکن توقعات کے برخلاف آئی سی سی نے جون کا مہینہ ختم ہونے سے قبل ہی آسٹریلیا اور پاکستان کے درمیان 6 ٹی ٹوئنٹی میچوں کی سیریز منظور کرلی۔ یہ پہلا موقع ہوتا کہ دو ممالک کے مابین ٹی 20 میچوں پر مبنی اتنی طویل سیریز کھیل جاتی لیکن اگر یہ سیریز دونوں ملکوں کو ٹی 20 عالمی کپ کی تیاری کا بھرپور موقع فراہم کررہی تھی تو پاکستان نے سب کچھ طے ہوجانے پر یہ اصرار جاری رکھا کہ یہ سیریز تین ون ڈے اور تین ٹی 20 میچوں پر مشتمل ہو۔ یہ بڑا عجیب سا معاملہ ہوا کہ پہلے تو پاکستان نے آئی سی سی سے چھ ٹی 20 میچوں کی سیریز کا مطالبہ کیا اور جب اسے اجازت مل گئی تو پھر یہ نئی رکاوٹ سامنے آگئی۔ معلوم ہوا کہ ٹی وی رائٹس کا "جن" سر اٹھانے لگا ہے اور میچوں کو براڈکاسٹ کرنے والا ادارہ اس بات پر خوش نہیں ہے کہ مختصر دورانیے کے 6 میچوں تک رہا جائے بلکہ اس کا مطالبہ تھا کہ سیریز اس کے حقیقی پلان تین ون ڈے اور تین ٹی 20 میچوں پر ہی بنی ہو۔

آسٹریلین کرکٹرز ون ڈے میچوں سے خائف تھے جن کا کہنا تھا کہ وہ سخت گرمی میں اپنی صحت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے لیکن پی سی بی کو بھی یہ مجبوری لاحق تھی کہ براڈکاسٹر کو بھی ممکنہ نقصان سے بچانا تھا۔ پی سی بی نے کرکٹ آسٹریلیا کے نمائندوں سے ملاقات میں انہیں تمام تر صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میچز شام کو شروع کرکے رات گئے تک کھیلے جاسکتے ہیں جبکہ اگلا دن آرام کا ہوگا تو کھلاڑی تھکن کا شکار نہیں ہوں گے جس پر کرکٹ آسٹریلیا کے نمائندوں نے موسمی حالات پر تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اگست اور ستمبر میں موسم کی پیشگوئیاں پیش نظر رکھتے ہوئے صورتحال کا جائزہ لیں گے جس کے بعد کھلاڑیوں کو اس بارے میں آگاہ کیا جائے گا۔ پاکستان کے لئے اس سیریز سے محرومی بہت بڑا نقصان ہوسکتی ہے کیونکہ اسے پہلے ہی شدید مالی بحران کا سامنا ہے اور 450 ملین کی متوقع آمدنی سے ہاتھ دھونا کسی طرح بھی عقلمندانہ بات نہیں لہٰذا پی سی بی اپنی کوشش میں مصروف ہے کہ یہ سیریز منسوخ نہ ہو۔ ابوظہبی میں ہوٹل کے بھاری اخراجات سے بچاؤ کے لئے بیشتر میچوں کی میزبانی دبئی اور شارجہ کو دیدی گئی ہے اور ون ڈے میچز شام کو 6 بجے جبکہ ٹی 20 میچز 8 بجے شب شروع کئے جائیں گے جو کہ اپنی نوعیت کا ایک نیا قدم ہوگا۔ کرکٹ آسٹریلیا کا کہنا ہے کہ میچز غیر معمولی وقت پر شیڈول کئے گئے مگر پاکستان کی سپورٹ کے لئے سیریز کا انعقاد اہم ہے لیکن آسٹریلین کرکٹ ایسوسی ایشن کے پیٹ کا درد کم نہیں ہورہا جس کا کہنا ہے کہ پاکستان سے ون ڈے میچز کا ٹائم شیڈول غلط ہے اور چیف ایگزیکٹو پال مارش کا کہنا ہے کہ "یہ دورہ کرکٹ نہیں بلکہ کمرشل معاملات کے باعث طے کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے انہیں اس پر زیادہ غصہ آرہا ہے۔" "ہم کرکٹ آسٹریلیا کو دن کے اس حصے میں میچوں کے انعقاد سے نہیں روک سکتے کیونکہ دونوں ممالک کے درمیان مفاہمت کی یادداشت میں میچوں کی تعداد اور ان کے درمیان وقفے کی وضاحت کردی گئی ہے۔ لیکن ایسے معاملات کا ہمیں اس سے پہلے سامنا نہیں کرنا پڑا" پال مارش اس بات پر بھی اڑے ہوئے ہیں کہ گرمی کا مسئلہ بدستور برقرار ہے اور اصل تشویش یہ ہے کہ 40 ڈگری سینٹی گریڈ سے زائد کے درجہ حرارت میں کھلاڑی کس طرح کھیل سکیں گے۔ لگتا ہے کہ آسٹریلیا میں انتہائی سرد موسم ہوتا ہے جس کے عادی آسٹریلین کھلاڑی گرمی میں بے حال ہوجائیں گے۔ ساری دنیا یہ بات جانتی ہے کہ گرمیوں کے موسم میں آسٹریلیا میں ٹھیک ٹھاک گرمی ہوتی ہے اور درجہ حرارت وہاں بھی 30 سے 40 کے درمیان ہی ہوتا ہے جس کے آسٹریلین عادی ہیں مگر انہیں یو اے ای میں کھیلنے پر اعتراض ہے گویا وہ سائبیریا سے آکر یہاں کھیلیں گے۔

آسٹریلیا کرکٹرز ایسوسی ایشن شام کے اوقات میں گرمی اور پھر رات گئے تک جاری رہنے والے میچوں میں حفاظتی انتظامات کو بھی گھسیٹ لائی ہے جس کا یہ موقف بڑا بے تکا سا ہے کہ رات گئے تک کھیلنے کے سبب کھلاڑیوں کی صحت کو خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔ جیسے آسٹریلین کھلاڑی چھوٹے سے بچے ہیں جن کو چند گھنٹے زیادہ جاگنے سے مسائل جکڑ لیں گے۔ ڈسکو اور نائٹ کلبز میں راتیں گزارنے والے کھلاڑیوں کے لئے اس طرح کے بچگانہ خدشات سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سیریز کو ختم کرنے کی بہانے بازی ہے۔ کھلاڑی رات بھر ڈسکو کلب میں گزار کر اپنے سونے کا معمول تبدیل کرسکتے ہیں لیکن میچوں کی خاطر ایسا کرنے سے ان کی صحت خراب ہوجائے گی یہ جواب کوئی پال مارش سے ہی طلب کرے تو ٹھیک ہے جن کو اگست اور ستمبر کی گرمی جون اور جولائی میں ستا رہی ہے۔ MAB

پاکستان بمقابلہ آسٹریلیا ون ڈے ریکارڈز

کھیلے گئے میچوں کے نتائج

ٹیم	دورانیہ	میچ	جیتے	ہارے	ٹائی	بے نتیجہ
پاکستان	1975-2011	86	30	52	1	3

بہترین بالنگ

بالر	اوورز	میڈن	رنز	وکٹ	ٹیم	مقام	تاریخ
شاہد آفریدی	10.0	0	38	6	پاکستان	دبئی	22 Apr 2009
وقار یونس	8.0	0	59	6	پاکستان	ناٹنگھم	19 Jun 2001
کارل ریکمین	8.2	2	16	5	آسٹریلیا	ایڈیلیڈ	30 Jan 1984
ریان ہیرس	9.5	3	19	5	آسٹریلیا	پرتھ	29 Jan 2010
وسیم اکرم	8.0	1	21	5	پاکستان	میلبورن	24 Feb 1985

300 یا زائد رنز

ٹیم	اسکور	اوورز	رن ریٹ	مقام	تاریخ
آسٹریلیا	337/7	50.0	6.74	سڈنی	4 Feb 2000
آسٹریلیا	332/5	50.0	6.64	نیروبی	30 Aug 2002
آسٹریلیا	324/8	50.0	6.48	کراچی	6 Nov 1998
آسٹریلیا	316/4	48.5	6.47	لاہور	10 Nov 1998
پاکستان	315/8	50.0	6.30	لاہور	10 Nov 1998
آسٹریلیا	310/8	50.0	6.20	جوہانس برگ	11 Feb 2003
آسٹریلیا	300/5	50.0	6.00	برسبین	11 Feb 1990

130 یا کم رنز

ٹیم	اسکور	اوورز	رن ریٹ	مقام	تاریخ
پاکستان	108	36.0	3.00	نیروبی	30 Aug 2002
پاکستان	117	32.3	3.60	نیروبی	4 Sep 2002
آسٹریلیا	120	41.3	2.89	ہوبارٹ	7 Jan 1997
پاکستان	127	37.3	3.38	سڈنی	24 Jan 2010

115 یا زائد رنز کی اننگز

کھلاڑی	رنز	گیندیں	چوکے	چھکے	ٹیم	مقام	تاریخ
میتھیو ہیڈن	146	128	12	6	آسٹریلیا	نیروبی	30 Aug 2002
اینڈریو سائمنڈز	143*	125	18	2	آسٹریلیا	جوہانس برگ	11 Feb 2003
جیف مارش	125*	121	9	0	آسٹریلیا	میلبورن	10 Jan 1989
رکی پونٹنگ	124*	129	10	0	آسٹریلیا	لاہور	10 Nov 1998
مارک واگ	121*	134	9	0	آسٹریلیا	راولپنڈی	22 Oct 1994
ڈین جونز	121	113	9	2	آسٹریلیا	پرتھ	2 Jan 1987
شین واٹسن	116*	146	6	2	آسٹریلیا	ابوظہبی	3 May 2009
کامران اکمل	116*	115	13	0	پاکستان	ابوظہبی	3 May 2009

وکٹ کیپر کی پانچ یا زائد شکار

وکٹ کیپر	شکار	کیچ	اسٹمپڈ	ٹیم	گراؤنڈ	تاریخ
معین خان	5	3	2	پاکستان	میلبورن	23 Jan 2000
ایڈم گلکرسٹ	5	4	1	آسٹریلیا	میلبورن	12 Jun 2002
بریڈ ہیڈن	5	5	0	آسٹریلیا	پرتھ	29 Jan 2010

کپتانوں کی فہرست

ملک	کپتان	دورانیہ	میچ	جیتے	ہارے	ٹائی	بے نتیجہ	اوسط
پاکستان	آصف اقبال	1975-1979	2	1	1	0	0	50.00
آسٹریلیا	ائین چیپل	1975-1975	1	1	0	0	0	100.00
آسٹریلیا	کم ہیوز	1979-1984	9	4	3	0	2	57.14
آسٹریلیا	گریگ چیپل	1981-1982	5	2	3	0	0	40.00
پاکستان	جاوید میانداد	1981-1993	14	7	6	1	0	53.57
پاکستان	ظہیر عباس	1982-1982	1	1	0	0	0	100.00
پاکستان	عمران خان	1982-1992	21	8	11	0	2	42.10
آسٹریلیا	ایلن بورڈر	1985-1993	20	10	10	0	0	50.00
آسٹریلیا	رے برائٹ	1986-1986	1	0	1	0	0	0.00
آسٹریلیا	مارک ٹیلر	101992-1997	5	4	1	0	5	5.00
پاکستان	سلیم ملک	1994-1994	4	1	3	0	0	25.00
پاکستان	وسیم اکرم	1996-2000	12	5	7	0	0	41.66
پاکستان	عامر سہیل	1998-1998	3	0	3	0	0	0.00
آسٹریلیا	مارک واگ	1998-2001	14	11	3	0	0	78.57
پاکستان	وقار یونس	2001-2003	10	3	6	0	1	33.33
آسٹریلیا	رکی پونٹنگ	2002-2011	21	16	4	0	1	80.00
پاکستان	انضمام الحق	2004-2005	7	1	6	0	0	14.28
آسٹریلیا	مائیکل کلارک	2009-2009	5	3	2	0	0	60.00
پاکستان	یونس خان	2009-2009	6	2	4	0	0	33.33
پاکستان	محمد یوسف	2010-2010	4	0	4	0	0	0.00
پاکستان	شاہد آفریدی	2010-2011	2	1	1	0	0	50.00

انڈر 19 ایشیا کرکٹ کپ، فائنل اعصاب شکن مقابلے کے بعد ٹائی، دونوں ٹیمیں مشترکہ فاتح قرار

پاکستان اور بھارت کے درمیان انڈر 19 ایشیا کرکٹ کپ 2012 کا فائنل اعصاب شکن مقابلے کے بعد ٹائی ہوگیا، دونوں ٹیموں کو مشترکہ فاتح قرار دیا گیا 283 رنز کے تعاقب میں بھارت کو آخری اوور میں سات رنز درکار تھے لیکن اس کے کپتان انمکت چند چوتھی گیند پر آؤٹ ہوگئے، پانچویں گیند پر رش کلاریا نے احسن عادل کو چوکا لگا کر اسکور برابر کردیا البتہ میچ کی آخری گیند پر وہ رن لینے میں ناکام رہے سمیع اسلم نے 134 رنز کی دلکش اننگز کھیلی انمکت چاند اور سمیع اسلم کو مشترکہ طور پر میچ کے بہترین کھلاڑی کا ایوارڈ دیا گیا، ٹورنامنٹ کے بہترین کھلاڑی کا ایوارڈ بھی سمیع اسلم کے نام رہا کوالالمپور میں پاکستان نے مقررہ 50 اوورز میں 9 وکٹوں کے نقصان پر 282 رنز بنائے، سمیع اسلم نے شاندار فارم کا سلسلہ جاری رکھا اور زبردست اسٹروک پلے کا مظاہرہ کرتے ہوئے گراؤنڈ کے چاروں طرف دلکش اسٹروکس کھیلے، انہوں نے 3 چھکوں اور 13 چوکوں کی مدد سے 124 گیندوں پر 134 رنز بنائے، عمر وحید نے 48 رنز بنائے کپتان بابر اعظم 10، امام الحق 10، محمد نواز 13 اور سعد علی 23 رنز بنا سکے بھارت کی جانب سے رش کلاریا نے 37 رنز کے عوض 5 وکٹ لیے جواب میں بھارت نے 8 وکٹ کے نقصان پر 282 رنز بنا کر میچ برابر کردیا، کپتان انمکت چند نے 121 اور بابا اپاراجیت نے 90 رنز اسکور کیے پاکستان کی طرف سے احسن عادل اور محمد نواز نے تین تین وکٹیں حاصل کیں۔ قبل ازیں پاکستان کی انڈر 19 کرکٹ ٹیم ایشیا کپ کرکٹ ٹورنامنٹ 2012 میں ناقابل شکست رہنے کا ریکارڈ برقرار رکھتے ہوئے فائنل میں پہنچی سیمی فائنل میں گرین شرٹس نے افغانستان کو 151 رنز سے زیر کیا افغانستان کیخلاف پاکستان نے مقررہ 50 اوورز میں 3 وکٹوں پر 296 رنز بنائے سمیع اسلم 77، انعام الحق 69 اور عمر وحید 77 رنز بنا کر نمایاں رہے محمد نواز نے 30 رنز بنائے افغانستان کی ٹیم 40.5 اوورز میں 145 رنز پر ڈھیر ہوگئی عزیز اللہ نے 4، احسان عادل اور محمد نواز نے دو، دو کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ بھارت نے سیمی فائنل میں سری لنکا کو 6 وکٹوں سے شکست دے کر فائنل میں جگہ بنائی فاتح ٹیم نے 244 رنز کا ہدف 47.1 اوورز میں 4 وکٹوں کے نقصان پر پورا کرلیا انمکت چند کو بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا انہوں نے سنچری اسکور کی ملائیشیا کے دارالحکومت کوالالمپور میں سری لنکا نے مقررہ 50 اوورز میں 244 رنز بنائے بھارتی ٹیم نے انمکت چاند کے 116 رنز کی بدولت ہدف 4 وکٹوں پر حاصل کرلیا۔

پاکستان کرکٹ ٹیم نے اے سی سی انڈر 19 ایشیا کپ کا فاتحانہ آغاز کیا سری لنکا، بھارت اور بنگلہ دیش کی ٹیموں نے بھی اپنے اپنے میچز جیت لیے پاکستان نے نیپال، سری لنکا نے افغانستان، بھارت نے ملائیشیا اور بنگلہ دیش نے قطر کو شکست دی ابتدائی روز چار میچوں کا فیصلہ ہوا پہلے میچ میں پاکستان نے نیپال کو 8 وکٹوں سے شکست دی نیپال نے 46.1 اوورز میں 156 رنز بنائے پاکستان کی طرف سے عزیز اللہ اور محمد نواز نے دو، دو جبکہ ضیا الحق، احسان عدیل اور عثمان قادر نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی جواب میں سمیع اسلم کی 82 رنز کی ناقابل شکست اننگز کی بدولت پاکستانی ٹیم نے ہدف 37.3 اوورز میں دو وکٹوں کے نقصان پر پورا کرلیا کپتان بابر اعظم نے 48 رنز بنائے سمیع اسلم میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے۔

پاکستان کرکٹ ٹیم انڈر 19 ایشیا کپ میں سنسنی خیز مقابلے کے بعد روایتی حریف بھارت کو ایک رن سے شکست دے کر سیمی فائنل میں پہنچ گئی ؟ میچ کا فیصلہ آخری گیند پر ہوا، گرین شرٹس کی یہ ایونٹ میں مسلسل دوسری کامیابی تھی پاکستان نے پہلے کھیلتے ہوئے سمیع اسلم کی شاندار سنچری کی بدولت 287 رنز بنائے، بھارتی ٹیم مطلوبہ ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہی اور مقررہ اوورز میں 7 وکٹوں کے نقصان پر 286 تک محدود رہی دیجے ذول کے ناقابل شکست 109 رنز بھی بھارت کو شکست سے نہ بچا سکے اختر وحید اور محمد نواز نے دو، دو وکٹیں حاصل کیں سمیع اسلم کو 121 رنز کی دلکش اننگز کھیلنے پر مین آف دی میچ کا ایوارڈ دیا گیا گروپ اے کے اہم میچ میں بھارت نے ٹاس جیت کر پہلے فیلڈنگ کی پاکستان نے سمیع اسلم اور انعام الحق کی شاندار بیٹنگ کی بدولت مقررہ 50 اوورز میں 7 وکٹوں کے نقصان پر 287 رنز بنائے، سمیع اسلم نے ایک چھکے اور 15 چوکوں کی مدد سے 121 رنز کی عمدہ اننگز کھیلی انعام الحق نے 88 اور محمد نواز نے 43 رنز بنائے دیگر میچز میں سری لنکا نے بنگلہ دیش کو 43 رنز، نیپال نے ملائیشیا کو 107 رنز اور افغانستان نے قطر کو 191 رنز سے شکست دی۔ انڈر 19 ایشیا کپ کرکٹ کے آخری گروپ میچ میں پاکستان نے میزبان ملائیشیا کو 249 رنز سے زیر کرکے سیمی فائنل میں جگہ پکی کرلی گرین شرٹس نے ملائیشیا کو 303 رنز کا ہدف دیا، کپتان بابر اعظم 68، امام الحق 50، عمر وحید 76 اور محمد نواز 53 رنز بنا کر نمایاں رہے ملائیشین ٹیم 30.3 اوورز میں 53 رنز بنا کر آؤٹ ہوگئی محمد نواز نے تین، عزیز اللہ اور میر حمزہ نے دو، دو وکٹیں حاصل کیں دیگر میچز میں افغانستان نے بنگلہ دیش کو آؤٹ کلاس کرکے سیمی فائنل میں جگہ بنائی بھارت نے نیپال اور سری لنکا نے قطر کو زیر کیا اور فائنل فور میں پہنچے۔

ایشیا کپ انڈر 19 ٹورنامنٹ کی تصویری جھلکیاں

سری لنکا تین سال بعد بالآخر کامیاب مصباح الیون کی پہلی سیریز ناکامی

سری لنکا نے پالی کیلئے ٹیسٹ کے آخری روز ہدف کے تعاقب کا خطرہ مول لینے کے بجائے سیریز کے نتیجے کو ترجیح دی اور تیسرا ٹیسٹ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہوا تاہم اور سری لنکا کو تین سال بعد ایک تاریخی سیریز جتوا گیا اور پاکستان کو دو سال بعد پہلی سیریز شکست سے نواز گیا۔ گزشتہ دونوں ٹیسٹ میچز کے مقابلے میں گیند بازوں کو پالی کیلئے انٹرنیشنل اسٹیڈیم میں ایک زیادہ مددگار پچ میسر آئی جس کے نتیجہ خیز ہونے کی قوی امید تھی لیکن بارش کے باعث دوسرے دن کا پورا کھیل ضائع ہونے اور بعد ازاں سخت دھوپ کے باعث پچ بلے بازوں کے لیے مددگار و سازگار ہوتی چلی گئی اور جس پچ پر پہلے روز 13 وکٹیں گریں آخری روز، جب وکٹیں گرنے کا سب سے زیادہ امکان ہوتا ہے، صرف 4 کھلاڑی ہی آؤٹ ہو سکے۔ سری لنکا نے آخری روز 270 رنز کے ہدف کے تعاقب میں 4 وکٹوں کے نقصان پر 195 رنز بنائے اور دن کی تکمیل سے 8 اوورز قبل ہی ہدف کے تعاقب سے ہاتھ اٹھا لیا۔ یہ اگست 2009 میں نیوزی لینڈ کے خلاف 0-2 کی جیت اور بعد ازاں عظیم گیند باز مرلی دھرن کی ریٹائرمنٹ کے بعد سری لنکا کی پہلی سیریز فتح تھی۔ پاکستان، کو دو سال سے کوئی سیریز نہ ہارنے کے ریکارڈ کے باعث، توقع تھی کہ وہ محدود اوورز کے مرحلے کے مقابلے میں یہاں زیادہ اچھی کارکردگی دکھائے گا لیکن گال میں پہلے ٹیسٹ کی بھاری شکست کا گھاؤ اتنا کاری ثابت ہوا کہ آخری ٹیسٹ تک نہ بھر پایا۔ گو کہ کولمبو اور پھر پالی کیلئے میں پاکستان نے مصباح الحق کی زیر قیادت بہتر انداز میں سیریز میں واپسی کی، لیکن دونوں جگہ قسمت نے اس کی یاوری نہ کی۔ کبھی امپائرز اپنے فیصلوں کے ذریعے پاکستان کی راہ میں حائل ہو جاتے تو کبھی بارش آڑے آ جاتی۔

پھر بھی ٹیسٹ سیریز کا نتیجہ کئی لحاظ سے ٹی ٹوئنٹی اور ایک روزہ سیریز سے بہتر رہا کیونکہ چند نوجوان کھلاڑیوں نے بہت ہی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جنید خان نے پہلی اننگز میں 5 وکٹیں حاصل کیں جبکہ اظہر علی اور اسد شفیق نے دوسری اننگز میں نازک موقع پر شاندار سنچریاں اسکور کیں۔ اسد شفیق نے پہلی اننگز میں بھی 75 رنز کی کارآمد اننگز کھیلی تھی۔ ان دونوں کے علاوہ عدنان اکمل کی جرات مندی بھی ایک مثال رہی۔ پہلی اننگز میں وہ ایک اٹھتی ہوئی گیند اپنے انگوٹھے پر لگنے کی وجہ سے زخمی ہوئے، جس کے بارے میں بعد ازاں علم ہوا کہ ہڈی میں فریکچر ہو گیا ہے۔ وہ وکٹ کیپنگ کے لیے میدان میں نہ اترے اور ان کی جگہ توفیق عمر نے فرائض سنبھالے لیکن چوتھے روز کے اختتامی لمحات میں جب سعید اجمل کی صورت میں پاکستان کی آٹھویں وکٹ گری تو وہ میدان میں آئے اور 96 گیندوں پر 4 چوکوں کی مدد سے 35 رنز کی دلیرانہ اننگز کھیلی۔ انہوں نے نویں وکٹ پر اسد شفیق کے ساتھ مل کر قیمتی 81 رنز جوڑے جس کی وجہ سے میچ برابری کی سطح پر پہنچا ورنہ پاکستان کے ہارنے کے آثار نمایاں تھے۔ دوسری اننگز میں اسد شفیق اور اظہر علی کی تعریف کرنا گویا "سورج کو چراغ دکھانے" کے مترادف ہے۔ دونوں بلے بازوں نے ماضی قریب میں انضمام الحق۔ یونس خان اور محمد یوسف یونس خان کی جوڑیوں کی یاد تازہ کر دی۔ گو کہ اظہر پہلی اننگز میں صفر پر آؤٹ ہوئے تھے لیکن اسد شفیق وہاں بھی 75 رنز بنا کر سب سے نمایاں بلے باز رہے۔ البتہ دوسری اننگز میں تو دونوں نے کمال ہی کر دیا۔ 176 رنز پر چار وکٹیں گرنے کے بعد، جبکہ پاکستان ویسے ہی پہلی اننگز میں 111 رنز کے خسارے میں تھے، دونوں نے پانچویں وکٹ پر 100 رنز کی شراکت داری بھی قائم کی اور بعد ازاں اسد شفیق نے چوتھے دن کے آخری اور پانچویں دن کے پہلے سیشن میں عدنان اکمل کے ساتھ نویں وکٹ پر 81 رنز جوڑ کر پاکستان کے لیے میچ بچانا ممکن بنایا ورنہ 0-2 کی شکست واضح نظر آ رہی تھی۔ اس شاندار بلے بازی کی بدولت سری لنکا کو آخری روز بچنے والے 71 اوورز میں 270 رنز کا ہدف ملا۔ پاکستان کو امید تھی کہ وہ پہلی اننگز میں جنید خان اور سعید اجمل کی عمدہ کارکردگی کو دہراتے ہوئے دیکھے گا لیکن سری لنکا اتنا تر نوالہ نہیں تھا۔ ابتدا میں تیز کھیلنے کے بعد چائے کے وقفے پر چندیمال کی وکٹ گرتے ہی اس نے ہدف کا تعاقب چھوڑ دیا اور جیسے ہی مقابلہ حتمی مرحلے میں داخل ہوا سری لنکا نے ہاتھ اٹھا لیا اور یوں آخری میچ ڈرا پر ختم ہوا۔ سری لنکا کے لیے سیریز کے ہیرو کمار سنگا کارا 74 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے جبکہ اس پہلی اننگز میں ناکام رہنے والے دنیش چندیمال نے بھی پچ کے رویے میں آنے والی اچانک تبدیلی کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور 65 رنز بنا کر میچ بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے دوسری وکٹ پر کمار سنگا کارا کے ساتھ مل کر 88 رنز کا اضافہ کیا۔ ان کے آؤٹ ہونے کے بعد پاکستان نے سعید اجمل کی بدولت یکے بعد دیگرے تین وکٹیں تو حاصل کر لیں لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ قبل ازیں پہلے روز ابر آلود موسم اور پچ کے گیند بازوں کے لیے کچھ سازگار نظر آنے کے باعث مہیلا جیاوردنے نے ٹاس جیت کر پہلے گیند بازی کا فیصلہ کیا اور نوجوان آل راؤنڈر تھیسارا پریرا محدود اوورز کے بعد ٹیسٹ میں بھی پاکستانی بلے بازوں پر قہر بن کر ٹوٹے۔ اور ابتدا میں محمد حفیظ، توفیق عمر اور اظہر علی کی قیمتی وکٹیں لے اڑے۔ درمیان میں دوسرے اینڈ سے یونس خان بھی صفر پر پویلین لوٹے اور 56 پر پاکستان اپنے ابتدائی چاروں بلے بازوں سے محروم ہو چکا تھا۔ مرد بحران مصباح الحق نے اسد شفیق کے ساتھ 85 رنز جوڑے لیکن پاکستان کو بڑا دھچکا اس وقت لگا جب 162 کے مجموعی اسکور پر عدنان اکمل زخمی ہوئے۔ وہ ایک اٹھتی ہوئی گیند کو پیچھے کھیلنے کی کوشش میں اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو زخمی کر بیٹھے اور میدان سے باہر چلے گئے۔ ان کے زخمی ہونے سے بھی پاکستان کے حوصلے کافی پست ہوئے کیونکہ وکٹوں کے پیچھے ذمہ داری سنبھالنے کا اہم ترین کام ناتجربہ کار ہاتھوں میں چلا گیا۔ پاکستان کو بائے کی صورت میں کئی قیمتی رنز بھی سری لنکا کو دینے پڑے جس کی وجہ سے بالرز پر دباؤ آیا۔ بہرحال، اب تمام تر ذمہ داری اسد شفیق پر تھی جنہوں نے 75 رنز بنا کر اور آخری بلے بازوں کو استعمال کر کے پاکستان کو 200 سے آگے پہنچایا اور بعد ازاں پوری ٹیم 226 رنز پر آل آؤٹ ہو گئی۔ پہلے ہی روز پاکستان کے آل آؤٹ ہو جانے سے پچ کے رویے کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، جو گیند بازوں کے لیے انتہائی سازگار نظر آ رہی تھی اور جواب میں پاکستان نے 44 پر سری لنکا کے تینوں ابتدائی بلے بازوں کو ٹھکانے لگا کر اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ پویلین لوٹنے والے کھلاڑیوں میں اوپنر دنیش چندیمال کے علاوہ ان فارم کمار سنگا کارا اور مہیلا جے وردھنے کی قیمتی وکٹیں بھی شامل تھیں۔ میچ پاکستان کی گرفت میں آ چکا تھا لیکن اگلے روز موسلا دھار بارش نے میدان کو گھیر لیا۔ پورے دن بارش کی آنکھ مچولی جاری رہی جو دن بھر جاری رہی اور پورے دن کا کھیل ضائع ہو گیا۔ سری لنکا کو درکار آرام مل چکا تھا اور وہ تیسرے روز اس آسانی کے ساتھ میدان میں اترا کہ کسی کو یقین ہی نہ آیا کہ یہ میچ اسی پچ پر کھیلا جا رہا ہے۔ دھوپ نے پچ کا چلن ہی بدل دیا اور پاکستان پہلے سیشن میں تمام تر کوشش کے باوجود کوئی وکٹ حاصل نہ کر پایا اور بالادست پوزیشن گنوا بیٹھا۔ سنگا کارا اور مہیلا کے ٹھکانے لگانے کے باوجود پاکستان کو اس مرتبہ سیریز میں ناکامیوں کا منہ دیکھنے والے تھارنگا پرانا وتانا اور تھیلان سماراویرا کی غیر متوقع کارکردگی کو بھگتنا پڑا جنہوں نے چوتھی وکٹ پر 143 رنز کا اضافہ کیا اور تقریباً پاکستان کے اسکور کو جا لیا۔ سماراویرا 160 گیندوں پر 73 رنز بنانے کے بعد سعید اجمل کی دوسری وکٹ بنے۔ پاکستان نے کچھ وقفے سے تین مزید وکٹیں حاصل کر لیں اور جب سری لنکا کی برتری محض 10 رنز کی تھی تو اس کے 7 کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر تھیسارا پریرا کے بلے نے جادو جگایا جنہوں نے نوان کولاسیکرا کے ساتھ مل کر آٹھویں وکٹ پر 84 رنز بنا کر پاکستان کے حوصلے پست کر دیے۔ پریرا نے 86 گیندوں پر 3 چھکوں اور 4 چوکوں سے مزید 75 رنز کی غیر متوقع اننگز کھیلی جبکہ کولاسیکرا نے 33 رنز کے ساتھ ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور سری لنکا کی پہلی اننگز 337 رنز یعنی پاکستان پر 111 رنز کی فیصلہ کن برتری کے ساتھ ختم ہوئی۔ پاکستان کی جانب سے جنید خان نے 70 رنز دے کر 5 جبکہ سعید اجمل نے 66 رنز دے کر 3 وکٹیں حاصل کیں۔ عمر گل اور محمد سمیع کو ایک، ایک وکٹ ملی لیکن دونوں بہت مہنگے ثابت ہوئے اور 4 سے زائد رنز فی اوور کی اوسط سے رنز کھائے۔ اب پاکستانی بلے بازوں کو بہت ذمہ داری سے کھیلنے کی ضرورت تھی، کیونکہ پہلی اننگز کا خسارہ مقابلے کو حریف کے پلڑے میں جھکا چکا تھا، لیکن توفیق عمر ابتدا ہی میں ایک مرتبہ پھر امپائر کے ناقص فیصلے کا شکار ہو گئے اور 16 رنز پر ہی پاکستان کی پہلی وکٹ گر گئی۔ محمد حفیظ نے اظہر علی کے ساتھ 94 رنز کا اضافہ کیا۔ حفیظ، جو گزشتہ میچ کی کارکردگی کو دہرانا چاہتے تھے، 52 رنز بنانے کے بعد دلہارا فرنینڈو کی پہلی وکٹ بنے۔ بہرحال پاکستان بہتر پوزیشن میں تھا جس نے محض دو وکٹوں کے نقصان پر خسارہ پورا کر لیا۔ آنے والے سینئر بلے باز اپنی ذمہ داری اچھی طرح نہ نبھا سکے اور یکے بعد دیگرے یونس خان اور مصباح الحق کی وکٹیں گرنے کے باعث پاکستان نازک پوزیشن میں آ گیا۔ اس کی برتری محض 65 رنز کی تھی جب وکٹ پر بلے بازوں کی آخری، اور ناتجربہ کار، جوڑی اظہر علی اور اسد شفیق کی صورت میں موجود تھے۔ زخمی عدنان اکمل کے بھی میدان میں آنے کے امکانات کم تھے جبکہ ٹیل اینڈرز کا حال تو سب پر عیاں ہے۔ خیر، دونوں نے اپنی صلاحیتوں سے کہیں بڑھ کر کارکردگی دکھائی اور پانچویں وکٹ پر 100 رنز کی قیمتی شراکت قائم کر کے پاکستان کو شکست کے دہانے سے کھینچ لیا۔ اظہر علی 284 گیندوں پر 136 رنز کی شاندار و یادگار اننگز کھیلنے کے بعد فرنانڈو ہی کے ہاتھوں وکٹوں کے پیچھے آؤٹ ہوئے۔ پھر ٹیل اینڈرز کے لڑھکنے کی باریاں آئیں جو ایک کے بعد ایک کر کے نکلتے چلے گئے یہاں تک کہ 299 پر سعید اجمل کی صورت میں آٹھویں وکٹ بھی گر گئی۔ اس موقع پر عدنان اکمل جرات مندی کا مظاہرہ کر کے ٹوٹے ہوئے انگوٹھے کے ساتھ میدان میں اترے اور اسد شفیق کے ساتھ 81 رنز کی ناقابل شکست رفاقت قائم کر کے میچ کو سنسنی خیز مرحلے میں داخل کر دیا۔ رنگانا ہیراتھ سب سے کامیاب بالر رہے جنہوں نے 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ غیر متوقع طور پر تین وکٹیں دلہارا فرنانڈو کو بھی ملیں۔ پانچویں روز کے پہلے سیشن میں جیسے ہی اسد شفیق نے کیریئر کی دوسری سنچری مکمل کی مصباح الحق نے بلے بازوں کو واپس بلا لیا اور سری لنکا کو دن کے بقیہ 71 اوورز میں 270 رنز کا ہدف دیا جو وہ مکمل نہ کر پایا۔ اسد شفیق کو دونوں اننگز میں شاندار بیٹنگ پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ کمار سنگا کارا سیریز میں زبردست بلے بازی کے باعث مین آف دی سیریز قرار پائے۔ یہ مصباح الحق کی زیر قیادت پاکستان کی پہلی سیریز شکست تھی، گو کہ جو میچ اس سیریز میں پاکستان ہارا اس میں قیادت حفیظ نے کی تھی کیونکہ مصباح ایک میچ کی پابندی کے باعث نہیں کھیلے تھے، لیکن 2010 میں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل والی بدنام زمانہ سیریز کے بعد پاکستان کی یہ پہلی ہار بہت کڑوی ثابت ہوگی۔ اب قومی ٹیم آسٹریلیا کے خلاف متحدہ عرب امارات میں محدود اوورز کی سیریز کی تیاری کرے گی۔

کولمبو میں زمین پر 'مردہ پچ' اور آسمان پر بادلوں کی حکمرانی، دوسرا ٹیسٹ ڈرا

کولمبو میں پاک، سری لنکا دوسرے ٹیسٹ کو مصباح کی جراءت مندانہ ڈکلیئریشن بھی ثمر آور نہ بنا سکی اور بارش جیت گئی۔ یوں سری لنکا کو سیریز میں 1-0 کی ناقابل شکست برتری حاصل رہی۔ سنہالیز اسپورٹس کلب کی فیصل آبادی پچ میں اتنے رنز تھے کہ دو بلے باز ڈبل سنچری کے قریب تک پہنچ گئے، ایک تو بدقسمت کمار سنگاکارا تھے جو سیریز میں دوسری بار چند رنز سے ڈبل سنچری بنانے سے محروم رہ گئے اور دوسرے پاکستان کے نائب کپتان محمد حفیظ تھے جو محض 4 رنز کے فرق سے اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے۔ اس میچ کا ایک دن سے زائد کا کھیل بارش کی نذر ہوا، لیکن آخری روز توقعات سے کہیں زیادہ دلچسپ ثابت ہوا۔ پاکستان کے لیے ایک لحاظ سے مایوس کن امر یہ رہا کہ وہ پہلے سیشن میں کوئی وکٹ حاصل نہ کر پایا اور یہیں سے سری لنکا کو میچ بچانے کا بھرپور موقع مل گیا۔ اگر پاکستان کھانے کے وقفے سے پہلے کچھ وکٹیں گرا دیتا اور اسے فالو آن پر مجبور کرتا تو ممکن تھا کہ وہ بقیہ کھیل میں مزید بہتر باؤلنگ کے ذریعے میچ اننگز سے جیت جاتا یا معمولی ہدف کا تعاقب کرتا۔ بہرحال اس وکٹ پر تو یہ خام خیالی ہی تھی لیکن وقفے کے فوراً بعد پاکستانی گیند بازوں خصوصاً جنید خان کی فارم واپس آ گئی اور پاکستان نے 21 رنز پر سری لنکا کی آخری 5 وکٹیں ہتھیا لیں اور پہلی اننگز میں 160 رنز کی برتری حاصل کر لی۔ اس وقت دن میں تقریباً 60 اوورز کا کھیل باقی تھا اور پاکستان نے تیز رفتار کھیل کا مظاہرہ کر کے چائے کے وقفے کے فوراً بعد اننگز ڈکلیئر کرنے کا اعلان کیا اور دن کے بقیہ 37 اوورز میں سری لنکا کو جیتنے کے لیے 261 رنز کا مشکل ہدف دیا۔ ابتدا میں تو سری لنکا اس ہدف کو حاصل کرنے کے ارادے کے ساتھ میدان میں اترا، اور تھارنگا پرناوتنا اور تلکارتنے دلشان کی تیز رفتار بلے بازی ان ارادوں کی غماز تھی لیکن دلشان کی وکٹ گرنے کے بعد اس نے تعاقب نہ کرنے کا سوچا اور جب دن کے آخری 15 اوورز کے آغاز پر امپائر نے پوچھا کہ کیا وہ ہدف کا تعاقب کرنا چاہیں گے تو مہیلا جیا وردنے نے بخوشی میچ کے خاتمے کا فیصلہ کیا اور ڈرا پر ہی اکتفا کیا۔ یوں پاکستان کی ایک سیشن کی شاندار کارکردگی بھی میچ کو نتیجہ خیز نہ بنا پائی اگر پاکستان پہلے سیشن میں یہ کارنامہ انجام دے دیتا تو ہوسکتا ہے میچ کا نتیجہ مختلف ہوتا میچ کے پہلے روز پاکستان نے سری لنکا کے ٹاس جیت کر بیٹنگ دینے کے فیاضانہ فیصلے کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور بیٹنگ لائن اپ جو پورے دورے میں مسلسل ناکام ثابت ہوئی پہلی بار حریف گیند بازوں پر حاوی دکھائی دی۔ مہیلا جیا وردنے نے بلے بازوں کی جنت پر ٹاس جیت کر فیلڈنگ کا فیصلہ کر کے پاکستان کو سیریز میں اپنا اعتماد بحال کرنے کا سنہرا موقع فراہم کیا زیر عتاب مہمان بلے باز بھی گویا اس موقع کے منتظر تھے، اور وہ رنز پر اس طرح لپکے جیسے بھوکا کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ سری لنکا کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے پاکستان کی بیٹنگ کو کمزور جانا اور سمجھا کہ وہ ابتدا ہی میں اسے دباؤ میں لا کر سیریز میں فیصلہ کن برتری حاصل کرنا چاہتا تھا اور محمد حفیظ، اظہر علی اور توفیق عمر کی عمدہ بلے بازی نے اس کے پلان اے کو تو ناکام بنا دیا خصوصاً ان تینوں بلے بازوں نے جس رفتار کے ساتھ رنز بنائے اس کی ماضی قریب میں پاکستانی بیٹنگ لائن اپ سے امید نہیں کی گئی۔ وہ ٹیم جو ٹیسٹ میں اپنے ٹک ٹک انداز کے باعث بدنام ہے نے پہلے روز 3.71 کے اچھے اوسط کے ساتھ رنز بنائے اور یہی وجہ ہے کہ پہلے روز کے اختتام پر 334 رنز کا بھاری مجموعہ اسکور بورڈ پر جگمگا رہا تھا۔ توفیق عمر کی برق رفتار بیٹنگ کی بدولت اوپنرز نے 78 رنز کا عمدہ آغاز فراہم کیا جس کے بعد سری لنکن بالرز اور فیلڈرز کی طویل خواری کا آغاز ہوا اور وہ پورے دن کی دوڑ دھوپ اور کوششوں کے باوجود ایک وکٹ حاصل نہ کر پائے توفیق نے 74 گیندوں پر 65 رنز بنائے۔ دورہ سری لنکا میں مسلسل جدوجہد کرنے والے پاکستان کے تجربہ کار آل راؤنڈر محمد حفیظ نے اس موقع کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ایک ایسے وقت میں جب کرکٹ حلقوں میں یہ بات بہت زیادہ گردش کر رہی تھی کہ حفیظ کی فارم کو دیکھتے ہوئے انہیں ٹیم سے باہر کر دینا چاہیے، انہوں نے ایک شاندار اننگز کھیل کر ناقدین کے منہ بند کر دیے کسی حد تک خوش قسمتی بھی ان کے ساتھ رہی، وہ ایک مرتبہ نو بال پر وکٹوں کے پیچھے کیچ آؤٹ ہوئے اور ایک مرتبہ امپائر نے انہیں آؤٹ قرار نہیں دیا لیکن وہ اس سے پہلے ہی اعتماد کی بحالی کے لیے کافی رنز بنا چکے تھے۔ البتہ پاکستان کی جوابی کارروائی کے سرخیل محمد حفیظ کیریئر کی بہترین اننگز کو ڈبل سنچری میں نہ بدل پائے وہ صرف 4 رنز کے فاصلے سے اپنی پہلی ڈبل سنچری سے محروم ہو گئے میچ کے دوسرے روز حریف گیند باز رنگانا ہیراتھ کی گیند کو باؤنڈری کی راہ دکھا کر یہ سنگ میل عبور کرنے کی کوشش کرنا انہیں بہت مہنگا پڑ گیا اور اتنی طویل اننگز کے بعد وہ کف افسوس ملتے ہوئے میدان سے باہر آئے اگر حفیظ 200 رنز بنانے میں کامیاب ہو جاتے تو پاکستان کی تاریخ کے 19 ویں بلے باز بن جاتے جنہوں نے کم از کم ایک مرتبہ ڈبل سنچری ضرور بنائی ہے۔ 331 گیندوں پر 20 چوکوں اور ایک چھکے سے مزین 196 رنز کی یہ اننگز حفیظ کو تا عمر یاد رہے گی تاہم رنگانا ہیراتھ کی ایک گیند کو آگے بڑھ کے سوئپ کرنے کی کوشش انہیں بہت مہنگی پڑ گئی اور وہ اپنی لیگ اسٹمپ گنوا بیٹھے۔ حفیظ کی اس اننگز میں 1 چھکا اور 20 چوکے شامل تھے اور یہ 427 منٹ پر محیط رہی۔ اس اننگز کے دوران حفیظ نے اظہر علی کے ساتھ پہلی اننگز میں 287 رنز کی شراکت داری قائم کی اور دوسری وکٹ پر پاکستان کی سب سے بڑی رفاقت کا اعزاز بھی حاصل نہ کر پائے جو 291 رنز ہے اور ظہیر عباس اور مشتاق محمد کے پاس ہے اظہر علی اپنے کیریئر کے بہترین اسکور یعنی 157 پر ہی آؤٹ ہوئے۔ انہوں نے 295 گیندوں پر محض 9 چوکوں کی مدد سے یہ اننگز تراشی اور 458 منٹ تک کریز پر قابض رہے۔ پاکستان نے مصباح الحق کے ناقابل شکست 66 رنز کی بدولت 551 رنز کا ہمالیہ جیسا مجموعہ تو اکٹھا کر لیا لیکن بارش اتنا کھیل ضائع کر چکی تھی کہ جب انہوں نے اننگز ڈکلیئر کی تو تیسرے روز کا پہلا سیشن چل رہا تھا سری لنکا کی جانب سے رنگانا ہیراتھ نے 3 جبکہ سورج رندیو اور اینجلو میتھیوز نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی سری لنکا نے پہلی اننگز کا آغاز کیا اور

ابتدا میں آؤٹ آف فارم تھارنگا پرناوتنا کی وکٹ گرنے کے باوجود معاملہ سنبھال لیا تلکارتنے دلشان اور کمار سنگاکارا نے اس ہموار وکٹ پر رنز کے انبار لگا دیے دونوں نے دوسری وکٹ پر پاکستانی گیند بازوں کا وہی حال کیا جو کچھ دیر قبل ان کے سری لنکن ساتھی پاکستانی بلے بازوں کے ہاتھوں سہہ رہے تھے دونوں نے دوسری وکٹ پر 225 رنز جوڑے اور پھر چوتھے روز کی شام پاکستان نے ایک ہی بلے میں اس کی چار وکٹیں کھڑکا دیں پہلے دلشان 121 پر جنید خان کی دوسری وکٹ بنے 195 گیندوں پر کھیلی گئی یہ اننگز پاکستانی بالرز کا سخت امتحان تھی اس کے بعد جنید نے کچھ ہی دیر بعد حریف قائد مہیلا جیاوردنے کو صفر پر ٹھکانے لگا دیا سعید اجمل نے تھیلان سماراویرا کو صفر پر ایل بی ڈبلیو کیا تو سری لنکا کے ہاتھ پیر پھول گئے بالآخر عبدالرحمٰن نے 278 کے مجموعے پر نائٹ واچ مین سورج رندیو کی وکٹ حاصل کی تو امپائرز نے چوتھے روز کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ پانچویں روز کا آغاز ہوا تو سری لنکا اب بھی فالوآن کے خطرے سے نہیں نکلا تھا اور اب اس کا تمام تر انحصار کمار سنگاکارا پر تھا جنہوں نے پانچویں روز اسی اعتماد کے ساتھ اننگز کا آغاز کیا اور اینجلو میتھیوز نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ دونوں کھلاڑیوں نے چھٹی وکٹ پر 92 رنز کی شراکت قائم کر کے اہم ترین سیشن نکالا بلکہ میچ پر پاکستان کی مضبوط ہوتی گرفت کو بھی ڈھیلا کیا۔ گو کہ پاکستان نے پہلے سیشن کی ناکامی کے بعد سنگاکارا آؤٹ کرتے ہی تمام وکٹیں سمیٹ لیں لیکن میچ مہمان ٹیم کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ سنگاکارا بدقسمتی سے مسلسل دوسرے میچ میں نروس ون نائنٹیز کا شکار ہوئے اور اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے انہوں نے 351 گیندوں پر 15 چوکوں اور ایک چھکے سے سجی 192 رنز کی ایک خوبصورت اننگز کھیلی وہ گال ٹیسٹ میں 199 رنز بنانے کے باوجود ٹیم کے دیگر اراکین کے آؤٹ ہونے کی وجہ سے مایوس واپس لوٹے تھے۔ جنید خان نے ایک مردہ وکٹ پر بہترین بالنگ کی اور 73 رنز دے کر 5 وکٹیں حاصل کیں جس پر انہیں میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا عبدالرحمٰن، جو اب تک اپنی کارکردگی سے متاثر نہیں کر پائے تھے، 4 وکٹیں حاصل کر کے سری لنکن اننگز کے خاتمے

میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک وکٹ سعید اجمل کو حاصل ہوئی جو حیران کن طور پر اس میچ میں ان کی واحد وکٹ تھی۔ سری لنکا کی پہلی اننگز کے اختتام کے وقت آخری روز 60 اوورز کا کھیل باقی تھا، پاکستان نے 18 اوورز کھیلے اور برق رفتار 100 رنز بعد اننگز ڈکلیئر کر کے سری لنکا کو 37 اوورز میں 261 کا ہدف دیا لیکن وہ 86 رنز ہی بنا پایا اور میچ

وقت سے قبل ختم کر دیا گیا۔ پاکستان نے ابتدا ہی سے جارحانہ حکمت عملی اپنائی اور 11 ویں اوور میں 51 رنز پر محمد حفیظ (21) رنز کی وکٹ گرنے کے بعد عبدالرحمٰن کو تیز رفتار بیٹنگ کے لیے ون ڈاون بھیجا گیا جنہوں نے 3 چھکوں اور 3 چوکوں سے محض 22 گیندوں پر 36 رنز بنائے۔ توفیق عمر 57 گیندوں پر 42 رنز کے ساتھ ناقابل شکست
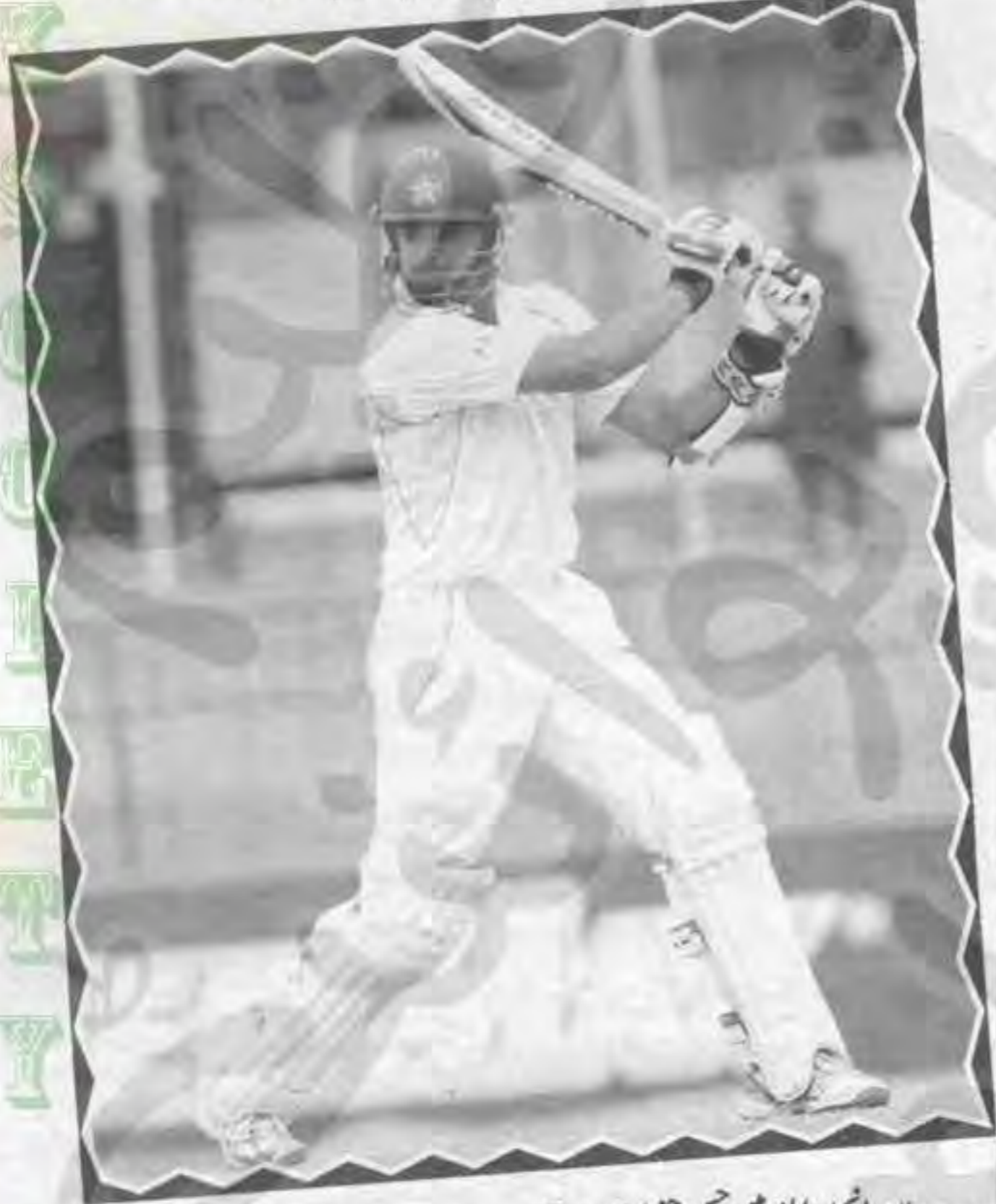
رہے۔ ان پانچوں ایام میں جس چیز پر سب سے زیادہ تنقید کی گئی وہ سنہالیز اسپورٹس کلب کی وکٹ تھی ایک ایسا میدان جہاں گزشتہ 5 میں سے 4 مقابلے بے نتیجہ ختم ہوئے، میں پانچ دنوں میں 1128 رنز بنے اور صرف 20 وکٹیں گریں پاکستان جیسی کمزور بیٹنگ لائن اپ نے دونوں مرتبہ اپنی اننگز ڈکلیئر کیں ان 20 میں سے 9 وکٹیں تو آخری روز گریں جب پاکستان نے ایک ہی جھٹکے میں سری لنکا کی آدھی لائن اپ کو گھر کا راستہ دکھایا۔ گال میں عبرتناک شکست کے بعد پاکستان نے کھیل کے تمام شعبوں میں جیسی بہتری دکھائی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصباح الحق کی آمد سے ٹیم میں واضح فرق پیدا ہوا مصباح جو ایک میچ کی پابندی کے باعث گال میں نہیں کھیل پائے تھے اور ان کی جگہ حفیظ نے قیادت کے فرائض انجام دیے تھے بہت جارحانہ انداز اپنایا اور پہلی اننگز میں 80 گیندوں پر ناقابل شکست 66 رنز بنائے اور دوسری اننگز میں ان کے ڈکلیئر کرنے کے دلیرانہ فیصلے نے میچ کو دلچسپ مرحلے میں داخل کرنے کی کوشش کی۔

کمار سنگاکارا، اہم سنگ میل کے قریب پہنچ کر تشنہ رہ گئے......

ستمبر 2001، ہرارے

اسپورٹس کلب میں جنوبی افریقہ اور زمبابوے کے درمیان سیریز کا پہلا ٹیسٹ جاری تھا۔ مقابلہ تو ہاتھی اور چیونٹی کا تھا لیکن اس میں جس جرات مندی کے ساتھ زمبابوے کے وکٹ کیپر اینڈی فلاور حریف گیند بازوں کا سامنا کر رہے تھے، وہ لائق تحسین تھا۔ پہلی اننگز میں فالوآن کا شکار ہونے کے بعد جب دوسری اننگز میں بھی 25 پر تین کھلاڑی پویلین لوٹ چکے تو یہ فلاور ہی تھے جنہوں نے ہملٹن ماساکازا کے ساتھ 186 رنز جوڑے اور پھر بقیہ تمام بلے بازوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھا لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ جب وہ ایک اہم ترین سنگ میل کو عبور کرنے سے صرف ایک رن کے فاصلے پر تھے تو دوسرے اینڈ سے آخری بلے باز ڈگلس ہونڈو کی وکٹ گر گئی اور اینڈی ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ کے پہلے بلے باز بن گئے جو 199 رنز پر ناقابل شکست پویلین واپس لوٹے۔ 391 رنز پر دوسری اننگز کا خاتمہ ہوا لیکن جنوبی افریقہ کو فتح کے لیے صرف 78 رنز کا ہدف ہی ملا جو اس نے محض ایک وکٹ کے نقصان پر پورا کر لیا۔ اس سے قبل پہلی اننگز میں بھی وہ 142 رنز بنا چکے تھے لیکن ان کی یہ دلیرانہ بلے بازی بھی زمبابوے کو نہ جتوا سکی۔ کچھ یہی کہانی پاکستان اور سری لنکا کے مابین گال میں جاری ٹیسٹ میچ میں دہرائی گئی۔ گو کہ منظر نامہ تبدیل تھا کہ میزبان سری لنکا پہلی اننگز میں ٹاس جیت کر بلے بازی کر رہا تھا، اور اسے زمبابوے کی طرح فالوآن جیسی سخت صورتحال کا سامنا نہیں تھا، لیکن جس طرح کمار سنگاکارا 199 رنز پر تن تنہا رہ گئے، وہ اینڈی فلاور کی اس دکھ بھری داستان کا نشر مکرر تھی۔ اپنے انفرادی ریکارڈز میں 8 ڈبل سنچریاں رکھنے والے کمار جب اپنی نویں ڈبل سنچری سے محض ایک قدم کے فاصلے پر تھے کہ پاکستانی قائم مقام کپتان محمد حفیظ نے اسٹرائیک پر موجود آخری لنکن بلے باز نووان پردیپ کو بولڈ کر کے سنگا کے خواب چکنا چور کر دیے۔ حیران کن طور پر ایک اوور قبل ہی سنگاکارا میدان میں لگے اسکور بورڈ کی غلطی کی وجہ سے اپنی ڈبل سنچری کا جشن منا چکے تھے۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ میدان میں نصب اسکور بورڈ 194 رنز کا ہندسہ دکھا رہا تھا، اور جب سنگا نے دیکھا کہ وہ ڈبل سنچری سے صرف ایک اسٹروک کے فاصلے پر ہیں تو پاکستان کے اسپنر سعید اجمل کو مڈ وکٹ کی جانب ایک شاندار چھکا رسید کر دیا اور شاندار اننگز کا جشن منایا۔ میدان میں موجود تماشائیوں اور پویلین میں کھلاڑیوں نے بھی انہیں داد دی، یہاں تک کہ چند ہی لمحات کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ 199 پر ہی کھڑے ہیں۔ پویلین سے اشاروں کے ذریعے انہیں ہدایات جاری کی گئیں کہ ابھی ایک رن باقی ہے۔ بدقسمتی سے سعید اجمل کی آخری گیند پر وہ ایک رن نہ دوڑ سکے اور اگلے اوور میں حفیظ نے پردیپ کو بولڈ کر کے انہیں تاریخ کا دوسرا بلے باز بنا دیا جو 199 رنز اس پر صورت میں ناقابل شکست میدان سے واپس آیا کہ اس کی ٹیم کے دیگر تمام کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ سنگاکارا اس سے قبل بھی 190 کا ہندسہ عبور کرنے کے بعد اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے تھے جب 2007 کے دورۂ آسٹریلیا میں ہوبارٹ ٹیسٹ کے دوران وہ 192 رنز بنا کر امپائر روڈی کوئرٹزن کے ایک ناقص فیصلے کا شکار بنے۔ بعد ازاں امپائر نے اس فیصلے پر ان سے معذرت بھی کی لیکن جو نقصان انہیں انفرادی و اجتماعی سطح پر ہو چکا تھا، اس کا ازالہ ممکن نہ تھا کیونکہ اس فیصلے ہی کی وجہ سے سری لنکا میچ میں شکست سے دوچار ہو گیا۔ ویسے زمبابوے کے اینڈی فلاور ایک سال قبل یعنی 2000 میں بھارت کے خلاف ناگپور میں کیریئر کی واحد اور ایک تاریخی ڈبل سنچری بنا چکے تھے، لیکن اپنے ہوم گراؤنڈ میں اس سنگ میل کو عبور کرنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا، جو وہ کیریئر کے اختتام تک حاصل نہ کر سکے۔ بہرحال، یہ ایسا سنگ میل ہے جسے دنیا کا کوئی بلے باز عبور نہ کرنا چاہے گا۔ سری لنکا کے عظیم بلے باز کمار سنگاکارا گال ٹیسٹ میں اپنی شاندار بیٹنگ کے باعث ٹیم کو پاکستان کے خلاف قوی پوزیشن میں تو لے آئے لیکن اسے قسمت کی ستم ظریفی کہیے یا کچھ اور، وہ اپنی ڈبل سنچری مکمل نہ کر پائے۔ خود آؤٹ ہو جاتے تو شاید اپنی غلطی کو دوش دیتے لیکن جب دوسرے اینڈ سے بلے باز کے آؤٹ ہو جانے کے باعث آپ ایک تاریخی سنگ میل سے محروم ہو جائیں تو اس کا غم زیادہ ہی ہوتا ہے۔ کچھ ایسا ہی سنگا کے ساتھ ہوا۔ وہ جب سنچری سے 7 قدم کے فاصلے پر تھے تو میدان میں نصب اسکور بورڈ غلطی سے ان کا اسکور 194 دکھا رہا تھا۔ انہوں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے سعید اجمل کو ڈیپ مڈ وکٹ کی جانب ایک کرارا چھکا رسید کیا اور جشن منانے شروع ہو گئے۔ میدان بھر میں تالیاں گونجتی رہیں اور کھلاڑی پویلین میں کھڑے ہو کر عظیم سنگا کو داد دے رہے تھے کہ کچھ دیر میں اندازہ ہوا کہ سنگا کی ڈبل سنچری ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے اور وہ 199 پر ہیں۔ سنگا گزشتہ سال اکتوبر میں پاکستان کے خلاف ابوظہبی میں بھی ڈبل سنچری بنا چکے ہیں، اور ہارا ہوا میچ بچانے میں کامیاب ہوئے جبکہ 2002 میں لاہور میں پاکستان کے ورلڈ کلاس باؤلنگ اٹیک کے خلاف 230 رنز کی اننگز تو شاید وہ تاعمر نہیں بھولیں گے۔ وہ پاکستان کے خلاف ان کے کیریئر کا پہلا میچ تھا 2002 کی ایشین ٹیسٹ چیمپئن شپ کا فائنل، پاکستان کے وقار یونس، شعیب اختر، محمد سمیع اور عبدالرزاق کا ایک سبز پچ پر سامنا کر کے ایک تاریخی اننگز کھیل کر ٹیم کو جتوانا بھلا کون بھول سکتا ہے۔ بہرحال، ان کے علاوہ جنوبی افریقہ کے خلاف کولمبو میں 287 اور زمبابوے کے خلاف بلاوایو میں 270 رنز بلاشبہ شاہکار اننگز تھے۔ اگر آج انہیں ایک رن میسر آ جاتا تو وہ مجموعی طور پر نویں اور پاکستان کے خلاف تیسری ڈبل سنچری مکمل کر لیتے۔

تھامی سولیکلے: مارک باؤچر کا متبادل یا محض ایک ''غیر ضروری'' کھلاڑی؟

جنوبی افریقہ میں بظاہر تو نسلی امتیاز کا خاتمہ ہوگیا ہے جہاں ہر رنگ و نسل کے فرد کے ساتھ یکساں سلوک کیئے جانے کی باتیں بھی عام ہیں لیکن کھیلوں کی سطح پر سامنے آنے والی نسل پرستی دو عشروں تک عالمی پابندی کے باوجود اب بھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوسکی ہے۔ کسی نہ کسی حد تک یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور اس کا نشانہ عام طور پر ''سیاہ فام'' کھلاڑیوں کو بننا پڑتا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال وکٹ کیپر بیٹسمین تھامی سولیکلے کو بھی درپیش ہے جو ایک عشرے کی مدت سے اپنے اصل مقام کی تلاش میں ہے لیکن جب بھی وہ اہم مرحلہ آتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے قومی ٹیم میں اپنی جگہ پکی کرلے تو اس پر یہ حقیقت واضح کردی جاتی ہے کہ وہ جنوبی افریقی کرکٹ کا ''ان چاہا'' کھلاڑی ہے جس کی اس ٹیم کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ آٹھ سال پہلے وہ اپنی شاندار کارکردگی کی بدولت ٹیسٹ کرکٹ کی معراج پانے میں کامیاب ہوگیا تو اسے چند مواقع دے کر صرف اس لیئے ''ڈمپ'' کردیا گیا کہ کہیں وہ اچھی کارکردگی کی وجہ سے مارک باؤچر جیسے کھلاڑی کے لیئے خطرہ نہ بن جائے۔ تھامی نے مایوسی کے عالم میں اپنی کرکٹ پر توجہ چھوڑ کر ویسٹرن پراونس کرکٹ ایسوسی ایشن میں کلرک کی ملازمت حاصل کرلی اور اسے اپنا مستقبل سمجھ کر مارک باؤچر کا تعاقب چھوڑ بیٹھا لیکن تین سال قبل اس کی زندگی میں آنے والے ایک نئے موڑ نے اسے ایک بار پھر اسے اس راہ پر گامزن کردیا جس سے وہ ہٹ چکا تھا لیکن بدنصیبی کی انتہا تو یہ ہے کہ جنوبی افریقی کرکٹ کے کرتا دھرتا اب بھی اس کے ساتھ مخلص نہیں ہیں اور اس کو نظر انداز کرنے کی کوشش کررہے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں باؤچر کی رخصتی کے بعد بھی تھامی سولیکلے اس جگہ پر قبضے کا اہل نہیں ہے۔

19 اکتوبر 1980ء کو کیپ ٹاؤن کے ایک علاقے لانگا ٹاؤن شپ میں آنکھ کھولنے والے تھامی لونکیسا سولیکلے کا بچپن بھی دوسرے سیاہ فام کھلاڑیوں سے مختلف نہیں تھا جو خاک اڑاتی سڑکوں پر فٹ بال کے کھیل سے دل بہلاتا تھا لیکن پھر قدرتی ایتھلیٹ کے سر پر ہاکی کھیلنے کا جنون سوار ہوا تو اس نے نہ صرف اس کھیل میں جنوبی افریقہ کی نمائندگی کا اعزاز حاصل کیا بلکہ پہلے ہی میچ میں گول کرنے میں بھی کامیاب رہا مگر جب اسے پائن لینڈز اسکول میں تعلیم کے دوران اسکالرشپ مل گئی تو اس نے کرکٹ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ بیٹ اور بال کی اس جنگ میں وکٹ کیپنگ گلوز کے ساتھ میدان میں اترنے والے کھلاڑی نے اپنے اسکول میں قائم تمام پرانے ریکارڈز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا جس میں سے کچھ تو مشہور آل راؤنڈر جیک کیلس نے بھی بنائے تھے۔ اس کی شاندار کارکردگی 1999ء میں اسے جنوبی افریقہ کی انڈر 19 ٹیم تک لے جانے میں بھی کامیاب رہی اور ''مارا'' کی عرفیت سے پہچانے جانے والے وکٹ کیپر بیٹسمین نے تین منی ٹیسٹ میچوں کے علاوہ 9 ون ڈے میچوں میں اتنی معیاری کارکردگی کا مظاہرہ کیا کہ اسے مستقبل کا جنوبی افریقی کرکٹر کہا جانے لگا۔

19 سالہ کھلاڑی نے فرسٹ کلاس کرکٹ کی ابتدا تو آئرلینڈ کے دورے پر کی اور پھر اسکاٹ لینڈ میں بھی کھیلا لیکن جب وہ جنوبی افریقہ واپس آیا تو پہلے ہی مکمل سیزن میں اس کی شاندار کارکردگی نے دیکھنے والوں کو متاثر کیا اور پھر اس کی کارکردگی میں آنے والے سیزنوں کے دوران نکھار آتا چلا گیا تو اس کے اعداد و شمار جنوبی افریقی سلیکٹرز سے بھی پوشیدہ نہ رہ سکے۔ یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہ سکی کہ ''غیر ضروری'' کا لیبل لگا کر تھامی سولیکلے کو موقع دینے والے محض ایک ''تجربہ'' کررہے تھے کہ کیا مارک باؤچر کی جگہ کوئی وکٹ کیپر آسکتا ہے۔ انہوں نے نہایت سفاکی کے ساتھ تھامی کے دو ماہ تک جاری رہنے والے بین الاقوامی کیریئر کو وقت سے پہلے ''لپیٹ'' کر بقیہ میچوں میں وکٹ کیپنگ کا فرض ابراہام ڈی ویلیئرز کے حوالے کردیا تا کہ وہ باؤچر کی واپسی تک ذمہ داری ادا کرتا رہے اور تھامی سولیکلے کی کوئی غیر معمولی کارکردگی مسئلہ نہ بن جائے۔

''مارا'' کے لیئے یہ تمام تر صورت حال حوصلہ شکنی کے مترادف تھی جس نے ڈومیسٹک کرکٹ میں اسی سال اپنی اولین فرسٹ کلاس سنچری سمیت 504 رنز اسکور کرنے کے ساتھ ہی 36 شکار بھی کیئے لیکن ٹیم میں اس کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ مایوسی کے عالم میں اس نے ویسٹرن پراونس کرکٹ ایسوسی ایشن میں کلرک کی میز سنبھال لی جہاں اب کرکٹ کے سامان کے بجائے کمپیوٹر اور کچھ کاغذات کے علاوہ چند قلم اس کا سرمایہ تھے۔ یہ جنوبی افریقی کرکٹ کی ایک ایسی مسخ شدہ شکل تھی جس نے تھامی سولیکلے کو ایک ایسے کھلاڑی سے زیادہ اہمیت نہیں جو محض ''کوٹے'' کی بنیاد پر ٹیم میں شامل ہوا لیکن اپنی صلاحیتوں کے حقیقی مظاہرے سے قبل رخصت بھی کردیا گیا حالانکہ اس کا ڈومیسٹک ریکارڈ کوئی اور کہانی سنا رہا تھا۔ اس وقت تک صرف جنوبی افریقہ میں کھیلی جانے والی فرسٹ کلاس کرکٹ کے 53 میچوں میں وہ 1618 رنز اسکور کرنے کے ساتھ ہی 200 شکار بھی کر چکا تھا لیکن اس کی بیٹنگ کے شعبے میں بہتری اور وکٹ کیپنگ کی مہارت کسی کام نہ آسکی اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے ایک مرتبہ پھر مارک باؤچر کو ٹیم میں جگہ دے دی گئی۔ زمبابوے، بھارت اور سری لنکا کے دورے بھی اس کی واپسی کی راہ ہموار نہ کرسکے تو تھامی کی کرکٹ میں دلچسپی کم ہونے لگی اور وہ ایک ''گمنام'' کھلاڑی بن کر رہ گیا لیکن ابھی قلم ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ کلائمکس باقی تھا۔

2009ء میں ہائی ویلڈ لائنز کی ٹیم بری طرح جدوجہد میں جتلا تھی جس کا وکٹ کیپر بھی ریٹائرمنٹ لے چکا تھا تو کیپ ایریاز سے کھلاڑی لینے کے لیئے مشہور ٹیم نے تھامی سولیکلے سے دریافت کیا کہ ''کیا وہ اپنا کیریئر ایک مرتبہ پھر اسی عزم کے ساتھ شروع کرنا چاہتا ہے جس کے ساتھ وہ چند سال پہلے کھیل رہا تھا'' اور تھامی نے عقلمندی کے ساتھ یہ پیشکش قبول کرلی کیونکہ اسے ایک نئی ٹیم کے ساتھ نئے شہر اور نئے ماحول میں کھیلنے کا موقع مل رہا تھا۔ 2009-10ء کے سیزن میں اس نے اپنے انتخاب کا حق ادا کرتے ہوئے نہ صرف 141 رنز کی کیریئر بیسٹ اننگ سمیت 58.10 کی اوسط سے 581 رنز اسکور کیئے بلکہ وکٹوں کے پیچھے 39 شکار کر کے واضح کردیا کہ اس میں اب بھی دم خم باقی ہے۔ جنوبی افریقی اے ٹیم کے ساتھ بنگلہ دیش کے دورے پر تو اس نے کمال ہی کردکھایا اور دو فرسٹ کلاس سنچریاں بنا کر واپس لوٹا جبکہ بارہ شکار اس کے علاوہ تھے۔ سری لنکا کے ایک واجبی سے دورے کے بعد تھامی نے ڈومیسٹک سیزن 2011-12ء کے دوران ایک بار پھر عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا جہاں 281 رنز اور 35 شکار اس کی کامیابی کی داستان سنا رہے تھے۔

سری لنکا کی اے ٹیم گذشتہ دنوں جنوبی افریقہ پہنچی تو اس کے خلاف ڈربن میں کھیلے گئے پہلے میچ میں تھامی سولیکلے نے میچ میں مجموعی طور پر سات شکار کیئے اور پھر اسی میدان پر دوسرے میچ میں ایک اننگ میں 8 کیچز کر کے جنوبی افریقہ کی فرسٹ کلاس کرکٹ میں ایک نیا ریکارڈ بھی قائم کردیا۔ دو میچوں کی سیریز میں 16 شکاروں کی بدولت یہ امکان واضح ہوگیا کہ وہی باؤچر کی ریٹائرمنٹ کے بعد اس کی جگہ لینے کو تیار ہے کیونکہ باؤچر نے انگلینڈ کے خلاف سیریز کے بعد کھیل سے علیحدگی کا عندیہ ظاہر کردیا تھا۔ جنوبی افریقی اے ٹیم کے کوچ کا خیال تھا کہ سولیکلے ایک بار پھر قومی ٹیم میں شمولیت کے لیئے تیار ہے لیکن انگلینڈ میں موجود ٹیم انتظامیہ نے باؤچر کی آنکھ میں انجری اور کیریئر کے خاتمے کے باوجود تھمی سولیکلے کی جگہ پہلے ٹیسٹ میں ڈی ویلیئرز سے وکٹ کیپنگ کرانے کا ارادہ ظاہر کردیا حالانکہ سلیکٹرز نے تھامی کو متبادل کے طور پر انگلینڈ روانہ کردیا تھا۔ کوچ گیری کرسٹن اور ایلن ڈونالڈ اسے اب بھی ایک باہر سے آنے والا کھلاڑی سمجھ کر ڈین ولاس اور انڈر 19 کھلاڑی کوئنٹن ڈی کوک کی آمد کا انتظار کررہے ہیں جو ڈومیسٹک سطح پر بھی کامیاب نہیں ہیں۔

تھامی پہلے کے مقابلے میں خاصا تبدیل ہوگیا ہے، اس کا کھیل ہی نہیں اس کی شخصیت میں بھی کافی بہتر ہوئی ہے لیکن اب اس کی بتیس سال کی عمر کو بھی ہدف تنقید جارہا ہے جو کسی بھی کھلاڑی کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہے۔ اس کی عمر بتیس سال سہی لیکن اس کی کارکردگی اس کا سب سے اہم پہلو ہے اور اس سے انکار کر کے اگر اسے مناسب مواقع سے محروم رکھا گیا تو اس سے بڑی زیادتی کوئی اور نہیں ہوگی کیونکہ وہ اب بھی اپنی ٹیم کو بہت کچھ دے سکتا ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک جنوبی افریقہ کو کوئی اور وکٹ کیپر نہیں مل جاتا اور یہ فیصلہ رنگ اور نسل کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے۔ MA

کمزور نیوزی لینڈ ویسٹ انڈیز کے ہاتھوں بے حال، سیریز گنوا دی

ویسٹ انڈیز نے 4 سالوں میں پہلی بار کسی ڈھنگ کی ٹیم کے خلاف سیریز جیت لی۔ نیوزی لینڈ کے خلاف ویسٹ انڈیز کی کامیابی میں کرس گیل، سیموئلز، سنیل نرائن، اور ٹینو بیسٹ کا کردار بھی اہم رہا۔

ویسٹ انڈیز نے اہم کھلاڑیوں کے زخمی ہونے کے بعد کمزور نیوزی لینڈ کو بے حال کر دیا اور پہلا ایک روزہ با آسانی 9 وکٹوں سے جیت لیا۔ اس فتح میں اہم کردار آندرے رسل کی تباہ کن بالنگ اور بعدازاں کرس گیل اور ڈیوین اسمتھ کی شاندار بلے بازی کا رہا جس نے بڑے عرصے بعد کسی سیریز میں ویسٹ انڈیز کی فتح کی بنیاد رکھی۔ امریکہ میں تاریخی ٹی ٹوئنٹی میچز کھیلنے کے بعد ایک روزہ میچز کی سیریز کا آغاز سبائنا پارک، کنگسٹن، جمیکا میں ہوا جہاں ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر پہلے گیند بازی کا فیصلہ کیا اور ابتدائی دس اوورز میں ہی نیوزی لینڈ کو مقابلے سے باہر کر دیا جو آندرے رسل کے ہاتھوں اپنے دونوں اوپنرز یعنی مارٹن گپٹل اور راب نکول اور بعدازاں ڈینیل فلن سے محروم ہوا۔ نصف منزل یعنی 25 اوورز تک پہنچنے سے پہلے ہی نیوزی لینڈ محض 71 رنز پر اپنی آدھی ٹیم گنوا چکا تھا۔ زخمی روز ٹیلر کی عدم موجودگی میں قیادت کے فرائض انجام دینے والے کین ولیم سن محض 24 رنز بنا کر گرنے والی پانچویں وکٹ بنے۔ بریڈلے جان واٹلنگ نے تجربہ کار جیکب اورم کے ساتھ مل کر 46 اور اینڈریو ایلیس کے ساتھ 44 رنز

کی رفاقت قائم کیں اور مقررہ اوورز کے اختتام تک نیوزی لینڈ 9 وکٹوں پر محض 190 رنز بنانے ہی میں کامیاب ہوا۔ آندرے رسل کی 4 وکٹوں کے علاوہ دو، دو وکٹیں روی رامپال اور سنیل نرائن کو بھی ملیں۔ ویسٹ انڈیز لینڈل سمنز کے ابتدائی نقصان کے بعد گیل اور اسمتھ کی اننگز پر سوار منزل کی جانب رواں دواں تھا، یہاں تک کہ 18 ویں اوور میں بارش نے میدان کو آ لیا۔ ویسٹ انڈیز کا اسکور محض ایک وکٹ کے نقصان کے ساتھ 93 رنز تھا۔ بارش کی وجہ سے دو گھنٹے کا کھیل ضائع ہوا اور ڈک ورتھ لوئیس نظام کے تحت ویسٹ انڈیز کا ہدف 33 اوورز میں 136 کر دیا گیا جو اس نے 25 ویں اوور ہی میں مکمل کر لیا۔ کرس گیل 57 گیندوں پر 5 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے 63 جبکہ اسمتھ 77 گیندوں پر 3 چھکوں اور 6 چھکوں سے مزین 65 رنز کی اننگز کھیل کر ناقابل شکست رہے۔ دونوں بلے بازوں کے درمیان 130 رنز کی ناقابل شکست رفاقت قائم رہی۔ آندرے رسل کو میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔ سبائنا پارک کے خوبصورت میدان میں مہمانوں کے ساتھ جو سلوک ویسٹ انڈین بلے بازوں نے کیا، وہ ان کی اچھی 'مہمان نوازی' کا ثبوت تھا۔ طویل عرصے کے بعد ٹیم میں واپس آنے والے کرس گیل بھرپور فارم میں آ چکے تھے اور دوسرے ایک روزہ میں ان کی اور مارلون سیموئلز کی سنچریوں نے نیوزی لینڈ کو مزید پریشانی سے دوچار کر دیا اور بالآخر مقابلہ 55 رنز سے میزبان کے نام رہا۔ گیل نے محض 107 گیندوں پر 9 چھکوں اور 8 چوکوں کی مدد سے 125 رنز بنائے جبکہ مارلون سیموئلز 103 گیندوں پر 101 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ دونوں بلے بازوں کے درمیان تیسری وکٹ پر 129 رنز کی شراکت قائم ہوئی۔ کرس گیل ان سے قبل ڈیوین اسمتھ کے ساتھ بھی 88 رنز جوڑ چکے تھے۔ کرس گیل نے تمام ہی حریف گیند بازوں کے ساتھ بہت بے رحمانہ سلوک کیا اور اپنی 20 ویں ایک روزہ سنچری تک پہنچے جو ویسٹ انڈیز کا نیا ریکارڈ ہے۔ ان سے قبل سب سے زیادہ سنچریاں بنانے والے بلے باز برائن لارا تھے جنہوں نے اپنے 17 سالہ کیریئر میں 19 ون ڈے سنچریاں بنائی تھیں۔ گیل کی اس اننگز میں چوتھے اوور میں کائل ملز کو لگائے گئے تین چھکے بھی شامل تھے۔ سیموئلز کی اننگز گیل کا بالکل الٹ تھی، انہوں نے زیادہ تر دھیان ایک، دو رنز لینے پر لیا اور سنچری اننگز میں صرف 7 چوکے اور ایک چھکا شامل تھا۔ جس میں سے تین چوکے انہوں نے 39 ویں اوور میں نیوزی لینڈ کو اسٹرائیک بالر ٹم ساؤتھی کو مسلسل تین گیندوں پر رسید کیے۔ کپتان ڈیرن سیمی کے 21 گیندوں پر 31 رنز نے ویسٹ انڈیز کو 300 کی نفسیاتی حد بھی عبور کروا دی اور جب 50 اوورز مکمل ہوئے تو ویسٹ انڈیز کا اسکور 5 وکٹوں کے نقصان پر 315 رنز تھا۔ ٹم ساؤتھی نے تین، جبکہ کائل ملز اور تروِن نتھولا نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی نیوزی لینڈ نے دورے کے گزشتہ میچز کے مقابلے میں بہتر بلے بازی کا مظاہرہ کیا خصوصاً مارٹن گپٹل، کین ولیم سن اور بریڈلے جان واٹلنگ کی نصف سنچری اننگز نے اس کی شکست کے مارجن کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ گپٹل 81 گیندوں پر 51 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے جبکہ ولیم سن نے 65 گیندوں پر 58 رنز بنائے۔ سب سے عمدہ بلے بازی واٹلنگ نے کی جنہوں نے 62 گیندوں پر 2 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے ناقابل شکست 72 رنز بنائے۔ نیوزی لینڈ کی پوری ٹیم 47 اوورز میں 260 رنز پر ڈھیر ہوئی اور فتح 55 رنز سے ویسٹ انڈیز کی جھولی میں آ گری۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے روی رامپال نے 3، سنیل نرائن اور مارلون سیموئلز نے 2، 2 جبکہ آندرے رسل نے ایک وکٹ حاصل کی۔ مارلون سیموئلز کو آل راؤنڈ کارکردگی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ویسٹ انڈیز نے کیرون پولارڈ کی عمدہ بلے بازی اور ٹینو بیسٹ کی شاندار بالنگ کی بدولت 4 سالوں میں پہلی بار کسی ڈھنگ کی ٹیم کے خلاف سیریز جیت لی نیوزی لینڈ کے کپتان روز ٹیلر کی ایک عمدہ سنچری رائیگاں چلی گئی اور ویسٹ انڈیز نے چوتھا ایک روزہ 24 رنز سے جیت کر سیریز کا فیصلہ کر دیا۔ ٹیلر، جو اس سیریز کے آغاز میں کندھے پر چوٹ لگنے کے باعث زخمی ہو گئے، کی اننگز کے دوران ان میں کوئی ایسی بات نہ دکھائی دی کہ وہ حال ہی میں انجری سے صحت یاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ 5 شاندار چھکے رسید کیے بلکہ آخر تک میچ کو زندہ کیے رکھا لیکن 49 ویں اوور میں ایک گیند کو میدان سے باہر پھینکنے کی کوشش میں وہ دن کے اہم ترین شکار بن گئے اور میچ کا فیصلہ ہو گیا۔ ویسٹ انڈیز نے اپنی ابتدائی 4 وکٹیں 59 رنز پر گنوائیں جن میں کرس گیل، ڈیوین اسمتھ اور ڈیوین براوو کی وکٹیں شامل تھیں تو نیوزی لینڈ بھی 75 پر اپنے ابتدائی چاروں بلے باز کھو بیٹھا جن میں برینڈن میک کولم کی قیمتی وکٹ بھی شامل تھی۔ خیر، کوئی بھی بلے باز اس انداز میں کپتان کا ساتھ نہ دے پایا جس کی ضرورت تھی۔ ٹام لیتھم نے 32 رنز بنائے اور پانچویں وکٹ پر ٹیلر کے ساتھ 71 رنز کا اضافہ کیا لیکن پے در پے وکٹیں گرنے نے امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ آخری دو اوورز میں نیوزی لینڈ کو جیتنے کے لیے 31 رنز درکار تھے اور ان کی واحد امید کپتان روز ٹیلر تھے جو 49 ویں اوور میں ٹینو بیسٹ کا شکار بن گئے۔ انہوں نے 115 گیندوں پر 5 چھکوں اور 6 چوکوں کی مدد سے 110 رنز کی بہترین اننگز کھیلی۔ ان بلند و بالا چھکوں میں 4 ایسے تھے جو انہوں نے مسلسل دو، دو گیندوں پر مارے نیوزی لینڈ آخری اوورز کی تیسری گیند پر 240 رنز پر آل آؤٹ ہو گئی اور یوں ویسٹ انڈیز نے مقابلہ جیت کر سیریز اپنے نام کر لی۔ ٹینو بیسٹ نے 4 جبکہ سنیل نرائن نے مقررہ 10 اوورز میں صرف 20 رنز دے کر 2 وکٹیں حاصل کیں ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا تو اسے ابتدا ہی میں ڈوگ بریسویل اور ٹم ساؤتھی کی تباہ کن بالنگ کا نشانہ بننا پڑا اور اس کے تین ابتدائی بلے باز جن میں کرس گیل کی صورت میں قیمتی ترین مہرہ بھی شامل تھا ابتدائی 7 اوورز ہی میں میدان بدر ہو چکے تھے رنز بننے کی رفتار سست سے سست تر ہوتی چلی گئی اور جب 18 ویں اوور کی پہلی گیند پر ڈیوین براوو بھی آؤٹ ہو گئے تو میزبان ٹیم کا اسکور محض 59 تھا اس موقع پر مارلون سیموئلز اور کیرون پولارڈ نے بحالی کے سفر کا آغاز کیا خصوصاً پولارڈ کی حیران کن ذمہ دارانہ اننگز فرق ثابت ہوئی جنہوں نے 70 گیندوں پر ایک چھکے اور 5 چوکوں کی مدد سے 56 رنز بنائے جبکہ ٹیل نے بھی اپنا بھرپور حصہ ڈالا پولارڈ تیسرے ون ڈے کی طرح یہاں ایک مشکل صورتحال میں میدان میں آئے اور اس مرتبہ اپنی ذمہ داری بہترین انداز میں نبھائی اندازہ لگائیے کہ پولارڈ نے اپنی ابتدائی 41 گیندوں پر صرف 14 رنز بنائے اور اس میں کوئی باؤنڈری شامل نہ تھی۔ دوسری جانب ڈیوون تھامس نے 37، ڈیرن سیمی نے 26 اور آندرے رسل نے 16 گیندوں پر 29 رنز بنا کر ویسٹ انڈیز کو ایک محفوظ مجموعے تک پہنچایا قبل ازیں سیموئلز نے 46 رنز بنائے۔ جب آخری اوور کی پانچویں گیند پر ٹینو بیسٹ ٹم ساؤتھی کی تیسری وکٹ بنے تو ویسٹ انڈیز کی اننگز 264 رنز پر تمام ہوئی نیوزی لینڈ کی جانب سے ٹم ساؤتھی اور جیکب اورم نے 3، 3 وکٹیں حاصل کیں سنیل نرائن کو عمدہ گیند بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ویسٹ انڈیز نے نیوزی لینڈ کو پانچویں اور آخری ایک روزہ میچ میں 20 رنز سے شکست دے کر سیریز 1-4 سے جیت لی۔ ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر نیوزی لینڈ کو جیتنے کے لیے 241 رنز کا ہدف دیا۔ نیوزی لینڈ کی پوری ٹیم مقررہ ہدف کے تعاقب میں 221 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے ولیم سن نے پانچ چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 69 رنز بنائے۔ نیوزی لینڈ کے دوسرے نمایاں بلے باز برینڈن مکلم رہے، انہوں نے سات چوکوں کی مدد سے 33 رنز بنائے۔ نیوزی لینڈ کے پانچ بلے بازوں کا سکور دوہرے ہندسے تک نہ پہنچ سکا۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے سنیل نارائن نے پانچ جبکہ براوو اور بیسٹ نے دو دو کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے آندرے رسل نے چھ چوکوں اور تین چھکوں کی مدد سے 59 رنز بنائے۔ ویسٹ انڈیز کے دوسرے نمایاں بلے باز ڈیوائن براوو رہے انہوں نے تین چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 53 رنز بنائے۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے کائل ملز اور ساؤتھی نے تین تین کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

ون ڈے سیریز، انگلینڈ نے آسٹریلیا کو چاروں شانے چت کر دیا

ایک روزہ کی عالمی درجہ بندی میں آسٹریلیا اس وقت سرفہرست ہے، اور اسی اعلیٰ مقام کے باعث قوی امید تھی کہ وہ محدود اوورز کی کرکٹ میں انگلستان کی فتوحات کا سلسلہ روکے گا لیکن انگلش سرزمین پر وہ ریت کی دیوار کی طرح ڈھیر ہو گیا اور پچھلے تمام مقابلوں کی طرح آخری ایک روزہ میں بھی بدترین شکست سے دوچار ہو کر سیریز 0-4 سے ہار گیا۔ اگر پانچ میں سے ایک مقابلہ بارش کی نذر نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ اس کی شکست کا مارجن 0-5 ہوتا اور عالمی نمبر ایک پوزیشن انگلستان کے پاس ہوتی تاہم انگلستان نے آخری ایک روزہ میں 7 وکٹوں کے واضح مارجن سے کامیابی حاصل کر کے اس منزل کو حاصل کرنے کے لیے اہم سنگ میل عبور کر لیا۔ اس شکست کا بھیانک پس منظر یہ ہے کہ کوئی ایک مقابلہ بھی ایسا نہیں رہا جس میں آسٹریلیا میں جیت کی لگن نظر آئی ہو، تمام ہی مقابلے انگلستان نے با آسانی جیتے۔ انگلستان نے لارڈز میں پہلا ایک روزہ 15 رنز سے، اوول میں دوسرا 6 وکٹوں، ٹرینٹ برج کا ون ڈے بارش کی نذر رہوا، چوتھا مقابلہ 8 اور اولڈ ٹریفرڈ میں ہونے والا آخری مقابلہ با آسانی 7 وکٹوں سے جیتا۔ اس عبرت ناک شکست کی بدولت انگلستان نے نہ صرف سال 2011 کے اوائل میں آسٹریلیا کے ہاتھوں 1-6 کی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لیا بلکہ دنیائے کرکٹ پر آسٹریلیا کی بادشاہت کو بھی لب گور تک پہنچا دیا ہے۔ سیریز میں ہار کے بعد آسٹریلیا 119 پوائنٹس پر آ گرا ہے جبکہ سیریز کے آغاز سے قبل اس کے پوائنٹس کی تعداد 123 تھی۔ یوں نا تھم کی بارش نے کچھ عرصے کے لیے اس کی نمبر ایک پوزیشن بچالی لیکن جنوبی افریقہ پر اس کی برتری اب محض ایک پوائنٹ کی رہ گئی ہے جبکہ انگلستان جو سیریز سے قبل پانچویں نمبر پر تھا، اور پاکستان کے خلاف متحدہ عرب امارات میں سیریز سے پہلے چھٹی پوزیشن پر، اب ایک تاریخی فتح کے بعد 118 پوائنٹس حاصل کر کے تیسری پوزیشن پر پہنچ چکا ہے۔ گو کہ اس کے اور جنوبی افریقہ کے پوائنٹس برابر ہیں لیکن اعشاریہ کے معمولی فرق سے جنوبی افریقہ کو برتری حاصل ہے اور یوں اب جنوبی افریقہ اور انگلستان کے درمیان نہ صرف ٹیسٹ بلکہ ایک روزہ سیریز بھی دونوں طرز کی کرکٹ میں عالمی نمبر ایک پوزیشن پر قبضہ کرنے کی مہم بن چکی ہے۔

پہلا میچ انگلینڈ کے نام

ٹیسٹ کرکٹ کی نمبر ایک ٹیم انگلستان اور ایک روزہ طرز میں سرفہرست آسٹریلیا لارڈز کے تاریخی میدان میں آمنے سامنے آئیں اور کانٹے دار مقابلہ نہ ہو، بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟ آسٹریلیا نے مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا کے مصداق کھیلا تو خوب لیکن میزبان کے سامنے اسے 15 رنز کی شکست سہنا ہی پڑی۔ 273 رنز کے ہدف کے تعاقب میں آسٹریلیا کے جیتنے کے امکانات اس وقت مکمل طور پر معدوم ہو گئے جب کپتان مائیکل کلارک 67 گیندوں پر 61 رنز کی عمدہ اننگز کھیلنے کے بعد ٹم بریسنن کے ہاتھوں ایل بی ڈبلیو ہوئے۔ جبکہ اس سے کچھ دیر قبل آسٹریلیا کو میتھیو ویڈ کے رن آؤٹ کی صورت میں زبردست دھچکا پہنچ چکا تھا جو بہت عمدگی سے کھیل رہے تھے۔ آخری لمحات میں یکے بعد دیگرے انہی دونوں وکٹوں کا گر جانا آسٹریلیا کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا اور وہ مقررہ 50 اوورز میں 257 رنز ہی بنا پایا۔ یہ 1997 کے بعد لارڈز کے میدان پر انگلستان کی آسٹریلیا پر پہلی فتح تھی اور اس کے معمار ایون مورگن رہے۔ مورگن کی 89 رنز کی شعلہ فشاں و ناقابل شکست اننگز نے انگلستان کو بڑے مجموعے تک پہنچنے میں مدد دی۔ گو کہ کیون پیٹرسن کی ریٹائرمنٹ کے بعد سمجھا جا رہا تھا کہ ایک روزہ میچز میں اوپننگ میں انگلستان کو سخت دشواری کا سامنا ہو گا لیکن ابھی تک تو ایسا کچھ نہیں دکھائی دے رہا۔ ویسٹ انڈیز جیسے کمزور حریف کے بعد آسٹریلیا جیسی عالمی معیار کی ٹیم کے سامنے بھی انگلش اوپننگ جوڑی ڈٹ گئی اور کپتان ایلسٹر کک اور این بیل نے 74 رنز کا بہترین آغاز فراہم کیا۔ بیل کے 41 اور کک کے 41 رنز پر لوٹنے کے بعد گویا انگلش اننگز تھم گئی۔ جوناتھن ٹراٹ نے 70 گیندوں پر 54 رنز ضرور بنائے لیکن 40 اوورز میں انگلستان 189 رنز ہی بنا پایا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ 240 یا 250 کے قریب رنز بنائے گا لیکن حتمی اوورز میں ایون مورگن کی طوفانی بلے بازی اور وکٹ کیپر کریگ کیزویٹر کے بھرپور ساتھ نے مقابلے کو آسٹریلیا کی پہنچ سے دور کر دیا۔ آخری 10 اوورز میں دونوں بلے بازوں نے 83 رنز لوٹے۔ مورگن محض 63 گیندوں پر 4 چھکوں اور 5 چوکوں کی مدد سے 89 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے جبکہ کیزویٹر 29 گیندوں پر 25 رنز بنانے کے بعد اننگز کی آخری گیند پر آؤٹ ہوئے۔ انگلستان نے محض 5 وکٹوں کے نقصان پر 272 کا مجموعہ حاصل کیا اور آسٹریلیا کے لیے مشکل کھڑی کر دی۔ آسٹریلیا کی جانب سے شین واٹسن سب سے مہنگے بالر ثابت ہوئے جن کے 10 اوورز میں 65 رنز لوٹے گئے۔ زاویئر ڈوہرٹی نے 50، پیٹ کمنز نے 53 اور بریٹ لی نے 57 رنز کھائے جبکہ کلنٹ میک کے کو 43 رنز پڑے تمام ہی گیند بازوں کو ایک، ایک وکٹ ملی۔ جواب میں آسٹریلیا کو شین واٹسن کی وکٹ تو ابتدا ہی میں گنوانا پڑی لیکن ڈیوڈ وارنر اور جارج بیلے کی 76 رنز کی رفاقت نے مقابلے کو دلچسپ مرحلے میں داخل کر دیا۔ اگر آسٹریلیا کو پے در پے بیلے اور وارنر کی وکٹیں نہ گنوانا پڑتیں تو مقابلہ اس کے حق میں کافی حد تک جھک جاتا لیکن اینڈرسن نے ایک خوبصورت اسپیل میں اپنے دو اوورز میں پہلے

بیلے کو 29 رنز پر بولڈ کیا اور اگلے اوور میں وارنر کو وکٹوں کے پیچھے کیچ کروا کر تہلکہ مچا دیا۔ آسٹریلیا کی اننگز کی رفتار تھم گئی، اگلے تقریباً 9 اوورز میں اس نے صرف 30 رنز بنائے لیکن وکٹیں گرنے کو پھر بھی نہ روک پایا۔ ڈیوڈ ہسی اسٹیون فن کے ہاتھوں بولڈ ہو کر پویلین لوٹے تو اسٹیون اسمتھ ٹم بریسنن کی پہلی وکٹ بن کر کپتان کو سخت مشکل سے دوچار کر گئے۔ اب تمام تر انحصار بلے بازوں کی آخری جوڑی پر تھا یعنی کلارک اور ویڈ۔ دونوں نے اس ذمہ داری کو اچھے انداز سے نبھایا اور نہ صرف وکٹیں گرنے کے سلسلے کو روکا بلکہ رنز بنانے کی رفتار میں بھی اضافہ کیا یہاں تک کہ میچ آخری 10 اوورز کے مرحلے میں داخل ہو گیا اور آسٹریلیا کی پوزیشن کافی مضبوط ہو گئی۔ لیکن اک ایسے موقع پر جب آسٹریلیا کو 49 گیندوں پر 69 رنز کی ضرورت تھی دونوں بلے بازوں کے درمیان غلط فہمی کے باعث میتھیو ویڈ کو رن آؤٹ ہو کر مایوسی کے عالم میں پویلین لوٹنا پڑا اور یہیں سے میچ پلٹا کھا گیا۔ ویڈ نے ایک زبردست چھکے اور ایک چوکے کی مدد سے 32 گیندوں پر 27 رنز بنائے۔ اگلے ہی اوور میں ٹم بریسنن نے مائیکل کلارک کو وکٹوں کے سامنے جا لیا اور آسٹریلیا کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ 67 گیندوں پر ایک چھکے اور 6 چوکوں کی مدد سے 61 رنز بنانے کے بعد کلارک بوجھل قدموں کے ساتھ میدان بدر ہوئے۔ آخری لمحات میں بریٹ لی نے 21 گیندوں پر 29 رنز کی ناقابل شکست اننگز کھیل کر امیدوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے اینڈ سے بدستور وکٹیں گرتی رہیں یہاں تک کہ 50 اوورز مکمل ہوئے اور آسٹریلیا 9 وکٹوں کے نقصان پر 257 رنز ہی بنا پایا۔ انگلستان کی جانب سے اینڈرسن، فن، براڈ اور بریسنن چاروں نے 2، 2 وکٹیں حاصل کیں۔ ایون مورگن کو شاندار بلے بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

انگلینڈ کی مسلسل دوسری فتح

کیون پیٹرسن کی اچانک ریٹائرمنٹ کے باعث اوپنر کے درجے پر ترقی ملنے پر تو گویا این بیل کی قسمت چمک اٹھی اس حیثیت سے وہ اب تک چار ون ڈے کھیل چکے اور کسی میں بھی ان کا بلا خاموش نہیں رہا۔ بطور اوپنر انہوں نے ویسٹ انڈیز کے خلاف گزشتہ ماہ کھیلے گئے پہلے ہی مقابلے میں 126 رنز کی زبردست اننگز کھیلی اور پھر اگلے میچز میں

53اور 41رنز بنائے۔اوراوول کے میدان میں انہوں نے آسٹریلیا کے خلاف 75رنز کی بہترین اننگز جڑی اور 252رنز کے تعاقب کی مضبوط بنیادرکھی جس پر بعدازاں روی بوپارا اور ایون مورگن نے عمارت کھڑی کی اور انگلستان کو باآسانی 6وکٹوں کی فتح تک پہنچایا۔آسٹریلیا،جس نے ٹاس جیت کر پہلے بلے بازی کا فیصلہ کیا تھا،مکمل طور پر روبہ زوال نظر آیا۔گوکہ شین واٹسن اور بعدازاں جارج بیلے نے 66اور 65رنز کی اننگز کھیلیں لیکن وہ میچ بچانے کی لاحاصل کوششیں تھیں،اوراس کے نتیجے میں انگلستان پر وہ دھاک نہیں بیٹھی کہ اس کے بلے باز ڈھیر ہو جاتے۔ 32ویں اوور میں محض 128رنز پر واٹسن سمیت ابتدائی چاروں وکٹیں کھودینے کے بعد اگر جارج بیلے اور ڈیوڈ ہسی کے درمیان 78رنز کی شراکت قائم نہ ہوتی تو آسٹریلیا کے لیے بہت زیادہ مشکلات کھڑی ہو جاتیں۔ آخری اوورز میں جب اسے بہت تیزی سے رنز اسکور کرنے کی ضرورت تھی تو یکے بعد دیگرے دونوں بلے باز آؤٹ ہو گئے اور معاملہ ٹیل اینڈرز تک پہنچ گیا پچھلے میچ میں ٹاپ آرڈر میں کھیلنے والے وکٹ کیپر میتھیو ویڈ سے امیدیں وابستہ تھیں کہ وہ آخری اوورز میں کوئی چمتکار دکھائیں گے لیکن ٹم بریسنن ایک ہی اوور میں بیلے کے بعد ان کو بھی ٹھکانے لگادیا۔پھر بھی آسٹریلیا بریٹ لی کی بدولت آخری تین اوورز میں 28رنز بنانے میں کامیاب ہوا اور 7وکٹوں کے نقصان پر 250 کی نفسیاتی حد عبور کر گیا لیکن میزبان ٹیم کو زیر کرنے کے لیے اسے عمدہ باؤلنگ کی ضرورت تھی جو بدقسمتی سے وہ کر نہ پایا اور انگلش بلے باز پر میچ پر حاوی ہوتے چلے گئے۔انگلستان کی جب سے ٹم بریسنن نے 2جبکہ اسٹیون فن،اسٹورٹ براڈ،روی بوپارا اور گریم سوان نے ایک،ایک وکٹ حاصل کی۔ 252رنز کے ایک قابل حصول ہدف کی تلاش میں انگلستان کا آغاز جارحانہ تھا،جو ابتدائی 6اوورز ہی میں اسکور بورڈ پر 40رنز جمانے میں کامیاب ہوگیا لیکن میک کے ہاتھوں کپتان ایلسٹر کک کا ایل بی ڈبلیو،اس کی بیٹنگ لائن اپ کے لیے پہلا گھاؤ ثابت ہوا۔انہوں نے 18رنز بنائے انگوست پڑ گئی،این بیل اور جوناتھن ٹراٹ نے مل کر مزید 41رنز کا اضافہ کیا اور ٹراٹ 17رنز بنا کر شین واٹسن کی گیند پر بولڈ ہو گئے۔اب بڑی ذمہ داری این بیل کے کاندھوں پر آن پڑی کہ وہ روی بوپارا اور ایون مورگن جیسے مردانِ بحران کو استعمال کریں اور فتح کی راہ ہموار کریں۔انہوں نے سب سے پہلے بوپارا کو استعمال کیا اور دونوں کھلاڑیوں نے شاندار بیٹنگ کرتے ہوئے 90رنز کی رفاقت قائم کی اور فتح کی جانب پیشقدمی میں اہم کردار ادا کیا۔این بیل اوپنر کی حیثیت سے دوسری نصف سنچری بنانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن اسے سنچری میں نہ بدل پائے۔ 113 گیندوں پر 75رنز کی ذمہ دارانہ اننگز کھیلنے کے بعد وہ ایک فضول شاٹ کے ہاتھوں اپنی وکٹ گنوا بیٹھے۔بہر حال،انگلستان کے لیے معاملے کو آسان کر گئے تھے خصوصاً اس صورت میں تو مزید کہ وکٹ پر روی بوپارا اور ایون مورگن جیسے بلے باز موجود تھے۔دونوں نے 12اوورز میں مزید 79رنز جوڑے اور فتح سے محض دو قدم کے فاصلے پر بوپارا کے رن آؤٹ کے علاوہ مزید کوئی نقصان نہیں ہوا۔بوپارا نے 85 گیندوں پر 8 چوکوں سے مزید 82رنز کی شاندار اننگز کھیلی اور بعدازاں میچ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے جبکہ ایون مورگن 40 گیندوں پر 43رنز کے ساتھ ناٹ آؤٹ رہے انگلستان نے 252رنز کا ہدف 46ویں اوور کی چوتھی گیند پر ہی حاصل کرلیا اور چھ وکٹوں کی فتح کے ساتھ سیریز میں اپنی برتری کو دوگنا کرلیا۔اس فتح کے ساتھ انگلستان کی ایک روزہ مقابلوں میں فتوحات کا سلسلہ دراز تر ہو گیا جو آٹھ مقابلوں تک پہنچ گیا مایوس کن شکست کھانے والے آسٹریلیا کی جانب سے کلنٹ میک کے،شین واٹسن اور مائیکل کلارک نے ایک،ایک وکٹ حاصل کی۔

بارش نے انگلینڈ کو نمبر ایک پوزیشن سے محروم کر دیا

برمنگھم کی بارشوں نے آسٹریلیا کی سیریز میں واپس آنے کی امیدوں کے چراغوں کو گل کردیا لیکن اس بارش کا انگلستان کو بھی ایک بہت بڑا نقصان ہوا وہ یہ کہ اسے ایک روزہ کی عالمی درجہ بندی میں سرفہرست پوزیشن حاصل کرنے کے لیے آسٹریلیا کو تمام پانچوں مقابلوں میں ہرانا تھا،جو ممکن نہیں رہا۔ایجبسٹن میں طے شدہ تیسرے ایک روزہ مقابلے میں شدید بارشوں کے باعث ایک گیند بھی نہ پھینکی جا سکی۔

آسٹریلیا کو ایک اور کراری شکست، انگلینڈ نے سیریز جیت لی

محض ڈیڑھ سال قبل وہ آسٹریلیا جس نے انگلستان کو 7ایک روزہ مقابلوں کی سیریز میں 1-6 کی ذلت سے دوچار کیا تھا،آج اس قدر قابل رحم ہو چکا ہے کہ اسی ٹیم کے خلاف سیریز 0-3 کے مارجن سے بری طرح ہارا اگر درمیان میں ایک مقابلہ بارش کی نذر نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ انگلستان کی برتری اس وقت 0-4 کی ہوتی چوتھے ایک روزہ میں 8وکٹوں کی آسان فتح کے مرکزی کردار اسٹیون فن،این بیل اور جوناتھن ٹراٹ رہے جنہوں نے باؤلنگ اور بیٹنگ دونوں شعبوں میں بہترین کارکردگی دکھائی اور ابتدا ہی سے آسٹریلیا کی فتح کے امکانات کا خاتمہ کردیا۔بالرز کے لیے مددگار کنڈیشنز میں ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ بہت ہی زبردست ثابت ہوا خصوصاً فن نے صورتحال کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور مسلسل دو گیندوں پر ڈیوڈ وارنر اور پیٹر فورسٹ کو ایل بی ڈبلیو کرکے انگلش فتح کی بنیاد رکھ دی۔آسٹریلیا کی رنز کی رفتار دھیمی سے دھیمی ہوتی چلی گئی جب یہ دونوں وکٹیں گریں،اس وقت بھی آسٹریلیا کے چھٹے اوورز میں محض 6رنز تھے اور جب ٹم بریسنن نے اننگز کے 19ویں اوور میں شین واٹسن کو بولڈ کرکے کاری ضرب لگائی تب بھی اسکور بورڈ پر محض 57رنز جمع تھے۔گوکہ کپتان مائیکل کلارک نے 43رنز کی اننگز کھیل کر میچ بچانے کی پوری کوشش کی لیکن معاملہ ان کے بس سے باہر ہو چکا تھا یہاں تک کہ وہ اسٹیون فن کی تیسری وکٹ بن کر ٹیم کو سخت مشکلات سے دوچار کر گئے۔فن نے اگلی ہی گیند پر میتھیو ویڈ کو وکٹوں کے پیچھے کیچ کرا کر آسٹریلین امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ 100رنز کے مجموعے تک پہنچنے سے پہلے ہی آسٹریلیا اپنی 6وکٹیں گنوا چکا تھا جب مردِ بحران ڈیوڈ ہسی نے بریٹ لی کے ساتھ "عزت بچانے" کے سفر کا آغاز کیا۔دونوں بلے بازوں نے ساتویں وکٹ پر 70رنز کا اضافہ کیا اور آسٹریلیا کو 200 کی نفسیاتی حد تک پہنچنے میں مدد فراہم کی۔بریٹ لی 41 گیندوں پر 27رنز بنانے کے بعد رنز کی رفتار کو بڑھانے کی کوشش میں باؤنڈری لائن پر کیچ دے بیٹھے جبکہ ڈیوڈ ہسی 73 گیندوں پر 70رنز کی شاندار اننگز کے بعد آخری اوور میں آؤٹ ہوئے۔مقررہ 50اوورز میں آسٹریلیا 9وکٹوں پر 200رنز ہی بنا پایا اور یوں انگلستان کو 201رنز کا ایک آسان ہدف ملا۔اسٹیون فن کی چار وکٹوں کے علاوہ دو،دو وکٹیں ٹم بریسنن اور جیمز اینڈرسن نے حاصل کیں جبکہ ایک وکٹ روی بوپارا کو ملی۔ایک آسان ہدف کے باعث انگلش بیٹنگ لائن اپ پر سرے سے کوئی دباؤ ہی نہ تھا،اور انہوں نے بالرز کی بہترین کارکردگی کے باعث بغیر کسی مشکل کے ہدف کی جانب پیشقدمی جاری رکھی۔صرف اوپنرز کپتان ایلسٹر کک اور این بیل نے ہی اسے 70رنز کا آغاز فراہم کردیا۔کپتان 29رنز بنانے کے بعد گرنے والی پہلی وکٹ بنے جس کے بعد این بیل نے جوناتھن ٹراٹ کے ساتھ مل کر اسکور میں مزید 66رنز بڑھائے۔بیل،جو اوپنر کی حیثیت سے نئے کردار کا خوب لطف اٹھا رہے ہیں اور رنز کے انبار لگا رہے ہیں،نے 69رنز کی ٹاپ اسکورنگ اننگز کھیلی اور میک کے کی دوسری وکٹ بنے۔اس کے بعد جوناتھن ٹراٹ اور روی بوپارا نے منزل تک پہنچ کر ہی دم لیا اور ان دونوں کے درمیان 65رنز کی ناقابل شکست رفاقت قائم ہوئی جس کی بدولت انگلستان نے 48ویں اوور میں ہی ہدف کو جالیا۔ٹراٹ 64اور بوپارا 33رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔آسٹریلیا نے سیریز میں ہارنے کے امکانات کا خاتمہ کرنے کے لیے 8 گیندباز آزمائے لیکن سوائے میک کے کوئی کامیابی نہ سمیٹ سکا۔میک کے نے بہت ہی عمدہ گیندبازی کا مظاہرہ کیا اور اپنے 10اوورز میں صرف 29رنز دے کر 2بلے بازوں کو آؤٹ کیا۔باقی تمام بالرز نامراد ہی لوٹے۔اسٹیون فن کو جاہ کن باؤلنگ پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

انگلینڈ کے خلاف آسٹریلیا کو 0-4سے شکست

بارش سے متاثرہ مقابلہ جو 32اوورز فی اننگز تک محدود کیا گیا،انگلستان نے ٹاس جیت کر آسٹریلیا کو بلے بازی کی دعوت دی تو اس کے لیے وکٹوں کو روکنا ناممکن ہو گیا۔گوکہ انگلستان نے ابتدائی لمحات میں چند آسان کیچ چھوڑ کر اس کے اوپنرز کو مواقع دیے لیکن وہ اس کا فائدہ اٹھانے میں مکمل طور پر ناکام رہے اور جب 11ویں اوور میں ڈیوڈ وارنر 32رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تو گویا بند ٹوٹ گیا کچھ ہی دیر بعد پیٹر فورسٹ دوسرا رن لینے کی کوشش میں رن آؤٹ ہو گئے اور میتھیو ویڈ محض ایک گیند بعد جیمز ٹریڈویل کی ایک گیند کو آگے بڑھ کر میدان بدر کرنے کی لاحاصل کوشش میں وکٹوں کے پیچھے کریگ کیزویٹر کے اسٹمپ کا نشانہ بن گئے سب سے بڑا دھچکا آسٹریلیا کو اگلے اوور میں پہنچا جبکہ مائیکل کلارک پوائنٹ پر کھڑے حریف فیلڈر ایون مورگن کے ہاتھوں میں گیند دینے اور رن دوڑنے کی بے وقوفانہ کوشش میں براہ راست تھرو کا نشانہ بن گئے 55پر آسٹریلیا اپنے 4اہم بلے بازوں سے محروم ہو چکا تھا۔وکٹیں گرنے کا سلسلہ چند لمحات کے لیے تھما لیکن روی بوپارا نے مسلسل دو اوورز میں اسٹیون اسمتھ اور ڈیوڈ ہسی کو ٹھکانے لگا کر تمام تر ذمہ داری ٹی ٹوئنٹی کپتان جارج بیلے کے کاندھوں پر ڈال دی جنہوں نے اپنی بساط سے کہیں بڑھ کر کارکردگی دکھائی اور آسٹریلیا کو ایک قابل عزت مجموعے تک پہنچایا جارج بیلے نے 41 گیندوں پر 2چھکوں اور 3چوکوں کی مدد سے 46رنز بنائے انہوں نے پہلے جیمز پیٹن سن کے ساتھ 34اور پھر کلنٹ میک کے کے ساتھ مل کر 25رنز کا اضافہ کیا اور مقررہ 32اوورز کے اختتام پر اسکور بورڈ پر 145رنز کا ہندسہ جگمگا رہا تھا ابتدا میں وکٹیں گرنے کے بعد ایسا لگتا تھا کہ آسٹریلیا تہرے ہندسے میں بھی نہیں پہنچ پائے گا لیکن اس نے نہ صرف پورے اوورز کھیلے بلکہ 55پر 4 وکٹیں گرنے کے بعد اگلے 90رنز تک صرف تین کھلاڑیوں ہی کا نقصان اٹھایا۔انگلستان کی جانب سے سب سے عمدہ گیند بازی جیمز ٹریڈویل اور روی بوپارا نے کی جنہوں نے 23اور 8رنز دے کر دو،دو وکٹیں حاصل کیں جبکہ ایک وکٹ اسٹیون فن کو ملی۔ایک آسان ہدف کے تعاقب میں انگلستان نہ صرف پہلے اوور ہی میں ان فارم این بیل سے محروم ہو گیا بلکہ 10اوورز کے اختتام سے قبل جوناتھن ٹراٹ کی وکٹ بھی گر گئی تو میچ دلچسپ مرحلے میں جاتا دکھائی دیا 10ویں اوور میں جب ٹراٹ حریف کپتان مائیکل کلارک کا نشانہ بنے تو انگلستان کا اسکور محض 34رنز تھا لیکن اس موقع پر کپتان ایلسٹر کک نے ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لی اور روی بوپارا کے ساتھ مل کر تیسری وکٹ پر 92رنز جوڑ کر میچ اپنے حق میں پلٹا لیا۔انگلش اننگز کے دوران ایک مرتبہ پھر بارش ہو جانے کے باعث انگلستان کا ہدف 29اوورز میں 138رنز کردیا گیا جو اس نے 28ویں اوور کی پہلی ہی گیند پر حاصل کرلیا۔کک 78 گیندوں پر 58 رنز بنا کر اس وقت بین ہلفناس کی واحد وکٹ بنے جب ہدف محض 12رنز دور تھا۔بوپارا 56 گیندوں پر 52رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔آسٹریلیا کی جانب سے کلنٹ میک کے،بین ہلفناس اور مائیکل کلارک نے ایک،ایک وکٹ حاصل کی۔روی بوپارا کو آل راؤنڈ کارکردگی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ این بیل سیریز میں سب سے زیادہ رنز بنانے کے بعد سیریز کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

آسٹریلیا اور انگلینڈ کے درمیان ون ڈے سیریز کی تصویری جھلکیاں

نیوزی لینڈ دونوں T-20 ہار گیا
ویسٹ انڈیز کا کلین سوئپ

اور کرس گیل بین الاقوامی کرکٹ میں واپس آنے کے بعد پہلی بار بھرپور فارم میں آ گئے اور دوسرے ٹی ٹوئنٹی میں ان کی مسلسل دوسری نصف سنچری اور بعدازاں سنیل نرائن کی عمدہ بالنگ کی بدولت ویسٹ انڈیز نے سیریز میں کلین سویپ کر لیا۔ امریکی ریاست فلوریڈا میں ہونے والے دوسرے و آخری ٹی ٹوئنٹی میں ویسٹ انڈیز نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کا فیصلہ کیا اور زخمی کھلاڑیوں سے بھرپور نیوزی لینڈ پر کاری ضرب لگائی۔ گو کہ کرس گیل کی اننگز پہلے ٹی ٹوئنٹی جیسی شاندار نہیں تھی اور وہ اس وقت آؤٹ ہوئے جب ویسٹ انڈیز کو اسکور تیزی سے بڑھانے کی سخت ضرورت تھی لیکن ڈیوین براوو نے 11 گیندوں پر 35 رنز کی جارحانہ اننگز کھیل کر نیوزی لینڈ کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور زخمی ہونے والے کیرون پولارڈ کی غیر حاضری کو محسوس نہ ہونے دیا۔ کرس گیل نے 39 گیندوں پر 4 چھکوں اور 3 چوکوں کی مدد سے 53 رنز بنائے جبکہ براوو کی اننگز میں 4 بلند و بالا چھکے اور صرف ایک چوکا شامل تھا۔ اس طرح 16 ویں اوور میں گیل کے آؤٹ ہونے پر جس ٹیم کا اسکور محض 117 تھا وہ 177 رنز کے شاندار مجموعے پر پہنچی۔ ویسٹ انڈیز نے آخری 4 اوورز میں 53 رنز لوٹے۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے ناتھن میک کولم نے 2 جبکہ ناکام ترین تیز گیند بازوں ڈوگ بریسویل اور ٹم ساؤتھی نے ایک، ایک وکٹ حاصل کی۔ دونوں نے بالترتیب 3 اور 4 اوورز میں 43، 43 رنز دیے۔ ایک وکٹ راب

نکول کو بھی ملی۔ جواب میں نیوزی لینڈ سنیل نرائن کے ہاتھوں اپنے دونوں اوپنرز ابتدائی 5 اوورز ہی میں کھو بیٹھا اور پھر میچ اس کی گرفت میں نہیں رہا۔ نرائن نے اپنے پہلے ہی اوور میں دو مسلسل گیندوں پر انہیں ٹھکانے لگایا اور پھر 'چراغوں میں روشنی نہ رہی'۔ روز ٹیلر کی عدم موجودگی میں قیادت کے فرائض انجام دینے والے کین ولیم سن ویسٹ انڈیز کی پھرتیلی فیلڈنگ کا شکار ہو کر چلتے بنے اور پھر وکٹیں وقفے وقفے سے گرتی ہی چلی گئیں۔ پوری ٹیم 19 ویں اوور میں 116 پر ڈھیر ہو گئی۔ ڈینیل فلین 22 رنز کے ساتھ سب سے نمایاں بلے باز رہے جبکہ ڈوگ بریسویل نے 20 رنز بنائے۔ ویسٹ انڈیز کی جانب سے سنیل نرائن نے 4 اوورز میں محض 12 رنز دے کر 4 وکٹیں سمیٹیں جبکہ دو، دو وکٹیں ڈیوین براوو اور مارلون سیموئلز کو بھی ملیں۔ ایک وکٹ سیموئل بدری نے حاصل کی۔ سنیل نرائن کو میچ اور کرس گیل کو سیریز کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

پہلا ٹی ٹوئنٹی ویسٹ انڈیز کے نام

ویسٹ انڈیز خصوصاً کرس گیل اور کیرون پولارڈ نے ثابت کر دیا کہ آخر کیوں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ انہیں ٹی ٹوئنٹی کی ایک خطرناک ٹیم اور کھلاڑی تصور کرتے ہیں اور رواں سال ورلڈ ٹی ٹوئنٹی 2012 کا فیورٹ سمجھتے ہیں۔ دونوں بلے بازوں نے امریکی سرزمین پر ہونے والے تاریخی ٹی ٹوئنٹی مقابلے میں نیوزی لینڈ کو چت کیا اور محض 39 گیندوں پر سنچری شراکت داری کے ذریعے 209 رنز کا بڑا مجموعہ اکٹھا کیا۔ کرس گیل صرف 52 گیندوں پر 5 چھکوں اور 7 چوکوں کی مدد سے 85 جبکہ پولارڈ 29 گیندوں پر 5 چھکوں اور اتنے ہی چوکوں کی مدد سے 63 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے۔ دونوں نے 41 گیندوں پر 108 رنز کی رفاقت قائم کی اور فلوریڈا کے شہر لاڈرہل میں ویسٹ انڈین، بھارتی، پاکستانی اور امریکی تماشائیوں کو محظوظ ہونے کے شاندار مواقع فراہم کیے۔ کرس گیل نے گو کہ اننگز کا آغاز دھیان سے کیا لیکن کچھ دیر میں جیسے ہی وکٹ کے مزاج کو سمجھا وہ قہر بن کر حریف بالرز پر ٹوٹ پڑے۔ جیسے جیسے اننگز آگے بڑھتی رہی دونوں اینڈز سے رنز بنانے کی رفتار میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ 19 ویں اوور میں گیل نے ڈوگ بریسویل کو تین مسلسل گیندوں پر تین چھکے رسید کیے۔ نیوزی لینڈ بالکل بے رنگ دکھائی دیا، نہ بالر اچھی لائن و لینتھ پر گیند پھینکتے نظر آئے اور نہ ہی فیلڈرز نے کوئی کارنامہ کیا۔ اسٹمپ کرنے کا ایک آسان موقع وکٹ کیپر نے گنوایا تو ایک کیچ فیلڈر نے چھوڑ دیا جبکہ ایک موقع رن آؤٹ کا بھی ضائع کیا گیا۔ اس بڑے مجموعے میں 20 رنز تو انہوں نے فاضل رنز کی صورت میں دیے جن میں 13 وائیڈز اور 3 نو بالز بھی شامل تھیں اہم گیند باز بھی ویسٹ انڈیز کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور ڈوگ بریسویل کے 4 اوورز میں 47 اور ٹم ساؤتھی کے 35 رنز پڑے۔ فیلڈنگ کے دوران نیوزی لینڈ کے تین کھلاڑی زخمی ہوئے سب سے پہلے جیکب اورم جو ایک چوکا بچانے کی کوشش میں پٹھا کھنچ جانے کے باعث آخر تک جدوجہد کرتے دکھائی دیے اور بیٹنگ کے دوران بھی انہیں دوڑنے میں تکلیف ہو رہی تھی دوسرے کھلاڑی کپتان روز ٹیلر تھے جو کیرون پولارڈ کا ایک کیچ لینے کی کوشش میں اپنے بائیں کندھے پر گر گئے اور بعدازاں بیٹنگ کے لیے میدان میں تو آئے لیکن زیادہ دیر نہ کھیل سکے اور ریٹائرڈ ہرٹ قرار پائے تیسرے کھلاڑی رونی ہیرا تھے جو اننگز کے بارہویں اوور میں کرس گیل کے ایک گولی کی طرح نکلنے والے شاٹ کو بطور کیچ پکڑنے کی کوشش کر کے اپنی انگلی تڑوا بیٹھے وہ فوری طور پر میدان بدر ہوئے اور بعدازاں بلے بازی کے لیے بھی نہیں آ سکے۔ 210 رنز کے ریکارڈ ہدف کے تعاقب میں نیوزی لینڈ ابتدا ہی سے ہتھیار پھینک چکا تھا اور کوئی بلے باز ایسی اننگز نہ کھیل پایا، جس سے نیوزی لینڈ اس ہدف کی جانب گامزن ہوتا اوپنر راب نکول 32 رنز کے ساتھ سب سے نمایاں رہے جبکہ آخر میں جیکب اورم نے 27 رنز بنائے نیوزی لینڈ کی اننگز 153 رنز پر تمام ہوئی، یوں مقابلہ 56 رنز سے ویسٹ انڈیز کے نام رہا۔ سنیل نرائن نے سب سے زیادہ 3 وکٹیں حاصل کیں جبکہ ایک، ایک وکٹ فیڈل ایڈورڈز، ڈیرن سیمی اور ڈیوین براوو کو ملی۔ کرس گیل کو شاندار بلے بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

مارلن سیمیولز ایک بار پھر خود کو منوانے میں کامیاب!!!

انسان اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے اور جو لوگ اپنی غلطیوں سے بھی سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے وہ تباہی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ شاید مارلن سیموئلز نے بھی یہ حقیقت تسلیم کر لی تب ہی تو وہ بدعنوانی کی دلدل سے باہر نکلنے کے بعد ایک بہتر اور کامیاب بیٹسمین کے طور پر عالمی کرکٹ میں ابھرا ہے۔ ایک عشرے قبل جب اس نے انٹرنیشنل کرکٹ کا آغاز کیا تو اس کی کارکردگی اور صلاحیت دیکھ کر بہ آسانی کہا جا سکتا تھا کہ یہ بیٹسمین بہت بلندی تک رسائی حاصل کرے گا کیونکہ اس کی بیٹنگ میں ماضی کے کئی سرفہرست کھلاڑیوں جیسی جھلک محسوس ہو رہی تھی۔ کمال کی بات یہ تھی کہ وہ جس مہارت کے ساتھ ٹیسٹ کرکٹ کھیل سکتا تھا اسی طرح اسے ون ڈے اور ٹی ٹوئنٹی کرکٹ کے قالب میں جانے پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ وقت پڑنے پر وہ بالر کی حیثیت استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس اہلیت نے ہر طرز کی کرکٹ میں اس کی اہمیت دوچند لیکن قسمت کی خرابی تھی کہ کرکٹ کے کھیل میں عروج کا خواہشمند کھلاڑی ایک اہم حصے میں بدعنوانی کی دلدل میں دھنس گیا اور اس پر عائد پابندی نے اس کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا۔ اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے کے دو سال گذارے اور ایک مرتبہ پھر نئے عزم کے ساتھ کھیل کے نقشے ساتھ ہی اپنے کھوئے ہوئے وقت کی تلافی بھی کر دی جس کے بعد رہی ہے کہ وہ آنے والے عرصے میں ایک مضبوط کردار کا مالک گا۔

ڈھل سے بھی کر دی تھی کیریئر کے اچانک ہی ہوئے پابندی پر ابھرنے کے اب یہ توقع کی جا کھلاڑی بن کر چکے

اکتوبر 2000 میں آئی سی سی ناک آؤٹ ٹورنامنٹ میں سری لنکا کے خلاف ون ڈے کیریئر شروع کرنے والے سیموئلز نے اسی سال دسمبر میں آسٹریلیا کے خلاف ایڈیلیڈ میں ٹیسٹ کیپ بھی حاصل کر لی اور پہلی سیریز میں 34.40 کی اوسط سے تین ٹیسٹ میچوں میں 172 رنز اسکور کیے جس میں اس کی 60 رنز کی اننگ ہی نمایاں تھی، یہ بہت اچھی کارکردگی نہ سہی لیکن اس بات کی ضمانت ضرور تھی کہ ویسٹ انڈیز کو ایک قابل اور اعتماد بیٹسمین مل گیا ہے۔ جنوری 2001 میں کارلٹن اینڈ یونائیٹڈ سیریز کے دوران آسٹریلیا میں دس میچوں کے اس کے 282 رنز میں تین نصف سنچریاں تو شامل تھیں مگر 28.20 کی معمولی اوسط سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ وہ کارکردگی میں عدم تسلسل کے باعث اپنا مقام بنانے میں مشکلات سے دوچار تھا۔ اسی سیزن میں اس نے جنوبی افریقہ کے خلاف سات ون ڈے میچوں کی سیریز میں دو نصف سنچریوں کی مدد سے 9 8 1 رنز 31.50 کی اوسط سے اسکور کیے اور چار ٹیسٹ میچوں کی سیریز کے دوران بھی دو نصف سنچریاں

اسکور کیں مگر اس مرتبہ بھی 206 رنز 25.75 کی معمولی اوسط سے اس کی واجبی سی کارکردگی کا ثبوت تھے۔ زمبابوے اور سری لنکا کے خلاف سیریز بھی ناکامی کی داستان ثابت ہوئیں جب سموئلز نے پانچ ٹیسٹ میچوں کی آٹھ اننگز میں صرف 157 رنز بنائے اور اس کا کیریئر مشکلات سے دوچار ہی رہا۔ اسے ناقص کارکردگی کی وجہ گیارہ ماہ تک ون ڈے ٹیم سے بھی علیحدہ رہنا پڑا مگر اس نے ہمت نہیں چھوڑی اور محنت کرتا رہا۔

جب نومبر 2002 میں اسے ون ڈے ٹیم میں واپسی کا موقع ملا تو اس نے بھارت کے خلاف سیریز میں اپنی پہلی ون ڈے سنچری اسکور کرنے کا اعزاز حاصل کر لیا اور اس سیریز کے سات میچوں میں 108 رنز کی ناقابل شکست اننگ سمیت 236 رنز 39.33 کی عمدہ اوسط سے بنائے اور اس سے قبل اسی ٹیم کے خلاف واحد ٹیسٹ اننگ میں بھی 104 رنز بنا ڈالے جو اس کے کیریئر کی اولین سنچری بھی تھی۔ اس کامیابی نے سیموئلز کے گرتے ہوئے معیار کو کافی حد تک سنبھالا دیا مگر یہ کامیابی وقتی ثابت ہوئی کیونکہ سیموئلز نے ویسٹ انڈیز کی جانب سے اگلے پانچ برس میں جو 6 ٹیسٹ سیریز کھیلیں ان کے دوران وہ گیارہ ٹیسٹ میچوں کی 20 اننگز میں صرف 426 رنز 25.05 کی اوسط سے ہی بنا سکا جس میں اس کی تین نصف سنچریاں شامل تھیں اور یہ کسی بھی اعتبار سے ناکام کارکردگی تھی۔ ون ڈے کرکٹ میں بھی اس کی بیٹنگ کا زوال نمایاں تھا جہاں اس نے نومبر 2002 میں بنگلہ دیش کے خلاف دو نصف سنچریاں اسکور کیں اور 56.00 کی عمدہ اوسط سے تین میچوں میں 168 رنز بنائے مگر اس کے بعد وہ 36 میچوں کی 31 اننگز میں 18.83 کی ناقص اوسط سے 452 رنز ہی سمیٹ سکا جس میں اس کی صرف ایک نصف سنچری شامل تھی اور اس کا کیریئر مشکلات کا شکار ہو چکا تھا۔

پاکستان کے دورے پر مارلن سیموئلز نے ناقابل شکست سنچری سمیت چار میچوں میں 57.33 کی عمدہ اوسط سے 172 رنز بنائے۔ اس کے بعد بھارت میں 194 اور ورلڈ کپ 2007 میں 216 رنز نے بھی اس کی خراب ہوتی ساکھ کو کافی حد تک سہارا دیا اور دو سالہ عرصے میں اس نے 19 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں کے دوران ایک سنچری اور پانچ نصف سنچریوں سمیت 668 رنز 39.29 کی شاندار اوسط سے اسکور کر ڈالے اور اس پر موجود ناکامی کے بادل چھٹنے لگے۔ اپریل 2008 تک سموئلز نے 13 میچوں کی 11 باریوں میں تین نصف سنچریوں سمیت ویسٹ انڈین بیٹنگ لائن کو مزید 306 رنز فراہم کیے اور جنوبی افریقہ کے خلاف 08-2007 کی سیریز میں 52.33 کی بہترین اوسط سے تین ٹیسٹ میچوں میں 314 رنز بنا ڈالے جس میں 105 رنز کی اننگ بھی شامل تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہوتا لگ رہا تھا تو مارچ 2008 میں سری لنکا کے دورے سے واپسی پر اس کا کیریئر بدعنوانی کی دلدل میں پھنس گیا اور ویسٹ انڈین کرکٹ بورڈ بدعنوانی کے الزامات ثابت ہو جانے کے باعث سیموئلز پر دو سال کی پابندی عائد کر دی۔ سیموئلز پر الزام تھا کہ اس نے بھارت کے دورے پر جنوری 2007 میں ایک اجنبی شخص کو میچ سے متعلق اہم معلومات فراہم کیں جس کے عوض اس نے ممبئی میں ایک

ہوٹل میں رہائش کا بل رشوت کے طور پر قبول کیا۔ آئی سی سی کی جانب سے بھی سیموئلز کی پابندی کی توثیق کر دی گئی کہ وہ اب کسی سطح کی کرکٹ میں حصہ نہیں لے سکے گا اور یوں اس کا کیریئر کم وبیش ٹھکانے لگ گیا لیکن یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ ویسٹ انڈین بورڈ نے اسے مکمل طور پر تنہا نہیں کیا۔ مئی 2008 میں اس پر پابندی کا اعلان کرنے کے باوجود بورڈ کا یہ موقف تھا کہ کیریئر کو دوبارہ شروع کرنے کے لیئے اس کی بھرپور مدد کی جائے گی۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی رہی کہ اسے میچ فکسنگ کے ''جرم'' میں تاحیات پابندی کا سامنا نہیں کرنا پڑا جبکہ ملک بھر میں یہ تاثر تھا کہ اس کی غلطی کی سزا کافی سخت دی گئی ہے۔ امکان تھا کہ کچھ وقت گذرنے کے بعد اس کی سزا میں نرمی کر کے اسے کھیل میں واپسی کا پروانہ دے دیا جائے گا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ اس کی واپسی اپریل 2011 میں ہی ممکن ہو سکی جب اس نے پاکستان کی ٹورنگ ٹیم کے خلاف ون ڈے سیریز میں شرکت کی لیکن وہ ماحول میں جلد گھل مل نہ سکا اور ناکامی کا شکار ہو گیا۔

آنے والے عرصے میں اس کی کارکردگی میں رفتہ رفتہ بہتری کے اثرات واضح ہونے لگے اور سیموئلز نے واپسی کے بعد ٹیسٹ ہی نہیں ون ڈے کرکٹ میں بھی بہتر کارکردگی کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی بنیاد پر اسے بھارتی سرزمین پر آئی پی ایل میں پونے واریرز کی نمائندگی کا موقع بھی ملا جہاں اس کی کارکردگی واجبی سی رہی لیکن اب انگلینڈ کا دورہ اس کے سامنے تھا جہاں وہ بننے یا بگڑنے کے دوراہے پر کھڑا ہوا تھا لیکن یہ اس کی مضبوطی تھی کہ وہ اس امتحان کو بخوبی پار کر گیا۔ لارڈز ٹیسٹ میں بھی 31 اور 86 رنز بنانے کے بعد اس نے ناٹنگھم ٹیسٹ میں بھی 117 رنز کی شاندار اننگ کھیل ڈالی جبکہ دوسری اننگ میں بھی 76 رنز کی عمدہ اننگ کھیل کر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر دیا۔ برمنگھم ٹیسٹ میں بھی 76 رنز کی اننگ نے سیموئلز کو تین ٹیسٹ میچوں کی سیریز میں 96.50 کی شاندار اوسط سے 386 رنز کا مالک بنا دیا اور یہ ایک ایسی کارکردگی تھی جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ یہ کیریئر میں صرف دوسرا موقع تھا کہ اس نے کسی ٹیسٹ سیریز میں تین سو یا اس سے زائد رنز اسکور کیئے اور ساتھ ہی دو ہزار رنز کا سنگ میل بھی پار کر گیا۔

اپنے کپتان ڈیرن سیمی کے ہمراہ ساتویں وکٹ شراکت میں 204 رنز جوڑ کر نیا قومی ریکارڈ بنانے والے سیموئلز نے ون ڈے کرکٹ میں بھی تین ہزار رنز کا سنگ میل عبور کر لیا ہے حالانکہ اس کی کارکردگی اوسط کے لحاظ سے اس کی اہلیت کی گواہ نہیں ہے لیکن وہ اس سطح پر بھی اپنی صلاحیت کو بہتر بنا رہا ہے، جس کا ثبوت حال ہی میں نیوزی لینڈ کے خلاف کنگسٹن میں اس کے ناقابل شکست 101 رنز تھے جو اس کی تیسری سنچری بھی ہے۔ کھیل میں واپسی کے بعد

سے اب تک سیموئلز نے 27 ون ڈے میچوں میں عمدہ کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے 672 رنز اسکور کیئے ہیں مگر اس کی شاندار کارکردگی ٹیسٹ کرکٹ میں نمایاں ہے جہاں اس نے صرف گیارہ میچز کھیل کر ایک سنچری اور چھ نصف سنچریوں سمیت 739 رنز کا اضافہ کیا ہے اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اس نے دو سالہ پابندی کے عرصے میں کرکٹ سے محرومی کے ازالے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مارلن سیموئلز کو کیریئر کے دوران مسلسل اونچ نیچ کا سامنا رہا ہے اور اس کا کیریئر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے اتنا رواں نہیں رہا جس کی امید کی جا رہی تھی لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود کو ویسٹ انڈیز کے صف اول کے بیٹسمینوں میں شامل کرنے کے لیئے سنجیدہ ہے اور اس کا اچھا وقت بھی شروع ہو گیا ہے۔

اچھا کھلاڑی اور عقلمند انسان وہی ہے جو اپنی غلطیوں سے سیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور مارلن سیموئلز نے بدعنوانی کی غلطی کے بعد لگتا ہے کہ بہت کچھ سیکھا ہے اور اب اس کا کیریئر ایک نئی راہ پر گامزن نظر آ رہا ہے جہاں ان گنت کامیابیاں اس کی منتظر ہیں۔ کل تک وہ ویسٹ انڈین کرکٹ میں ایک ''ولن'' کا روپ دھار چکا تھا جس کی غلطی نے ملک کا نام بھی خراب کر ڈالا تھا لیکن اب وہی کھلاڑی ایک ''ہیرو'' کے طور پر ابھرا ہے جسے عظمت کی بلندیاں اپنی جانب بلا رہی ہیں اور عالمی کرکٹ میں ایک اور نامور بیٹسمین کی چمک دمک آنکھوں کو وہی دلکشی فراہم کر رہی ہے جو ویسٹ انڈین سرزمین سے ابھرنے والے عظیم بیٹسمینوں کا خاصہ ہے اور اس میں نیا اضافہ مارلن سیموئلز ہے۔ MAB

اس ماہ جنم لینے والے پاکستانی کھلاڑی......

مقصود رانا

تاریخ پیدائش: یکم اگست 1972، لاہور
نمایاں ٹیمیں: پاکستان، لاہور، نیشنل بینک آف پاکستان، راولپنڈی
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے میڈیم فاسٹ بالر

بیٹنگ کار کردگی

فارمیٹ	میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط
اوڈی آئی	1	1	0	5	5	5.00

بالنگ کار کردگی

گیندیں	رنز	وکٹ	اکنامی
12	11	0	5.50

واحد ون ڈے انٹرنیشنل، بمقابلہ آسٹریلیا میلبورن 3 جنوری 1990

شفقت رانا

تاریخ پیدائش: 10 اگست 1943 شملہ (پنجاب، بھارت)
نمایاں ٹیمیں: پاکستان، لاہور، پی آئی اے
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے میڈیم فاسٹ بالر

بیٹنگ کار کردگی (ٹیسٹ)

میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	50	6s	کیچ
5	7	0	221	95	31.57	2	1	5

بالنگ

گیندیں	رنز	وکٹ	بہترین	اوسط
36	9	1	1/2	9.00

پہلا ٹیسٹ: بمقابلہ آسٹریلیا کراچی 24 تا 29 اکتوبر 1964
آخری ٹیسٹ: بمقابلہ نیوزی لینڈ 8 تا 11 نومبر 1969

مفسر الحق

تاریخ پیدائش: 16 اگست 1944 کرنال (بھارت)
تاریخ وفات: 27 جولائی 1983 (کراچی)
نمایاں ٹیمیں: پاکستان ڈھاکہ، ایسٹ پاکستان، کراچی، نیشنل بینک آف پاکستان، پی ڈبلیو ڈی
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: الٹے ہاتھ کے میڈیم فاسٹ بالر

بیٹنگ کار کردگی (ون ڈے)

بیٹنگ کار کردگی (ٹیسٹ)

ٹیسٹ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	کیچ
1	1	1	8	8*	1

گیندیں	رنز	وکٹ	بہترین	اوسط
222	84	3	2/50	28.00

واحد ٹیسٹ: بمقابلہ نیوزی لینڈ کرائسٹ چرچ 12 تا 16 فروری 1965

سعید آزاد

تاریخ پیدائش: 14 اگست 1964، کراچی
نمایاں ٹیمیں: پاکستان، کراچی، نیشنل بینک آف پاکستان
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے میڈیم فاسٹ بالر

بیٹنگ کار کردگی (ون ڈے)

میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	4s	Ct
4	4	0	65	31	16.25	7	2

پہلا ون ڈے: بمقابلہ سری لنکا راولپنڈی 3 اکتوبر 1995
آخری ون ڈے: بمقابلہ جنوبی افریقہ 6 اکتوبر 1996

جاوید قدیر

تاریخ پیدائش: 25 اگست 1976، کراچی
نمایاں ٹیمیں: پاکستان، کراچی، پی آئی اے
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: وکٹ کیپر بیٹسمین

بیٹنگ کار کردگی (ون ڈے)

میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	کیچ
1	1	0	12	12	12.00	1

واحد ون ڈے انٹر نیشنل: بمقابلہ سری لنکا شارجہ 11 اپریل 1995

شاہد محبوب

تاریخ پیدائش: 25 اگست 1962، کراچی
نمایاں ٹیمیں: پاکستان، آئی ڈی بی پی، اسلام آباد، کراچی، پاکو، کوئٹہ، راولپنڈی
بیٹنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے بلے باز
بالنگ اسٹائل: سیدھے ہاتھ کے میڈیم فاسٹ بالر

بیٹنگ کار کردگی

فارمیٹ	میچ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	50	کیچ
ٹیسٹ	1	-	-	-	-	-	-	-
اوڈی آئی	10	6	1	119	77	23.80	1	1

بالنگ

فارمیٹ	گیندیں	رنز	وکٹ	بہترین	اوسط
ٹیسٹ	294	131	2	2/131	65.50
اوڈی آئی	540	382	7	1/23	54.57

واحد ٹیسٹ	بمقابلہ بھارت لاہور، یکم تا 6 دسمبر 1989
پہلا ون ڈے	بمقابلہ بھارت لاہور 7 دسمبر 1982
آخری ون ڈے	بمقابلہ نیوزی لینڈ 7 دسمبر 1984

پاکستانی بلے بازوں کی نااہلی کی طویل تاریخ

ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کے 100سے کم رنز پر ڈھیر ہو جانے کے مواقع

رنز	اننگز	نتیجہ	بمقابلہ	تاریخ	بمقام
87	پہلی	ڈرا	انگلینڈ	جون1954	لارڈز
90	دوسری	ڈرا	انگلینڈ	جولائی1954	مانچسٹر
100	پہلی	شکست	انگلینڈ	جون1962	لارڈز
62	دوسری	شکست	آسٹریلیا	نومبر1981	پرتھ
77	تیسری	شکست	ویسٹ انڈیز	نومبر1986	لاہور
97	دوسری	شکست	آسٹریلیا	نومبر1995	برسبین
92	چوتھی	شکست	جنوبی افریقہ	اکتوبر1997	فیصل آباد
59	پہلی	شکست	آسٹریلیا	اکتوبر2002	شارجہ
53	تیسری	شکست	آسٹریلیا	اکتوبر2002	شارجہ
72	چوتھی	شکست	آسٹریلیا	دسمبر2004	پرتھ
90	پہلی	شکست	سری لنکا	جولائی2009	کولمبو
80	چوتھی	شکست	انگلینڈ	جولائی2010	ناٹنگھم
72	پہلی	شکست	انگلینڈ	اگست2010	برمنگھم
74	دوسری	شکست	انگلینڈ	اگست2010	لارڈز
99	پہلی	فتح	انگلینڈ	فروری2012	دبئی
100	دوسری	شکست	سری لنکا	جون2012	گال

150 ون ڈے انٹر نیشنل، امپائر علیم ڈار کا ایک اور سنگ میل

پاکستان کے مایہ ناز امپائر علیم ڈار ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ میں 150 مقابلوں میں امپائرنگ کرنے والے ساتویں امپائر بن گئے ہیں۔ لارڈز کے تاریخی میدان میں انگلستان اور آسٹریلیا کے درمیان ہونے والے پہلے ایک روزہ میں انہوں نے اس اہم سنگ میل کو عبور کیا۔ علیم ڈار مسلسل تین سال سے دنیا کے بہترین امپائر کا اعزاز بھی جیت رہے ہیں۔ اس موقع پر آئی سی سی میچ ریفریز کے ایلیٹ پینل میں شامل بھارت کے جواگل سری ناتھ نے میچ کے بعد ہونے والی ایک تقریب میں خصوصی یادگار پیش کی۔ 44 سالہ پاکستانی علیم ڈار جو گزشتہ تین سالوں سے دنیا کے بہترین امپائر کا اعزاز ڈیوڈ شیفرڈ ٹرافی جیت رہے ہیں، فروری 200 میں گوجرانوالہ میں پاکستان اور سری لنکا کے درمیان ایک روزہ مقابلہ میں پہلی بار امپائرنگ کے فرائض انجام دیے۔ 2002 میں ایلیٹ پینل میں شامل ہونے کے بعد انہوں نے اکتوبر2003 میں پہلی بار ڈھاکہ میں انگلستان و بنگلہ دیش کے درمیان مقابلے میں خدمات پیش کی۔ علیم ڈار2003، 2007 اور 2011 کے عالمی کپ کے فائنل مقابلے میں بھی امپائرنگ کر چکے ہیں۔ 150 ایک روزہ مقابلوں کے علاوہ وہ اب تک 74 ٹیسٹ مقابلے بھی سپروائز کر چکے ہیں اور یوں طویل طرز کی کرکٹ میں بھی تجربہ کار ترین امپائروں کی فہرست میں چھٹے نمبر پر ہیں۔ اس یادگار موقع پر علیم ڈار نے کہا کہ مجھے 150 ایک روزہ مقابلوں کے کلب میں شمولیت پر بہت خوشی ہے کیونکہ اس میں تاریخ کے معزز ترین امپائروں کے نام ہیں۔ اور اس سنگ میل کو 'کرکٹ کے گھر' لارڈز میں حاصل کرنا، جہاں دنیائے کرکٹ کے سب سے قدیم روایتی حریف مدمقابل تھے، بذات خود ایک یادگار موقع تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں خود کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے اتنے مواقع ملے اور میں ساتھ ساتھ پاکستان کرکٹ بورڈ، بین الاقوامی کرکٹ کونسل اور ساتھی امپائروں کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے اس عرصے میں میری مدد کی۔ اس کے علاوہ میں اپنے اہل خانہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو میرے حامی و مددگار رہیں۔

سب سے زیادہ ایک روزہ مقابلے کروانے والے امپائرز (بمطابق 10 جولائی 2012)

امپائر	ملک	دورانیہ	میچز کی تعداد
روڈی کورٹزن	جنوبی افریقہ	1992تا2010	209
اسٹیو بکنر	ویسٹ انڈیز	1989تا2009	181
ڈیرل ہارپر	آسٹریلیا	1994تا2011	174
ڈیوڈ شیفرڈ	انگلینڈ	1983تا2005	172
سائمن ٹوفل	آسٹریلیا	1999 تا حال	172
بلی باؤڈن	نیوزی لینڈ	1995 تا حال	170
علیم ڈار	پاکستان	2000 تا حال	151

پاکستان کے ون ڈے انٹرنیشنل میچ کھیلنے والے کھلاڑی

کھلاڑی	بمقابلہ	بمقام	سیزن
سعادت علی	انگلینڈ	لاہور	1983/84
انیل دلپت	انگلینڈ	کراچی	1983/84
نوید انجم	انگلینڈ	کراچی	1983/84
منظور الٰہی	بھارت	کوئٹہ	1984/85
ساجد علی	بھارت	سیالکوٹ	1984/85
ذاکر خان	نیوزی لینڈ	پشاور	1984/85
شعیب محمد	نیوزی لینڈ	فیصل آباد	1984/85
وسیم اکرم	نیوزی لینڈ	فیصل آباد	1984/85
محسن کمال	نیوزی لینڈ	سیالکوٹ	1984/85
مسعود اقبال	نیوزی لینڈ	ملتان	1984/85
رمیز راجہ	نیوزی لینڈ	کرائسٹ چرچ	1984/85
ذوالقرنین	ویسٹ انڈیز	راولپنڈی	1985/86
سلیم جعفر	ویسٹ انڈیز	پشاور	1986/87
آصف مجتبیٰ	ویسٹ انڈیز	گجرانوالہ	1986/87
اعجاز احمد	ویسٹ انڈیز	سیالکوٹ	1986/87
یونس احمد	بھارت	کولکتہ	1986/87
زاہد احمد	انگلینڈ	لاہور	1987/88
شکیل خان	انگلینڈ	پشاور	1987/88
حافظ شاہد	ویسٹ انڈیز	سینٹ جانز	1987/88
عامر ملک	ویسٹ انڈیز	پورٹ آف اسپین	1987/88
معین الحتیق	ویسٹ انڈیز	پورٹ آف اسپین	1987/88
عاقب جاوید	ویسٹ انڈیز	ایڈیلیڈ	1988/89
سعید انور	ویسٹ انڈیز	پرتھ	1988/89
مشتاق محمد	سری لنکا	شارجہ	1988/89
شاہد سعید	ویسٹ انڈیز	شارجہ	1989/90
وقار یونس	ویسٹ انڈیز	شارجہ	1989/90
سہیل فضل	ویسٹ انڈیز	شارجہ	1989/90
اکرم رضا	آسٹریلیا	ممبئی	1989/90
مقصود رانا	آسٹریلیا	میلبورن	1989/90
ندیم غوری	آسٹریلیا	میلبورن	1989/90
سجاد اکبر	بھارت	شارجہ	1990
منصور رانا	سری لنکا	شارجہ	1990
زاہد فضل	نیوزی لینڈ	سیالکوٹ	1990/91
معین خان	ویسٹ انڈیز	ملتان	1990/91
عامر سہیل	سری لنکا	شارجہ	1990/91
انضمام الحق	ویسٹ انڈیز	لاہور	1991/92
اقبال سکندر	ویسٹ انڈیز	میلبورن	1991/92
وسیم حیدر	ویسٹ انڈیز	میلبورن	1991/92
تنویر مہدی	انگلینڈ	اوول	1992
راشد لطیف	انگلینڈ	ناٹنگھم	1992
عطاالرحمن	ویسٹ انڈیز	پرتھ	1992/93
ارشد خان	زمبابوے	شارجہ	1992/93
غلام علی	ویسٹ انڈیز	کیپ ٹاؤن	1992/93
باسط علی	ویسٹ انڈیز	کنگسٹن	1992/93
عامر نذیر	ویسٹ انڈیز	پورٹ آف اسپین	1992/93
ندیم خان	ویسٹ انڈیز	پورٹ آف اسپین	1992/93
عامر حنیف	سری لنکا	شارجہ	1993/94
عرفان بھٹی	زمبابوے	لاہور	1993/94
اشفاق احمد	سری لنکا	کولمبو	1994
کبیر خان	سری لنکا	کولمبو	1994
شکیل احمد	زمبابوے	ہرارے	1994/95
نعیم اشرف	بھارت	شارجہ	1994/95
ظفر اقبال	بھارت	شارجہ	1994/95
جاوید قدیر	سری لنکا	شارجہ	1994/95
محمود حامد	سری لنکا	شارجہ	1994/95
محمد اکرم	سری لنکا	گجرانوالہ	1995/96
سلیم الٰہی	سری لنکا	گجرانوالہ	1995/96
ثقلین مشتاق	سری لنکا	گجرانوالہ	1995/96
سعید آزاد	سری لنکا	راولپنڈی	1995/96
شاداب کبیر	انگلینڈ	ناٹنگھم	1996
شاہد انور	انگلینڈ	ناٹنگھم	1996
شاہد نذیر	انگلینڈ	ناٹنگھم	1996
اظہر محمود	بھارت	ٹورنٹو	1996
شاہد آفریدی	کینیا	نیروبی	1996/97
حسن رضا	زمبابوے	کوئٹہ	1996/97
عبدالرزاق	زمبابوے	لاہور	1996/97
اعظم خان	زمبابوے	لاہور	1996/97
ظہور الٰہی	زمبابوے	پشاور	1996/97
محمد وسیم	نیوزی لینڈ	کراچی	1996/97
محمد زاہد	نیوزی لینڈ	کراچی	1996/97
مجاہد جمشید	آسٹریلیا	ہوبارٹ	1996/97
اعجاز احمد (ج)	ویسٹ انڈیز	پرتھ	1996/97
محمد حسین	نیوزی لینڈ	موہالی	1997
اختر سرفراز	ویسٹ انڈیز	شارجہ	1997/98
منظور اختر	بھارت	شارجہ	1997/98
فضل اکبر	بھارت	ڈھاکہ	1997/98
محمد یوسف	زمبابوے	ہرارے	1997/98
شعیب اختر	زمبابوے	ہرارے	1997/98
آصف محمود	آسٹریلیا	پشاور	1998/99
وجاہت واسطی	بنگلہ دیش	ڈھاکہ	1998/99
عمران نذیر	سری لنکا	وشاکاپٹنم	1998/99
شبیر احمد	ویسٹ انڈیز	ٹورنٹو	1999
شعیب ملک	ویسٹ انڈیز	شارجہ	1999/00
عمران عباس	سری لنکا	کراچی	1999/00
یاسر عرفات	سری لنکا	کراچی	1999/00
یونس خان	سری لنکا	کراچی	1999/00
فیصل اقبال	سری لنکا	لاہور	1999/00
عرفان فاضل	ویسٹ انڈیز	سینٹ جارج	2000
عتیق الزماں	نیوزی لینڈ	سنگاپور	2000

باقی آئندہ

گیند چالیس منٹ تک کہاں رہی؟ (سچن ٹنڈولکر)

یہ غالباً 1994 کا سیزن تھا۔ انگلینڈ کے دورے کے دوران ہم ایک فرسٹ کلاس میچ کھیل رہے تھے۔ اس مقابلے کے دوران ایک دلچسپ صورتحال پیدا ہوگئی۔ ہوا یوں کہ ہماری ٹیم کے ایک گیند باز ایک اوور کے دوران جیسے ہی امپائر کے قریب گزرے اور گیند بلے باز کی جانب پھینکی، تو بجائے وہ بلے باز کی جانب جانے کے ایک لمحے کے لیے جیسے غائب ہوگئی، امپائر اور ہم سب حیران رہ گئے لیکن دوسرے لمحے سب کو احساس ہوا کہ دراصل گیند بالر کے ہاتھ سے اتفاقاً چھوٹ گئی تھی اور کسی طرح عین پچ کے وسط میں رک گئی۔ امپائر نے صورتحال کو سمجھنے کے بعد ڈیڈ بال کا اشارہ کر دیا۔ لیکن بالر جیسے ہی آگے بڑھ کر گیند اٹھانے لگا تو بلے باز نے اسے روک دیا اور امپائر سے احتجاج کیا کہ چونکہ گیند باز نے مکمل بالنگ ایکشن کے بعد گیند پھینکی ہے اس لیے یہ گیند ابھی تک ڈیڈ نہیں ہوئی ہے۔ لیکن امپائر نے اس احتجاج کو رد کر دیا اور مصر رہے کہ یہ گیند ڈیڈ ہو چکی ہے۔ بلے باز کا دعویٰ پھر بھی قائم رہا معاملہ طول پکڑنے لگا تو امپائرز کھیل روک کر پویلین آ گئے تاکہ کرکٹ قوانین سے رجوع کر سکیں اس دوران گیند وہیں پچ کے وسط میں پڑی رہی پویلین پہنچ کر امپائروں نے کرکٹ قوانین کی کتابیں کھنگالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ بلے باز کا دعویٰ بجا تھا کرکٹ قانون کے مطابق وہ گیند ابھی تک لائیو تھی خیر جناب، جب امپائرز نے کھیل دوبارہ وہیں سے شروع کرنے کا اعلان کیا تو اس وقت تک 40 منٹ ضائع ہو چکے تھے تمام فیلڈرز اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے اور بلے باز کو کھلی چھوٹ مل گئی کہ وہ جس طرف چاہے اور جیسے چاہے گیند کو ہٹ مارے بلے باز نے للچائی ہوئی نظروں سے گیند کو دیکھا اور ایک سمت کا انتخاب کرتے ہوئے زبردست انداز سے بلا گھمایا، لیکن لالچ بری بلا ہے کے مصداق بلا گیند کے اوپر سے ہی گزر گیا وہ گیند کو بہت زور سے مارنے کی کوشش میں اپنا نشانہ خطا کر گئے اس وقت بلے باز کی حالت دیدنی تھی، افسوس اور اس سے بھی زیادہ شرمندگی کی وجہ سے وہ کھسیانے انداز میں آہستہ آہستہ کریز کی جانب بڑھنے لگے۔ جب میں یعنی سچن ٹنڈولکر نے یہ دیکھا کہ بلے باز سست روی سے کریز کی جانب جا رہا ہے تو لپک کر گیند اٹھائی اور وکٹوں پر مار دی میں نے امپائر سے اپیل کی امپائر نے اپنے ساتھی سے مشورہ اور سوچ بچار کے بعد اسے آؤٹ دے دیا کیونکہ کرکٹ قوانین کے رو سے وہ گیند ابھی تک لائیو تھی بلے باز اپنی حجت اور بے وقوفی کی وجہ سے بے حد شرمندہ ہوا اور سر جھکا کر پویلین کی جانب چل دیا۔ اس واقعے کا سب سے دلچسپ امر یہی ہے کہ ایک گیند باز کے ہاتھ سے پھسل جانے والی گیند چالیس منٹ تک لائیو رہی اور یہ کرکٹ کی تاریخ کا انوکھا واقعہ ثابت ہوا کہ ایک بلے باز وکٹ کیپر کے بجائے ایک فیلڈر کے ہاتھوں سٹمپ آؤٹ ہوا۔

سر! ایک لڑکا غائب ہے (کلائیو لائیڈ)

بین الاقوامی ایک روزہ کرکٹ کے پہلے عالمی کپ 1975 میں شرکت کے لیے جب ہم انگلستان پہنچے تو وہاں ہوائی اڈے پر ہمارے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ کسٹمز اور امیگریشن کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جب ہماری 15 رکنی ٹیم ہوائی اڈے سے باہر آئی تو وہاں عالمی کپ انتظامیہ نے ہمارا خیر مقدم کیا اور ہمیں ہوٹل پہنچانے کے لیے ایک وین میں سوار کر دیا گیا وین کے چلنے سے قبل ہمارے ٹیم منیجر نے ہمارے ایک ساتھی بوائس جو کہ ٹیم کے اسسٹنٹ منیجر اور خزانچی کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے تھے سے کہا کہ لڑکے گن لو کہ سب وین میں سوار ہو گئے ہیں؟ بوائس نے لڑکے گننا شروع کیے اسی دوران ڈرائیور وین چلاتے ہوئے سڑک پر لے آئے ہم سب آرام و سکون سے ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک بوائس چلا اٹھے۔ اسٹاپ!! پلیز اسٹاپ دی بس۔ بوائس خوفناک انداز میں چلائے تو ڈرائیور نے گھبرا کر ایک دم سے بریک پر پاؤں رکھ دیا اور گاڑی ایک جھٹکے سے وہیں روک دی ہم سب بھی حیران و پریشان بوائس کی طرف دیکھنے لگے کہ انہیں اچانک کیا ہو گیا؟ سر کوئی لڑکا غائب ہے بوائس نے ٹیم منیجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ سنتے ہی ہم سب لڑکے گننے لگے لیکن حیرت انگیز طور سے ہماری 15 گنی ٹیم کی تعداد پوری تھی چودہ ٹیم کھلاڑی اور ایک منیجر۔ ٹیم منیجر بوائس کی بے وقوفی بھانپ گئے اور مزہ لینے کے لیے بولے بوائس کون سا لڑکا غائب ہے؟ بوائس نے ایک بار پھر لڑکوں کو گنا اور کہا سر یقیناً ایک لڑکا غائب ہے۔ جولین بھی موجود ہے، لائیڈ بھی ہے، کنگ بھی ہے لیکن سر! آپ خود گن لیں، ایک کوئی ضرور غائب ہے۔ لیکن کون غائب ہے یہ سمجھ نہیں آ رہا ہم سب بوائس کی بوکھلاہٹ اور بے وقوفی سے بے حد محظوظ ہو رہے تھے کہ روہن کنہائی جو اس وقت ہماری ٹیم کے سب سے سینئر رکن تھے، اٹھ کر بوائس کے نزدیک گئے اور اس کا کان پکڑ کر کہنے لگے پندرھواں لڑکا یہ ہے۔ دراصل بوائس ہر بار گنتی کرتے ہوئے اپنا آپ شمار کرنا بھول جاتے تھے بوائس کو جب اپنی اس حماقت کا احساس ہوا تو بے حد شرمندہ ہوئے اور سارے راستے سب نے ان کا خوب مذاق اڑایا۔

سنیل گاوسکر کی گھونگھا چال

اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ ٹی ٹوئنٹی ایک روزہ طرز کی کرکٹ کو نگلنے جا رہی ہے لیکن ایک وقت ایسا بھی تھا کہ کھلاڑیوں کا ذہن محدود اوورز میں کھیلنے کو قبول ہی نہ کرتا تھا اور اس کی سب سے عمدہ مثال عالمی کپ 1975 کا افتتاحی مقابلہ تھا جس میں 7 جون کو انگلستان اور بھارت آمنے سامنے ہوئے تھے

یہ عالمی کپ دراصل ایک روزہ کرکٹ کو مقبول بنانے کے لیے پہلا قدم تھا اور دنیا بھر کی بہترین ٹیموں کو طلب کر کے دراصل بنیاد رکھی گئی کہ آئندہ مختصر طرز کی کرکٹ کھیل کی تاریخ میں اہم کردار ادا کرے گی لیکن بھارت کے بلے بازوں خصوصاً سنیل گاوسکر نے پہلے ہی مقابلے میں جس طرح کی بلے بازی کی اس نے پاکستان کے مدثر نذر کی مشہور زمانہ کچھوا چال کو بھی شرما دیا اور ہماری نظر میں وہ نئی اصطلاح متعارف کروانے کے حقدار تھے یعنی گھونگھا چال۔ اس زمانے میں ایک روزہ مقابلے 60 اوورز فی اننگز کے ہوا کرتے تھے اور انگلستان نے پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے ڈینس ایمس کے شاندار 137 رنز کی بدولت محض 4 وکٹوں کے نقصان پر 334 کا زبردست مجموعہ اکٹھا کیا۔ ابتدا میں محض 15 رنز پر تین وکٹیں گنوا بیٹھنے کے باوجود ایمس اور بعد ازاں کیتھ فلیچر نے 68 رنز کی کارآمد اننگز کھیلی۔ ان دونوں کے علاوہ کرس اولڈ کی 30 گیندوں پر 2 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے بنائی گئی ناقابل شکست نصف سنچری نے مقابلہ بھارت کی پہنچ سے کہیں دور دیا اور بھارت کو 335 رنز کا ایک مشکل ہدف ملا۔ جواب میں بھارت نے آغاز ہی سے جو حکمت عملی اپنائی، اس سے لگتا تھا کہ وہ ایک روزہ کرکٹ کی الف بے بھی نہیں جانتے خصوصاً سنیل نے جس طرح کا کھیل پیش کیا وہ ماہرین حتیٰ کہ شائقین کرکٹ کی بھی سمجھ سے باہر تھا گاوسکر اوپنر کی حیثیت سے میدان میں آئے اور پورے 60 اوورز کریز پر موجود رہے لیکن 174 گیندیں کھیل کر صرف ناقابل شکست 34 رنز بنا کر پویلین لوٹے اور بھارت کی شکست میں کلیدی کردار ادا کیا ان کے علاوہ بھی کسی کھلاڑی کے انداز سے ایسا نہیں لگتا تھا کہ وہ مقابلہ جیتنے کے لیے کھیل رہے ہیں بلکہ ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اسے ٹیسٹ مقابلہ سمجھ رہے ہیں سنیل گاوسکر کی اس اننگز کے دوران معاملہ اس حد تک بگڑ گیا کہ چند بھارتی تماشائی حفاظتی حصار کو توڑ کو میدان میں داخل ہو گئے اور سنیل گاوسکر اور برجیش پٹیل کو پیر پڑ کر کہا کہ بھگوان کے لیے رنز بنا لو لیکن جناب وہ کہاں ماننے والے تھے ٹس سے مس نہ ہوئے اور جب 60 اوورز تمام ہوئے تو بھارت کا اسکور 3 وکٹوں کے نقصان کے ساتھ محض 132 رنز تھا یعنی کہ 202 رنز کی کراری شکست۔ سنیل گاوسکر کی یہ اننگز

بلاشبہ ایک روزہ کرکٹ کی تاریخ کی متنازع ترین اننگز تھی بلکہ اگر اسے خودکش حملہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا لیکن بدقسمتی سے اس وقت یہ اصطلاح رائج نہ تھی۔ گو کہ گاوسکر نے اس اننگز کے حوالے سے اس وقت تو منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا لیکن کئی سال بعد بھی صرف یہی کہا کہ یہ ان کے کیریئر کی بدترین اننگز تھی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کی کوئی وضاحت پیش نہیں کر سکتے۔ البتہ انہوں نے ایک اور انکشاف کیا کہ وہ اننگز کی دوسری گیند پر وکٹوں کے پیچھے کیچ آؤٹ تھے اور یہ تک سوچا کہ انہیں خود ہی کریز چھوڑ کر چلے جانا چاہیے کیونکہ وہ آؤٹ ہوئے ہیں لیکن جب کسی نے اپیل ہی نہیں کی تو انہوں نے بھی واپس جانا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس وقت ٹیم کے مینیجر جی ایس رام چند نے کہا تھا کہ گاوسکر نے سمجھ لیا تھا کہ انگلستان کا دیا گیا ہدف حاصل نہیں کیا جا سکتا اس لیے انہوں نے اس موقع کو بیٹنگ کی مشق کے لیے استعمال کیا گو کہ میں اس حکمت عملی سے متفق نہیں لیکن ان کے خلاف انضباطی کارروائی نہیں کی جائے گی خیر، افواہوں کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا تھا؟ کسی نے کہا کہ گاوسکر ٹیم سلیکشن پر مطمئن نہیں تھے، اس لیے احتجاجاً یہ حکمت عملی اپنائی تو کچھ کا کہنا تھا کہ وہ سرینواس وینکٹ راگھون کی بطور کپتان تقرری سے خوش نہ تھے۔ بعد ازاں نہ صرف انگلش بلکہ بھارتی ذرائع ابلاغ نے سنیل گاوسکر کے خوب کان کھینچے یہ تک کہا گیا کہ بھارتی کپتان کو اننگز کے درمیان ہی گاوسکر کو میدان سے واپس بلا لینا چاہیے تھا جبکہ کسی نے کہا کہ گاوسکر کو عالمی کپ کے لیے ایک لاکھ پاؤنڈز کی خطیر اسپانسرشپ اور 19 ہزار پاؤنڈز سے زائد کے ٹکٹ خرید کر میدان میں مقابلہ دیکھنے والے 16 ہزار سے زائد تماشائیوں کو مایوس کرنے کا حق کسی نے نہیں دیا بہرحال، کچھ ہی عرصہ بعد یہی گاوسکر تھے جو 1983 میں عالمی کپ جیتنے والے بھارتی دستے کا حصہ تھے اور بھارت کی ایک تاریخی جیت میں اپنا نام دیکھ کر امر ہو گئے لیکن 1975 کے عالمی کپ کی یہ اننگز ان کے کیریئر پر ایک بدنما داغ ہے۔

☆☆☆

کراچی کے لوگ محبت کرنے والے لوگ ہیں (عبدالقادر)

1987 میں انگلستان کے دورہ پاکستان کے دوران کراچی ٹیسٹ کے موقع پر میرے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ انگلش کپتان مائیک گیٹنگ اور پاکستانی امپائر شکور رانا کے درمیان تنازع کے بعد سیریز بہت غیر دوستانہ ماحول میں کھیلی جا رہی تھی۔ ہم سب کھلاڑی انتہائی دباؤ میں تھے۔ حریف کھلاڑیوں کے رویے سے ایسا لگتا تھا جیسے ان کے ذہنوں میں یہ تصور تھا کہ پاکستان کوئی نہایت اجڈ و گنوار لوگوں کا ملک ہے، جہاں اخلاقیات نامی کوئی شے نہیں پائی جاتی۔ انگریز کھلاڑی ہر دم پاکستانی عوام سے خوفزدہ رہتے تھے اور میچ کے بعد شام کو اپنے ہوٹل کے کمروں میں مقید کر لیتے۔ پوری سیریز اسی طرح گزری۔ جب کراچی ٹیسٹ شروع ہونے والا تھا تو غالباً ایک یا دو دن قبل میں نے انگلستان کے اسپنر جان ایمبوری، جن کے ساتھ میری اچھی خاصی گپ شپ تھی، کو دعوت دی کہ آج وہ میرے ساتھ کراچی گھومنے چلیں۔ پہلے تو ایمبوری مسکرا دیئے اور معذرت کر لی، لیکن چونکہ فطرتاً وہ سیر سپاٹے والے آدمی ہیں، اس لیے انہوں نے اگلے دن مجھ سے ملاقات میں حامی بھر ڈالی کہ وہ کراچی کی سیر کرنے کو تیار ہیں اور وہ کپتان اور مینیجر سے اس کی اجازت بھی لے چکے ہیں۔ میں نے پاکستانی روایت کا بھرم رکھتے ہوئے انتہائی مہمان نوازی کا سلوک کیا اور بینک کی گاڑی میں انہیں پورا کراچی گھمایا۔ کراچی کی خوبصورتی دیکھ کر جان حیران رہ گئے اور خاص طور پر ساحل سمندر انہیں بہت پسند آیا۔

ایسی محبت اور خلوص دیکھ کر جان کے منہ سے بھی بے اختیار نکلا کہ "پاکستان کے لوگ بہت محبت کرنے والے ہیں۔ میں انہیں کلفٹن کے علاقے میں ایک تجارتی مرکز میں لے گیا۔ وہاں ہمارے مداحوں نے ہمیں گھیر لیا اور بہت عزت دی۔ اس کی داستان تو الگ ہے۔ بہرحال، وہاں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، ہوا یہ کہ بازار میں قالینوں کی ایک دوکان پر جان ایمبوری کو کھڈی پر بنا ایک قالین بے حد پسند آیا۔ جب اس کی قیمت پوچھی تو وہ اس قدر زیادہ تھی کہ میرے پاس تو اس وقت اتنے پیسے نہیں تھے کہ قالین خریدا جا سکتا جبکہ جان ایمبوری کے ذہن میں تو یہ تصور تھا کہ کراچی کے ہر موڑ پر ڈاکو و رہزن کھڑے ہیں اس لیے وہ تو اپنا بٹوہ ہوٹل ہی چھوڑ آئے تھے۔ لیکن جان کو قالین کو بے حد پسند آیا تھا اور وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ہماری پریشانی دوکاندار بھانپ چکا تھا۔ یہ ایک بڑی اور خوبصورت اور لگژری قسم کی دوکان تھی۔ سیلز مین نے مالک سے کچھ کہا تو انہوں نے کہا جناب آپ قالین لے جائیے، پیسے بعد میں آ جائیں گے۔ آپ بھاگ کر تو جائیں گے نہیں، اور پھر آپ کو کون نہیں جانتا؟ آپ بے فکر ہو کر لے جائیے اس وقت جو کچھ پیسے میری جیب میں تھے وہ ہم نے دوکاندار کو دیے اور اس وعدے کے ساتھ ہم قالین لے کر آ گئے کہ دوسرے دن پیسے دے دیں گے۔ اگلے دن ٹیسٹ شروع ہو گیا۔ ہم کھیل میں کچھ ایسے مگن ہو گئے کہ دوکاندار کو پیسے دینے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ میں نے میچ میں 10 وکٹیں حاصل کیں، اور جان ایمبوری ہی واحد بلے باز تھے جو میری بالنگ کے سامنے ٹک سکے۔ انہوں نے دونوں اننگز میں 70 اور 74 رنز کی اننگز کھیلیں۔ اور میچ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔ آخری دن ہم نے سوچا ہوا تھا کہ آج ہر حالت میں دوکاندار کو پیسے دے آئیں گے۔ لیکن اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب ہمارے ہوٹل کے استقبالیے پر ہمیں ایک لفافہ دیا گیا۔ جس میں ایک پرچہ تھا جس پر جلی حروف میں اس دکان کے مالک کی جانب سے لکھا ہوا تھا کہ ایمبوری کی بلے بازی اور قادر کی بالنگ نے قالین کا بل ادا کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک چیک بھی تھا جس میں وہ رقم واپس کر دی گئی تھی جو ہم نے دوکاندار کو ادا کی تھی۔ اس دن دوکاندار کی طرف سے ایسی محبت اور خلوص دیکھ کر جان ایمبوری کے منہ سے بھی بے اختیار نکلا کہ پاکستان کے لوگ بہت محبت کرنے والے ہیں۔

☆☆☆

دعا قبول ہو گئی (سکندر بخت)

1978 میں جب مائیک بریئرلی کی قیادت میں انگلینڈ کی ٹیم پاکستان کے دورے پر تھی تو اس وقت کیری پیکر کا تنازع اپنے عروج پر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کیری پیکر نے ٹیسٹ کرکٹ کے مقابلے میں آسٹریلیا میں رنگ برنگی نائٹ کرکٹ متعارف کروائی اور دنیا بھر کے چیدہ چیدہ کھلاڑیوں کو بھاری معاوضے کے عوض اپنی عالمی سیریز میں کھیلنے کی دعوت دی۔ پاکستان کی جانب سے بھی ابتدا میں اس کے وقت کے پانچ عالمی شہرت یافتہ کھلاڑی ماجد خان، آصف اقبال، مشتاق محمد، ظہیر عباس اور عمران خان اس ورلڈ سیریز کو کھیلنے آسٹریلیا چلے گئے۔ پاکستان کرکٹ بورڈ نے ان کھلاڑیوں پر پاکستان کے لیے کھیلنے پر پابندی لگا دی۔ اور انگلینڈ کے خلاف سیریز کے لیے وکٹ کیپر وسیم باری کو ٹیم کا کپتان بنا دیا۔ سیریز کے دو ٹیسٹ ڈرا ہو چکے

تھے اور کراچی ٹیسٹ سے پہلے کراچی میں ایک روزہ نمائشی میچ کا انعقاد کیا گیا تھا جس دن یہ نمائشی میچ شروع ہونا تھا اس سے ایک دن قبل یہ اطلاع آئی کہ انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز جیتنے کی خاطر پی سی بی نے فوری طور سے کیری پیکر ورلڈ سیریز میں کھیلنے والے پانچوں کھلاڑیوں کو کراچی ٹیسٹ سے قبل طلب کر لیا یہ بات میرے لیے اس لحاظ سے پریشان کن تھی کہ عمران خان کی آمد کے بعد اور سرفراز نواز کی پہلے سے موجودگی کی وجہ سے تیسرے تیز گیند باز کی ٹیم میں جگہ نہیں بنتی تھی کراچی میرا آبائی شہر ہے اور میری شدید خواہش تھی کہ میں یہاں ٹیسٹ کھیلوں۔

مائیک بریئرلی کو لگنے والا زخم اتنا شدید تھا کہ وہ وکٹ پر ہی تقریباً نیم بے ہوش ہو گئے، ان کی کہنی دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ انگلستان کے خلاف میچ سے قبل ایک روزہ نمائشی میچ کھیلنے والی ٹیم میں میرا نام بھی شامل تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس میچ میں میری ایسی کارکردگی ہو جائے کہ میں عمران کے ہوتے ہوئے بھی ٹیسٹ کھیل جاؤں۔ اس نمائشی میچ کے ابتدائی اوور میں مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے میرے اندر بجلی بھر دی ہو کراچی جیم خانہ میدان پر میں انگلش ٹیم کے خلاف انتہائی تیز رفتار و جارحانہ گیند بازی کر رہا تھا میرے سامنے انگلینڈ کے کپتان اور افتتاحی بلے باز مائیک بریئرلی، جو ہمیشہ تحمل مزاجی سے اپنی اننگز کا افتتاح کرتے تھے، بلے بازی کر رہے تھے۔ لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مائیک بریئرلی نہایت غیر ماہرانہ انداز میں میری ایک شارٹ پچ گیند پر ہک کرنے کی کوشش میں اپنی کہنی تڑوا بیٹھے۔ زخم اتنا شدید تھا کہ وہ وکٹ پر ہی تقریباً نیم بے ہوش ہو گئے بعد میں پتہ چلا کہ ان کی کہنی دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ میں قطعاً باڈی لائن گیند بازی کو پسند نہیں کرتا تھا اور نہ ہی میری گیند پر کوئی بلے باز زخمی ہو تو مجھ میں احساس برتری پیدا ہوتا تھا۔ میں تو ٹیسٹ ٹیم میں اپنی شمولیت کے مقصد سے انتہائی جوش خروش سے گیند بازی کرا رہا تھا انگلینڈ کے کھلاڑی اپنے کپتان کے اس بری طرح زخمی ہونے پر جہاں خوفزدہ ہو گئے تھے، وہیں وہ بیحد ناراض بھی ہوئے۔ مائیک بریئرلی فوری طور سے وطن واپس چلے گئے اور آخری ٹیسٹ میں انگلستان کی قیادت جیفری بائیکاٹ نے کی۔ اس ایک روزہ نمائشی میچ کے اختتام پر سلیکٹرز پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ برطانوی کھلاڑی سکندر بخت سے گھبرائے ہوئے ہیں اور اس کی بالنگ کے سامنے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہیں۔ دوست احباب مجھ سے کہنے لگے کہ اب تم کراچی ٹیسٹ کھیل جاؤ گے لیکن مجھے یقین نہیں تھا کیونکہ عمران خان اور سرفراز نواز کی موجودگی میں ٹیم میں تیسرے تیز گیند باز کی جگہ ہی نہیں بنتی تھی لیکن ٹیسٹ میچ سے ایک رات قبل کچھ ایسا ہوا کہ انگلینڈ کے قائم مقام کپتان جیفری بائیکاٹ نے اسپورٹس مین اسپرٹ سے عاری ایک بیان داغ دیا کہ اگر پاکستان کیری پیکر سرکس کے کھلاڑیوں کو اپنی ٹیم میں شامل کریگا تو وہ کراچی ٹیسٹ کا بائیکاٹ کر دیں گے ان کی اس گیدڑ بھبکی کے سامنے نہ جانے کیوں اس وقت کے پاکستانی کرکٹ بورڈ نے گھٹنے ٹیک دیئے اور ان پانچوں کھلاڑیوں کو ٹیم میں شامل نہیں کیا گیا اور یوں میں کراچی ٹیسٹ کھیلنے والے گیارہ کھلاڑیوں میں منتخب ہو گیا میری دعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبولیت کا شرف حاصل کر چکی تھی عمران کی واپسی کے بعد میرے راستے بند ہو چکے تھے لیکن اللہ نے جو سبب بنایا وہ سب کے لیے حیرانی کا باعث تھا میں آج بھی سوچتا ہوں اگر کراچی ٹیسٹ میں میری شمولیت یقینی ہوتی تو شاید کراچی جیم خانہ میدان پر کھیلے گئے اس ایک روزہ نمائشی میچ میں میں زیادہ جوش و جذبے سے گیند بازی نہ کرتا اور شاید مائیک بریئرلی بھی زخمی نہ ہوتے اور اگر بریئرلی زخمی نہ ہوتے تو شاید بائیکاٹ اخلاقیات سے عاری اور جارحانہ بیان بھی نہ دیتے اور پھر عمران ٹیم کے اندر ہوتے اور میں ٹیم سے باہر۔